قطب العارفین

حضرت قاضی سلطان محمود قادری آوانی قدس سرہٗ

(۱۸۳۷ء...... مئی ۱۹۱۹ء)

تحریر

سیّد نور محمد قادری

(مئی ۱۹۲۵ء ...... نومبر ۱۹۹۶ء)

ترتیب و حواشی

سیّد محمد عبداللہ قادری

اسلامک میڈیا سنٹر

mahboobqadri787@gmail.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: قطبُ العارفین

حضرت قاضی سلطان محمود قادری آوانی قدس سرہ

مصنف: علامہ سیّد نور محمد قادری

ترتیب وحواشی: سیّد محمد عبداللہ قادری

طابع: ملک محبوب الرسول قادری

اسلامک میڈیا سنٹر 27/A دربار مارکیٹ لاہور

0300-9429027

سن اشاعت (دوم): مارچ 2016ء

صفحات: 272

قیمت: -/200 روپے

رابطہ کے لئے

کتب خانہ ابن عبداللہ

چک نمبر ۱۵ شمالی ڈاک خانہ چک نمبر ۵ ضلع منڈی بہاؤالدین، پنجاب (پاکستان)

0301-5031096

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
حمد باری تعالیٰ	۹
نعت رسولِ کریم ﷺ	۱۰
انتساب	۱۱
شجرہ نسب حضرت صاحبزادہ محبوب عالم قادری آوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲
سجادہ نشین دربار عالیہ آوان شریف	۱۳
کتاب قطب العارفین پر حضرت طارق سلطانپوری کا منظوم خراج	۱۴
مادہ ہائے تاریخ ---------- مرتبہ: سید محمد عبداللہ قادری	۱۵
چند باتیں	۱۷_۲۱
ابتدائیہ ----- از: سید نور محمد قادری	۲۲_۲۳
استغاثہ بحضور سرورِ کائنات ﷺ	۲۴_۲۶
حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان و پیدائش	۲۷_۳۹
حضرت قاضی صاحب کی تعلیم تربیت، اساتذہ کرام اور درس و تدریس	۴۰_۴۶
حضرت اخوند عبدالغفور	۴۷_۶۰
حضرت اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں شرف باریابی	۶۱_۷۷
حلیہ مبارک، عادات اخلاقی اور عام زندگی	۷۸_۸۴
مزارات اولیائے کرام	۸۵_۹۰
فیوض و کرامات	۹۱_۱۰۵
ملفوظات و مکتوبات	۱۰۶_۱۱۸
چند ارادت مند	۱۱۹_۱۲۹
حلقہ ارادت	۱۳۰_۱۳۴

صاحب سجادہ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ	۱۳۵_۱۶۶
نواب معشوق یار جنگ	۱۶۷_۱۷۷
سادات بوکن (گجرات)	۱۷۸_۱۸۲
دھوگڑی جالندھر کالودھی خاندان	۱۸۳_۱۸۸
مولوی باغ دین رحمتہ اللہ علیہ	۱۸۹_۱۹۳
حضرت میاں محمد رحمتہ اللہ علیہ	۱۹۴_۱۹۹
خوانین کھلابٹ	۲۰۰_۲۰۳
قاضی عبدالسبحان رحمتہ اللہ علیہ	۲۰۴_۲۰۶
سائیں فتح الدین رحمتہ اللہ علیہ	۲۰۷_۲۱۵
سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ	۲۱۱_۲۱۲
مولوی محمد یعقوب و مولوی غلام غوث رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم	۲۱۳
حضرت قاضی سلطان محمود رحمتہ اللہ علیہ اور مسیح الملک حکیم اجمل خان	۲۱۴_۲۲۱
حافظ مظہر الدین رحمتہ اللہ علیہ	۲۲۲_۲۳۰
جاری ہے چکی کی مشقت	۲۳۱_۲۳۷
معاصر، مشائخ کرام کی نظر میں	۲۳۸_۲۴۴
آخری ایام	۲۴۵_۲۴۹
منقبت پیر فضل حسین فضلؔ رحمتہ اللہ علیہ	۲۵۰
قصیدہ در منقبت مولوی نور اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ	۲۵۱
مرثیہ۔۔۔۔چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ	۲۵۲_۲۵۵
تاریخ ہائے وفات۔سید محمد حاجی سرحدی رحمتہ اللہ علیہ	۲۵۶_۲۵۸
شجرۂ قادریہ غفوریہ محمودیہ۔سیّد نور اللہ صاحب	۲۵۹_۲۶۱
شجرہ قادریہ بطرز دوازدہ ماہ چنن شاہ بجرانوی	۲۶۲_۲۶۴
کتابیات	۲۶۵_۲۶۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1

حمد

میں فانی ہوں، فانی کی ہر چیز فانی — تو قائم، تو دائم، تو ہی جاودانی
تری ذات لاریب بے مثل و ثانی — یہی میں نے سمجھا، یہی میں نے مانی
ترے عشق نے میری دنیا بدل دی — کہاں کا بڑھاپا کہاں کی جوانی
جہاں میں نہیں کوئی ہمراز اپنا — مجھے کس نے سمجھا مری کس نے مانی
مجھے زندگی دی مجھے درد بخشا — عنایت، نوازش، کرم، مہربانی
پتہ تیرا دل نے لگا ہی لیا ہے — بہت دیر سے تو بھی تھا لامکانی
تری راہ میں کیوں نہ قربان کر دوں — کہ یوں بھی تو اک روز ہے جان جانی

میرے عشق کی ہے یہ تضحیک نصرت
نہ فرمائیے گا مجھے لن ترانی

(میاں عبدالحق نصرت)

نعت

محمد مصطفیٰ نورِ زمانہ — شگفتہ دل ادائے دلبرانہ
چناں گویم بطرزِ عاشقانہ — گزارم سجدہ پیش آستانہ
گدائے آستانِ مصطفیٰ ام — نمی دانم مقام خسروانہ
تو دانی حال ما اے نور عالم — بدہ مارا سرورِ جاودانہ
بحضورِ خودت دیدار بنما — تو دانی آرزوے مخلصانہ
کرا گویم کہ شنود آرزو را — ندارم در جہاں مردے یگانہ

نگاہے جانبِ محمودِ بے کس
ہمیں دارد گزارش عاجزانہ

سلطان محمود محمود

انتساب

میں ان اوراق کو صدق و اخلاص کے پیکر جناب صاحبزادہ منظر الحق صاحب زاد لطفہٗ کی خدمتِ عالی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سیّد نور محمد قادری

شجرہ نسب صاحبزادہ محبوب عالم قادری آوانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ ضیاء الدین۔ حضرت حافظ محمد جمال۔ حضرت حافظ محمد جمیل

حضرت حافظ محمد محفوظ۔ حضرت غلام محمد۔ حضرت غلام مصطفیٰ

حضرت غلام غوث رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قاضی سلطان محمود قادری۔ حضرت میاں محمد مسعود ابنائے حضرت غلام غوث

حضرت قاضی صاحب اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ اپنے بھتیجے صاحب زادہ محبوب عالم قادری کی پرورش کی۔ سجادہ نشین تھے۔

حضرت میاں محمد مسعود۔

☆ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم قادری۔ حضرت حکیم سید نور۔ حضرت حافظ فضل نور

حضرت صاحبزادہ مظہر الحق قادری بن حضرت صاحبزادہ محبوب عالم قادری

☆ صاجزادہ محمود الحق، صاجزادہ منصور الحق، صاجزادہ مقصود الحق۔ صاجزادہ مسرور الحق

ڈاکٹر عدنان محمود۔ صاجزادہ فرحان محمود ابنائے صاحب زادہ محمود الحق

صاحب زادہ رضوان منصور بن صاحب زادہ پیر منصور الحق

صاجزادہ مجتبیٰ احسان سرور۔ صاجزادہ مصطفیٰ حنان سرور ابنائے صاحب زادہ سرور الحق

صاحب زادہ محمد عبدالرحمان۔ صاجزادہ معین الدین۔ صاجزادہ محمد علی حیدر۔ ابنائے صاحب زادہ رضوان منصور

صاحب زادہ محمد محی الدین عالم بن صاجزادہ مجتبیٰ احسان سرور

صاجزادہ مقصود الحق قادری (مجرد تھے) آپ کا جان نثار ساتھی (بیٹا) نثار احمد نثاری

یحییٰ نثار بن نثار احمد نثاری

سجادہ نشین

دربار آوان شریف/مہمدہ شریف گجرات

☆ حضرت قاضی سلطان محمود قادری بن حضرت غلام غوث آوانی رحمتہ اللہ علیہم

(۱۸۸۴ء .... مئی ۱۹۱۹ء)

☆ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم قادری ابن حضرت میاں محمد مسعود آوانی رحمتہ اللہ علیہم

(مئی ۱۹۱۹ء .... دسمبر ۱۹۸۲ء)

☆ حضرت صاحبزادہ مظہر الحق قادری ابن حضرت صاحبزادہ محبوب عالم قادری رحمتہ اللہ علیہم

(دسمبر ۱۹۸۲ء .... اکتوبر ۱۹۹۹ء)

☆ حضرت صاحبزادہ منظور الحق قادری مدظلہ العالی ابن حضرت صاحبزادہ مظہر الحق قادری

(اکتوبر ۱۹۹۹ء ....

☆ صاحبزادہ رضوان منصور قادری ابن صاحبزادہ منصور الحق قادری

(صاحب سجادہ)

کتبہ

سیّد محمد عبداللہ قادری بن سیّد نور محمد قادری

☆☆☆

''نشانِ عظمتِ حق''	۱۹۱۹ء
''نامی پیرِ روشن ضمیر''	۱۹۱۹ء
''نکہتِ باغِ اُمت''	۱۹۱۹ء
''زیبِ چراغِ سیرتِ طیبہ''	۱۹۱۹ء
''گلشنِ شہرِ حضور''	۱۹۱۹ء
''نشانِ عشقِ خیرالوریٰ''	۱۹۱۹ء
''چراغِ قادریت''	۱۹۱۹ء
''افتخارِ اہلِ صدق وعرفان''	۱۹۱۹ء
''ھذا من فضل ربی''	۱۳۳۷ھ
''شیخ کریم محمود جہاں''	۱۳۳۷ھ
''حقیقتِ طریقت''	۱۳۳۷ھ
''وہ جنید و بایزید دورِ حاضر''	۱۳۳۷ھ
''خسرو عشاق''	۱۳۳۷ھ
''پیکرِ شان وحشمت''	۱۳۳۷ھ
''خسروِ ملکِ صدق وصفا''	۱۳۳۷ھ
''پیکرِ صدق ورشادات''	۱۳۳۷ھ
''فیضِ علم وعرفاں''	۱۳۳۷ھ
''مظہرِ اوجِ اصفیا''	۱۳۳۷ھ
''بابِ خیر وتقویٰ''	۱۳۳۷ھ
''سیلِ فیضانِ رسول''	۱۳۳۷ھ
''زیبِ آفتابِ شوکتِ حق''	۱۳۳۷ھ
''انوار وتجلیاتِ مصطفیٰ''	۱۳۳۷ھ

قطب العارفین — چند باتیں

از: سیّد محمد عبداللہ قادری

•

نام ور محقق ونقاد ماہر اقبالیات سیّد نور محمد قادری بن حضرت حافظ سیّد محمد عبداللہ قادری بخاری بن حضرت مولوی سیّد محمد چراغ شاہ سیال کوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تحقیق اور محنت سے اپنے خاندان کے روحانی پیشِ واغوثِ زماں حضرت قاضی سلطان محمود قادری قدس سرہ آوان شریف ضلع گجرات پاکستان کا تذکرہ مرتب کیا۔ کئی سال کی محنت کی اشاعت کا اعزاز سیّد نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ طریقت حضرت حاجی مستری عبدالرشید سلطانی امرت سری رحمۃ اللہ علیہ دل محمد روڈ لاہور کو حاصل ہوا۔ تذکرہ کے جملہ اخراجات مستری صاحب مرحوم ومغفور نے برداشت کیے۔ خوب صورت کتابت کروائی، اچھا کاغذ لگایا۔ جب کتاب منظرِ عام پر آئی تو وہ اپنے حسن وجاہت سے محروم تھی۔ ہوا کچھ یوں کہ کاپی پیسٹ کرتے وقت صفحات اِدل بدل ہو گئے۔ آخری ایام شروع میں، پہلا باب آخر میں چلا گیا۔ کتاب اِس قابل نہ رہی کہ اہلِ علم وصاحبِ ذوق حضرات تک پہنچ سکتی۔ کتاب صرف ''غالی مریدین'' ہی لے گئے۔ چند صاحبِ علم حضرات نے حوالہ کے لیے اپنے پاس محفوظ کر لی۔ مستری صاحب نے ''قطب العارفین'' ۱۹۸۵ء میں شائع کی تھی۔ وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ۱۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو حضرت سیّد نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (والد ماجد راقم الحروف) بھی رحلت فرما گئے۔ سیّد صاحب کی رحلت کے ۲۰ سال بعد دوبارہ ''قطب العارفین'' کی اشاعت اب ۲۰۱۶ء میں ہو رہی ہے۔ یہ سعادت ''اسلامک میڈیا سنٹر لاہور'' کے بانی برادرم ملک محبوب الرسول قادری ابن غازیٔ اسلام ملک عبدالرسول قادری رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل صدقہ نبی رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سب کو ایسے کام کرنے کی توفیق بخشے جن سے خیر کا پہلو نکلتا ہو۔

والد گرامی سیّد نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ مئی ۱۹۲۵ء کو چک نمبر ۱۵ شمالی تحصیل وضلع منڈی بہاؤ الدین (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں اسلامیہ ہائی سکول واڑہ عالم شاہ ضلع گجرات

سے میٹرک کیا۔ مئی ۱۹۴۵ء میں بہ موقع عرس دربار آوان شریف حضرت صاحب زاہ قاضی محبوب عالم قدس سرہ (متوفی ۷ دسمبر ۱۹۸۲ء) سجادہ نشین دربار حضرت قاضی سلطان محمود قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ۱۹۴۵ء تا ۱۹۵۳ء اسلامیہ ہائی سکول میں مدرّس رہے۔ اسی عرصے میں مطالعہ و تدریس کے ساتھ کتابیں جمع کرنا شروع کر دیں اور یہ ذخیرہ کتب خانہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اپنے والد ماجد حضرت حافظ سیّد محمد عبداللہ قادری (متوفی دسمبر ۱۹۴۱ء) کی نسبت سے ''کتب خانۂ ابن عبداللہ'' نام رکھا۔ سیّد نور محمد قادری مشرباً قادری اور مسلکاً حنفی (بریلوی) تھے۔ ۱۹۴۵ء تا ۱۹۲۷ء تک مسلسل مطالعہ کیا۔ پہلی کتاب ''نقوشِ محبت'' (شعری انتخاب) ہوئی، خود ہی شائع کی تھی۔ ''نقوشِ محبت'' اور ''قطب العارفین'' کے علاوہ درج ذیل کتب کے مصنف تھے: اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر، اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت، اِقبال کا آخری معرکہ، حضرت قاضی سلطان محمود قادری، اِقبال کے دینی و سیاسی افکار، سیّد احمد بریلوی کے فسانۂ جہاد کی حقیقت، میلاد شریف اور علامہ اِقبال، اُردو کی بہترین نعتیہ غزلیں، مولانا عبدالحامد بدایونی کی ملّی و سیاسی خدمات، حب اہل بیت اور اکابر اہل سنت

سیّد نور محمد قادری علم و ادب کی خدمت کرتے کرتے ۱۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اپنے والد گرامی قدر حضرت حافظ سیّد محمد عبداللہ قادری کے پہلو میں محوِ استراحت ہیں۔ اولاد تین بیٹیاں اور ایک بیٹا سیّد محمد عبداللہ قادری (راقم السطور)۔ پوتے سیّد محمد مسعود عبداللہ قادری، سیّد محمد نور عبداللہ قادری۔

سجادہ نشینان دربار آوان شریف، مہمدہ شریف، گجرات، پنجاب

۱- حضرت صاحب زادہ محبوب عالم قادری آوانی

۲- صاحب زادہ مظہر الحق قادری

۳- صاحب زادہ منصور الحق قادری، موجودہ سجادہ نشین

۴- صاحب زادہ رضوان منصور قادری، صاحب سجادہ

- حضرت قبلہ محبوب عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ''قطب العارفین'' میں موجود ہیں۔
- صاحب زادہ مظہر الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو آوان شریف میں پیدا ہوئے۔

والد ماجد کا اسم گرامی حضرت صاحب زادہ محبوب عالم قادری ابن حضرت میاں محمد مسعود آوانی رحمۃ اللہ علیہ (برادر اصغر حضرت قاضی صاحب قدس سرہ)۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی جن کا شمار اپنے دور کے عظیم علماء وفضلا میں ہوتا تھا۔ آپ جدید وقدیم عربی پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

صاحب زادہ مظہر الحق نے پرائمری تک تعلیم آوان شریف میں حاصل کی۔ پاکستان کے مشہور پامسٹ اور آپ کے ماموں زاد ایم اے ملک، عنایت اللہ، محمد ولایت آپ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ سیّد شبیر حسین شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر تھے۔ مزید تعلیم زمین دار ہائی سکول بھمبھر روڈ گجرات میں حاصل کی۔ ۶-۱۹۳۵ء میں اپنے والد ماجد کے ہم راہ چوہدری غلامِ غوث صمدانی انجینئر ریاست بہاول پور کے ہاں مقیم رہے پھر گجرات تشریف لے آئے۔ ۵ دسمبر ۱۹۴۱ء کو برنالہ میں ملک نواب علی کی صاحب زادی سے شادی ہوئی۔ ملک امان اللہ، ملک احسان اللہ آپ کے برادرِ نسبتی ہیں۔ خان محمد زمان خان رئیس کھلابٹ آپ کے نکاح خواں تھے۔ منشی برکت علی شہید مرحوم نے آپ کی شادی پر دوسہرے تحریر کیے، ایک آوان شریف میں اور دوسرا برنالہ میں پڑھا گیا۔ آپ علم وادب کے رسیا تھے، بہت مطالعہ فرماتے، عربی زبان سے خاص تعلق تھا۔ حیدر آباد دکن سے نواب معشوق حسین خان آپ کے لیے عربی رسائل روانہ کرتے تھے۔ اہل علم کے قدر دان تھے۔ آپ کی میرے والد گرامی سیّد نور محمد قادری سے گہری چھنتی تھی۔ آپ خوش لباس، خوش گفتار تھے۔ مریدین' دوستوں سے خط کتابت بھی فرماتے تھے۔ آخر میں نام کے ساتھ ''ننگِ اسلاف'' تحریر فرماتے۔ بھرپور زندگی بسر کی۔ مجھے بھی ان کی صحبت میں بیٹھنے کے موقع میسر رہا۔

اولاد: صاحب زادہ محمود الحق قادری، صاحب زادہ منصور الحق قادری، صاحب زادہ مقصود الحق قادری (مرحوم) اور صاحب زادہ مسرور الحق قادری

آپ وابستگانِ آوان شریف وبھمدہ شریف کی روحانی پیاس بجھاتے رہے۔ بالآخر حکم ربی کے مطابق ۲۹/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اپنے والد ماجد کے دربار شریف کے برامدہ جانب مغرب میں آسودۂ خاک ہیں۔

● صاحب زادہ محمود الحق قادری: پیدائش ۲۵ نومبر ۱۹۴۲ء کو آوان شریف میں ہوئی۔ آپ کو گھٹی حضرت سیّد نصیب علی شاہ، چھالے شریف نے دی جو اُس وقت حضرت قبلہ قاضی سلطان محمود قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار شریف میں موجود تھے اور بہ غرضِ حاضری تشریف لائے تھے۔ میٹرک

زمین دار ہائی سکول بھمبھر روڈ گجرات سے کیا۔ ایف اے زمین دار ڈگری کالج جی ٹی روڈ گجرات، بی اے ایف سی کالج لاہور، ایم اے پولیٹیکل سائنس پنجاب یونی ورسٹی سے کیا۔ پاکستان اسٹیٹ آئل میں ملازمت کی۔ آج کل داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ کی نگری لاہور میں قیام پذیر ہیں۔ ڈاکٹر عدنان محمود اور جناب فرحان محمود آپ کے بیٹے ہیں۔

● صاحب زادہ منصور الحق قادری: پیدائش ۹ جون ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے دادا جان حضرت صاحب زادہ محبوب عالم قادری سے حاصل کی۔ عربی زبان سے شغف ہے۔ میٹرک ۱۹۶۲ء میں زمین دار ہائی سکول گجرات سے کیا۔ ایف اے زمین دار ڈگری کالج جی ٹی روڈ گجرات، بی اے زمین دار کالج بھمبھر روڈ گجرات سے کیا پرنسپل جی سرور صاحب، اساتذہ میں پروفیسر حامد حسن سیّد شامل تھے۔ صاحب زادہ منصور الحق تھرڈ ایئر میں کالج سٹڈی سرکل کے سپر نٹنڈنٹ رہے، فورتھ ایئر میں جائنٹ سیکریٹری، ایف سی کالج لاہور سے ایم اے اکنامکس کیا۔ با قاعدہ فارسی کا کورس کیا، فسٹ آئے۔ آپ ۱۹۷۲ء تا ۱۹۹۹ء (۲۸ برس) الفلاح میڈیکل اسٹور کچہری چوک گجرات چلاتے رہے، پی سی او بھی ساتھ تھا۔ جب آپ کے والد ماجد صاحب زادہ مظہر الحق قادری پردہ فرما گئے تو الفلاح میڈیکل اسٹور کو خیر آباد کہہ دیا۔ شادی ۱۴ ستمبر ۱۹۷۲ء کو چوہدری طفیل احمد کی صاحب زادی سے ہوئی۔ اولادِ نرینہ میں ایک بیٹا صاحب زادہ رضوان منصور قادری ہے۔

صاحب زادہ مظہر الحق قادری کے چہلم پر آپ کے بڑے صاحب زادے محمود الحق کو سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔ چند ماہ بعد آپ اس ذمہ داری سے سبک دوش ہو گئے۔ پھر صاحب زادہ منصور الحق قادری کو سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔ نومبر ۱۹۹۹ء سے تا حال آپ وابستگانِ دربار آوان شریف اور مہمدہ شریف کی تشنگی دور فرما رہے ہیں۔ آپ کے اکلوتے صاحب زادے رضوان منصور قادری خانقاہی نظام میں آپ کے معاون ہیں بل کہ صاحب سجادہ ہیں۔ دونوں باپ بیٹا فقیر پر خصوصی کرم و عنایت فرماتے ہیں۔

● حضرت صاحب زادہ رضوان منصور قادری جون ۱۹۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ مسلم ہائی سکول گجرات سے میٹرک کیا۔ مزید تعلیم کے لیے گجرات کالج آف کامرس میں داخل ہوئے۔ تعلیم کے دوران آپ کی والدہ بیمار ہو گئیں، اُن کی دیکھ بھال میں لگ گئے۔ یوں تعلیم ادھوری رہ

گئی۔اب اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ساتھ ہی دربار آوان شریف کے متعلقین کی رہبری بھی فرماتے ہیں۔اللہ انھیں سلامت رکھے!

رب کریم عزوجل شانہ صدقہ نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خاندان کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ بزرگوں کے فیض کا تسلسل جاری رہے۔آمین!

میرا خاندان حضرت قبلہ قاضی سلطان محمود قادری قدس سرہ سے ۱۸۸۱ء سے وابستہ ہے۔ میرے پردادا جان مولوی سیّد محمد چراغ شاہ سیال کوٹی وطن بوکن ضلع گجرات حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زہد وتقویٰ سے متاثر تھے۔اِسی لیے آپ نے اپنے بیٹوں کو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ اِرادت میں شامل ہونے کا حکم دیا۔مولوی سیّد محمد چراغ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حافظ مولوی سیّد محمد عبداللہ قادری، حافظ سیّد احمد شاہ، مولوی سیّد محمد نوراللہ نور سیال کوٹی اور مولوی وحکیم سیّد محمد ظہوراللہ سیال کوٹی آپ کے مریدین وخلفا میں شامل تھے۔میرے حقیقی دادا جان حافظ سیّد محمد عبد اللہ قادری حضرت قاضی صاحب کے پہلے مرید وخلیفہ تھے۔میرے والد گرامی سیّد نور محمد قادری، چچا سیّد گلزار محمد قادری اور راقم الحروف حضرت صاحب زادہ محبوب عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ ہیں۔میرے حقیقی چچا سیّد خلیل احمد، بھانجا سیّد وسیم عباس، سیّد منصور الحق، سیّد مکرم الحق، عم زادہ سیّد احمد رضا بخاری، سیّد محمد نور عبداللہ، سیّد علی وارث صاحب زادہ منصور الحق قادری کے مرید ہیں۔میرا بڑا بیٹا سیّد محمد مسعود عبداللہ قادری صاحب زادہ مظہر الحق قادری کا مرید ہے۔

سیّد محمد عبداللہ قادری ابن سیّد نور محمد قادری

وطن: چک ۱۵ ار شمالی ضلع منڈی بہاء الدین، پنجاب، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ابتدائیہ

گجرات کی سرزمین علم و فضل کے لحاظ سے کسی دور میں بھی عقیم نہیں رہی۔ اس کی گود میں بڑی بڑی نامور ہستیاں پروان چڑھی ہیں۔ ایسی عظیم ہستیاں کہ جن کی جوت سے اہل دل صدیوں تک کسبِ فیض کرتے رہیں گے۔ حضرت شاہ دولہ دریائی رحمتہ اللہ علیہ کا مزارِ پرانوار صدیوں سے مرجعِ خلائق ہے۔ سائل ٹوٹے ہوئے دل لے کر آتے ہیں۔ اور مرادوں سے بھری ہوئی جھولیاں لے کر واپس جاتے ہیں۔

صوفیائے کرام میں حضرت شاہ دولہ صاحبؒ کے علاوہ حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ (رنمل شریف ضلع گجرات) حضرت بابا جنگو شاہ صاحبؒ[2] (لکھوکھر متصل گجرات) حضرت خواجہ خان عالم صاحب نقشبندی (باولی شریف) حضرت قاضی سلطان محمود صاحب قادری (آوان شریف) اور حضرت سائیں کرم الٰہی صاحبؒ کانواں والے (گجرات)

---

[2] حضرت شاہ غوث علی قلندر پانی پتیؒ، حضرت بابا جنگو شاہ صاحبؒ کو قلندرِ عصر سمجھتے تھے ایک موقع پر آپ نے فرمایا:۔ قلندر وہ ہے کہ تجرید و تفرید میں یکتا ہو، بے پرواہ ہو، اور تمام عالم کا حال اُس پر آئینہ ہو، اور وجود صفت کہ عارفوں میں ہونا چاہیئے اس میں بے شک ہو۔ شرط یہ ہے کہ مجذوب بھی ہو، اور سالک بھی جیسے حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر تھے یا اس زمانے میں حضرت بابا جنگو شاہ گذرے ہیں۔ (تذکرہ غوثیہ مطبوعہ دہلی بار چہارم ص ۱۶۷)

علماء و فضلاء میں سے مولانا اصغر علی صاحب روحی (کھٹالہ) مولوی محمد عبداللہ صاحبؒ (چک عمر) مولانا عبدالمالک صاحبؒ (کھوڑی) مولوی سید احمد صاحب رشادیوال) اور مولوی محمد دین صاحبؒ (گجرات) شعراء و ادباء میں سے مولانا محمد اکرم غنیمت (کنجاہ) مولوی احمد یار (مرالہ) محمد بوٹا گجرات) چوہدری خوشی محمد ناظر (دہریہ والا) اور پیر فضل حسین فضل ایسی ہستیاں ہیں جنہیں علمی، ادبی اور مذہبی دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

ان باکمال ہستیوں میں سے حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ کے مختصر حالات و سوانح ہماری اس کتاب کا موضوع ہیں۔ آپ غوثِ زمان حضرت اخوند عبدالغفور صاحبؒ رحمتہ اللہ علیہ (سیدو شریف) کے خلیفۂ اعظم تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی اکابر صوفیائے کرام کے نقشِ قدم پر چل کر انسانی فلاح و بہبود کے لئے وقف کردی تھی۔ پشاور سے لے کر کلکتہ تک کے متلاشیِ حق آپ کے دربار میں حاضر ہوتے اور دلی مرادیں پاتے۔

آپ کے حالات کی فراہمی اور ترتیب و تسوید میں جناب صاحبزادہ مظہر الحق صاحب ندا دلطفہٗ ابن حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ، حبیب مکرم حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا لاہور۔ خان فخر الزمان صاحب ریٹائرڈ کمشنر خان عبدالحکیم خان ریٹائرڈ چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ، نواب مشتاق احمد خاں صاحب سابق ایجنٹ جنرل ریاست حیدرآباد دکن اور جناب حاجی حکیم عبدالرشید سلطانی صاحب (لاہور) نے جو اعانت فرمائی ہے میں اس کے لئے تہ دل سے ممنون ہوں خاص طور پر جناب حاجی حکیم عبدالرشید سلطانی صاحب کا کہ وہ اس کتاب کی کتابت، طباعت اور کاغذ کے جملہ اخراجات برداشت کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ حضرت قاضی صاحبؒ سے سچی عقیدت اور خلوص کی وجہ سے ہے مولائے کریم حضرت سلطانی صاحب کو فلاح دارین سے نوازیں۔ آمین

والسلام - خاکپائے محبوب سید نور محمد قادری یکم جون ۱۹۸۵ء

استغاثہ بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

نتیجۂ فکر مولوی نوراللہ شاہ نور سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ

۱ بدردِ تو کہ من از دلے بجانم بعرضِ مدّعا ترشد زبانم
چہ دردا ست اینکہ تدبیرش ندانم بجز چارہ کہ تو مشکل کشائی
منہ بر سینہ ام سنگِ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۲ گلستانِ وفا را نوبہاری بمیدانِ کرامت شہسواری
پئے محنت شعاراں غم گساری شکستہ خاطراں را مومیائی
منہ بر سینہ ام سنگ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۳ تو ئی بر گم رہے را خضرِ اکبر توئی ملک رسالت را سکندر
از انت چتر لولاک است برسر کہ خیل انبیاء را رہنمائی
منہ بر سینہ ام سنگ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۴ زلیخائے صبا چوں جستجو کرد قبائے یوسفِ گل مشکبو کرد
لب اندر مرحبائش سو بسو کرد ہمہ این است لطفِ مصطفائی

بریتر از جامِ وصلت مے بکامم　　بدہ از دردِ ہجر انم رہائی
منہ بر سینہ ام سنگِ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۱۰ منم از کارواں ماندہ پریشان　　بحالِ خستہ و با عقل حیراں
رفیقانم شدند از من گریزاں　　شب تاریک و عذرِ خستہ پائی
منہ بر سینہ ام سنگِ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۱۱ دریں تنگی کرا خوانم ندانم　　بہ پیشم رہزناں از پس خوف جانم
زرہ افتادہ دور از کاروانم　　خوشا بختم زغیب از رخ بنمائی
منہ بر سینہ ام سنگ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۱۲ ہمہ کارم بجز تو سخت بستہ　　ز ہر سو رشتۂ کارم گسستہ
دلے دارم ز داغِ ہجر خستہ　　چرا در دیدۂ تارم نیائی
منہ بر سینہ ام سنگِ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۱۳ ز ہر گلشن چو من بوئیت شمیدم　　شوم فرشت بہ ہر کوئے رسیدم
ندیدم چوں ترا ہر سو دویدم　　عجب تر کز ثریا تا ثرائی
منہ بر سینہ ام سنگ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۱۴ غریبے بے کسم مستور ماندہ ز ہمراہان خود مہجور ماندہ
شبِ یلدا آتشم رنجور ماندہ رہم بنما کہ تو بدر الدجائی
منہ بر سینہ ام سنگِ جدائی

۱۵ منم یک تشنہ آبے را طلب گار فتادم بر درت از بہر دیدار
چو بد بختم بدیں غایت نگونسار شد آب من سراب جانگزائی
منہ بر سینہ ام سنگِ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۱۶ کرا گویم ز جورِ چرخ قصہ دلم بریاں شود از سوز و غصہ
دہم از شربتِ الطاف حصہ طبیبِ مہرباں بہر شفائی
منہ بر سینہ ام سنگِ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۱۷ ہزاراں مشکل اندر کار دارم ز ہر جانب مصائب صد ہزارم
دریں محنت سرا کو جز تو یارم مدد فرما کہ محبوبِ خدائی
منہ بر سینہ ام سنگِ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی

۱۸ ندیدہ کس چو من اندوہ رسیدہ یتیم چوں ماہی آب نادیدہ
گلے کے چوں تو در گلشن دمیدہ بگلشن ہا مگر یاد صبائی
منہ بر سینہ ام سنگِ جدائی
کجائی یا رسول اللہ کجائی 26

باب نمبر ۱

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت کا خاندان اور پیدائش

(یہ باب نواب معشوق یار جنگ مرحوم کی تصانیف مقاماتِ محمود (مطبوعہ) اور مناقبِ محمودی (غیر مطبوعہ) کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے اور نواب صاحب نے یہ تمام مواد حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دستی تحریروں سے مرتب کیا تھا جن میں سے کچھ تو اس وقت بھی حضرت صاحبزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہیں اور کچھ عدم احتیاط کی وجہ سے ضائع ہو چکی ہیں)

گجرات شہر سے بائیس میل شمال مشرق کی طرف ایک اچھا خاصا بڑا گاؤں آباد ہے جو آوان شریف کے نام سے مشہور عالم ہے۔ اس گاؤں کا نام پہلے تو اس گاؤں کے ملحق ایک چھوٹی بستی آہی کی وجہ سے آہی وان تھا۔ لیکن حضرت قاضی صاحبؒ کی عظیم شخصیت کی وجہ سے آہی کا لفظ مٹ گیا اور گاؤں بجائے آہی وان کے آوان شریف کے نام سے مشہور ہو گیا اور اب کہ وہ کی زبان پر یہی نام ہے۔ یہاں تک کہ سرکاری کاغذات میں بھی۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں جب ہندوستانی طیاروں نے آوان شریف پر بمباری کی تو حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت کے ایک عقیدت مند اور پنجابی زبان کے عظیم غزل گو پیر فضل حسین فضل نے اپنے دلی تاثرات کا اس طرح اظہار کیا ہے

بم سٹ آوان شریف اتے گیر دشمناں نے پٹھا گیر پایا اے

ایہہ معلوم ہوندا اے سومناتیاں نے فیر کسے محمود نوں پھیریا اے

حضرت قاضی صاحبؒ کی کرامت سے آوان شریف بالکل صحیح وسلامت اور محفوظ رہا اور ہندوستانی فوجوں کو بُری طرح ہزیمت اٹھانی پڑی۔

آوان شریف کی آبادی کی اکثریت "اعوان" قوم پر مشتمل ہے۔ ایک گھرانہ کھوکھر راجپوتوں کا بھی ہے جو بڑی مدت سے یہاں آباد ہے۔ اور علم وفضل کے لحاظ سے پورے علاقے میں ممتاز مقام کا مالک ہے۔ اسی گھرانہ کے ایک ممتاز فرد حضرت غلام غوث صاحبؒ کے ہاں ۱۲۵۶ھ بمطابق ۱۸۳۷ء میں حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ پیدا ہوئے جو غلام غوث صاحب کے علم وفضل اور شخصیت کے بارے میں نواب معشوق یار جنگ تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت غلام غوث ۱۲۲۰ھ یا اس سے ایک دو سال قبل پیدا ہوئے اپنے آباؤاجداد کی تمام برکتیں آپ کے ساتھ تھیں، وجاہت مجسم اور انس کی تصویر تھے۔ ہنر کتابت میں ماہر اور تمام علوم مروجہ میں متبحر کامل تھے تربیت وتعلیم میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ خطِ نسخ ونستعلیق دونوں شگفتہ تھے اور حروف ایسے تھے کہ گویا جاندار ہیں اور بولا چاہتے ہیں۔ جس کتابت اس زمانہ میں تمام شرفا کے لئے ضروری تھا۔ تدبیرِ منزل میں آپ کی رائے بہت صائب تھی۔ اور جبین وجاہت ایسی پروقار تھی کہ جس مجلس میں تشریف لے جاتے سردار مجلس معلوم ہوتے۔ امیروں کا لباس پہنتے۔ مگر دل حبِ علماء وفقراء سے لبریز تھا۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مجھ نادان کو جو یہ چند حروف علم ظاہری کے آتے ہیں تو یہ سعادت محض آپ کے کمالِ سعی

اور بہت دل سے میّسر ہوئی۔

ایک بزرگ سے جو للّہ سرویہ (جہلم) میں رہتے تھے بیعت تھے۔ فارسی زبان پر قادر تھے۔ ایک خط جو آپ نے حضرت قاضی صاحبؒ کو لکھا مؤلف ہذا (نواب معشوق یار جنگ) کی نظر سے گذرا ہے۔ خوبیٔ عبارت، روانی و سلالت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ آپ نے زیادہ عمر نہیں پائی اور کم و بیش ساٹھ سال کی عمر میں اس جہانِ فانی سے وداع ہوئے۔ اور ۱۱ر صفر ۱۳۰۲ھ میں عشاء کی نماز کے وقت رحلت فرمائی اور آوان شریف اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات کا یہ قطعۂ تاریخ مؤلف ہذا کے دیکھنے میں آیا ہے ؎

اے مجمعِ مروت و اے منبعِ کرم
وے معدنِ فتوت و وے مخزنِ حکم
گفتند سالِ رحلت تو اے غیاث رحم
الف و ثلث ماۃ و اثنتین فوتستم[1]

اس عالی خاندان کے جو فرد سب سے پہلے آوان شریف میں آکر آباد ہوئے۔ اُن کا اسم گرامی حافظ محمد جمال" تھا۔ اُن کا ذکر اپنی تصنیف میں نواب صاحب اس طرح کرتے ہیں:

"حضرت حافظ محمد جمال" جناب قاضی صاحب قدس سرہ العزیز کے جدّ جد کے جد صحیح تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام حافظ ضیاء الدین گنج بخش بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت حافظ محمد جمالؒ اپنے زمانہ کے امام و مقتدا تھے۔ حافظِ قرآن اور علومِ ضروریہ کے عالم تھے۔ آپ

---

[1] مقاماتِ محمود تالیف نواب معشوق یار جنگ بار اول ۱۹۶۴ء ص ۵۱ تا ۵۳

آخر عمر میں دریائے چناب کے دائیں طرف موضع ٹھٹہ موسے (گجرات) میں رہا کرتے تھے۔ اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ آپ کا روحانی فیض اب تک جاری ہے۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کو آپ سے بہت فیض پہنچا ہے۔ ۱۲۹۹ھ یا اس سے کچھ قبل حضرت نے وہاں جانا شروع کیا تھا۔۔۔۔۔

حافظ صاحب کے ایک صاحبزادے حافظ نور محمد کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارھویں صدی ہجری کے آخر میں آپ بقید حیات تھے۔ یہ زمانہ شاہ عالمگیر (اورنگ زیب) کی سلطنت کا تھا۔ حضرت حبی رسول نما، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ) اور حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہم آپ کے ہم عصر تھے۔

حضرت حافظ محمد جمال نے چار فرزند چھوڑے۔

حافظ محمد جمیل، حافظ نور محمد، عبدالکریم اور عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہم [۲]

حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب حافظ محمد جمال صاحب تک اس طرح پہنچتا ہے۔

حافظ محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد محفوظ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

مولوی غلام مصطفےٰ رحمۃ اللہ علیہ

---

۲ : ایضاً ص ۳۲-۳۳

حضرت غلام غوث رحمتہ اللہ علیہ
|
حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ

حضرت پیرے شاہ غازی عبداللہ رحمتہ اللہ المعروف دمڑی والی سرکار جن کا مزار کھڑی شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔ اسی خاندان کے ایک ممتاز فرد تھے۔ آخری عمر میں کھڑی شریف تشریف لے گئے تھے۔ اور وہیں وصال فرمایا۔ مصنف سیف الملوک حضرت میاں محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ کے دربار پر انوار کے مجاوروں میں سے تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے حضرت پیرے شاہ غازی کے حالات چند اوراق میں تفصیل سے فارسی زبان میں قلم بند فرمائے ہیں۔ جو حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۹۸۲ء) کی ذاتی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اس نادر تحریر کا نواب معشوق یار جنگ نے خلاصہ اردو زبان میں مناقبِ محمودی کی پہلی جلد میں درج کیا ہے جو حسبِ ذیل ہے۔

"حضرت اسد العساکر شیر خدا پیر عبداللہ جیو رحمتہ اللہ علیہ حضرت محمد حفیظؒ (بن حافظ محمد جمیلؒ بن حافظ محمد جمالؒ) کے فرزندِ ارجمند تھے۔ آپ موضع ٹھٹھہ موسیٰ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے حالات و جذبات کا کچھ حصہ بھی اگر کوئی مردہ دل و افسردہ زبان سنے تو اس میں تازہ جان آ جائے۔ آپ ہماے اوجِ کبریا اور شہبازِ سماء علا تھے۔ تمام عمر مجاہدات شاقہ میں گذری اور افضالِ الہٰی سے صاحب عطائے بیکراں اور مہر سپہر لامکاں ہوئے۔ جب آپ کے جدِ اطہر کا آفتاب رخشاں غیبِ مکرمت سے

۳۱

۳۰۔ ایضاً ص ۳۱

طلوع ہوا تو آپ کے جدِ امجد حضرت محمد جمیل قدس سرہ نے اپنی فراستِ باطنی سے آپ کی جبینِ مہ جبین کو دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ سے فرمایا۔

"اے بی بی تمہارا یہ نیا مہمان عزیز ایک صاحب سلاح و مرد جنگی ہے۔ اس کی تربیت و پرورش میں بہت لحاظ رکھنا کہ ذرا سی بھی رنج انہیں آنے نہ پائے"۔

یہ ۱۱۴۶ھ کا زمانہ یا اس سے کچھ قبل کا تھا۔ بچپن ہی سے آپ کا جذبہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ جن ساتھیوں کے ساتھ آپ کھیلتے وہ بڑے ہوتے یا چھوٹے آپ انہیں خوب ٹھوکا کرتے اور غلبۂ جذبہ سے چھوٹے بڑے کا کوئی خیال نہ کرتے۔ اس ہنگامہ میں والدہ ماجدہ کچھ مشوش دبے چین ضرور ہوتیں مگر سب برداشت کرتیں۔ یہ سب ایام صبا (زمانہ طفولیت) کے غلبۂ حال کا ذکر ہے۔

اسی زمانہ کی ایک نقل مشہور ہے کہ ایک روز ایک شخص (سکھ) گھوڑے پر سوار لباسِ فاخرہ پہنے کہیں جا رہا تھا۔ راہ میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس کی ریشمی قیمتی چادر دیکھ کر فرمایا کہ یہ سلارا مجھے دے دے۔ سلارا عرف عام میں سیاہ و سپید یا سرخ و سفید موٹے ڈوروں کا ایک لباس ہوتا ہے۔ جسے غریب غربا پہنتے ہیں۔ اس شخص کے قیمتی لباس کو جو آپ نے تحقیر کے ساتھ اس نام سے پکارا تو اسے بہت ناگوار گزرا۔ اور زبان سے نکلا "مُلا نادان" شاید اس کے علاوہ اور بھی کچھ کہا ہو۔ الغرض یہ کہہ کر چند قدم ہی آگے گیا تھا کہ گھوڑے کی پنڈلی دو ٹکڑے ہو گئی اور وہ ناچار گھوڑے سے اتر پڑا اور آپ کو تلاش کرتا پھرا لیکن آپ کہیں نہ ملے۔

بچپن میں آپ اس قدر مغلوب الحال تھے کہ کم اور زیادہ کا فرق کم محسوس

کرتے تھے۔ اگر والدہ ماجدہ مکان کی چھت اور گھر کی دیواروں کی تیاری و درستی کے لئے کچھ مٹی کے لئے ان سے کہنا چاہتیں تو اس طرح کہتیں میاں عبداللہ تمہاری روٹی کیسے پکے گی۔ تمہارے چولہے ٹوٹ گئے ہیں تو آپ اتنی مٹی لا کر ڈھیر کر دیتے کہ تیاری کے لئے کافی ہوتی اور جب والدہ ماجدہ فرماتیں کہ اب بس کرو۔ آپ پوچھتے ماں ہمارے چولہے اس میں بن جائیں گے۔ وہ فرماتیں کہ ہاں۔ یہ سن کر آپ بس کرتے۔ والدہ ماجدہ کو کھانا پکانے یا روٹیاں پکانے کے لئے لکڑیوں ضرورت ہوتی تو فرماتیں۔ لکڑیاں نہیں ہیں۔ تمہاری روٹی کیسے پکے گی۔ آپ یہ سن کر اتنی لکڑیاں جمع کر دیتے کہ انبار لگ جاتا۔

گھر کے بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ کے ایک بھائی تھے۔ نہایت عاقل و ذہین، تمام گھر کا کاروبار، دنیا داری کے کام، گاؤں کی مسجد کی امامت، احباب کے ساتھ نشست و برخاست سب ان کے ذمہ تھا۔ آپ کا نام فیض بخش تھا۔ دو بہنیں تھیں جن کے نام سلطان بی بی اور جان بی بی تھے۔ والدہ صاحبہ عام رواج کے مطابق بڑے بھائی کے کپڑے دھوتیں، صاف کرتیں۔ اور ان کے لباس و طعام کا ہر طرح اہتمام و خیال رکھتی تھیں۔ ایک دن بڑے بھائی کے کپڑے دھو کر چھت پر کھڑی ہوئی تھیں کہ حضرت نے پوچھا "ماں" یہ سفید کپڑے کس کے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے بڑے بھائی کے۔

تقدیر الٰہی یہ سن کر آپ کو ایک جذبہ آیا اور مغلوب الحال ہو گئے۔ اور اپنی چادر اتار کر ٹکڑے کرنے شروع کئے۔ لمبائی کی طرف سے اس کو پھاڑا اور دو دو انگل کے ٹکڑے کر ڈالے۔ پھر ایک ٹکڑا ایک بہن کی طرف پھینکا اور بقیہ سب دوسری بہن کی

طرف ۔ یہ دونوں لڑکیاں یہ ٹکڑے اٹھا کر والدہ ماجدہ کے پاس لے گئیں ۔ انہیں غصہ آیا اور فرمانے لگیں "میاں عبداللہ" تیرا ناس ہو جائے" یہ سن کر آپ کو جوش آیا اور فرمایا میرا نہیں تیرا ناس ہو جائے ۔ اور رشتہ داروں میں سے ایک ایک کا نام لے کر ایک ایک بلا کا نام لیا اور آخر میں بڑے بھائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ" یہ فیجا" جسے تو نازو نعمت سے پال رہی ہے گیارہ زخم کھا کر مرے گا۔

زبان سے اس قسم کا کلام نکلنے کے بعد یکا یک ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور آپ اس میں غائب ہو گئے ۔ اس ہنگامۂ گرد و غبار میں غائب ہو کر "پیرو شاہ" کے نالے پر پہنچے اور وہیں مقیم ہو گئے ۔ وہاں ایک عورت آپ کو وقت پر روٹی پانی دیا کرتی تھی ایک دفعہ اس عورت نے کہا کہ آپ دعا کریں کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہو جب اس نے بار بار استدعا کی اور بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا شرط یہ ہے کہ اس بچہ کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اس عورت نے یہ شرط قبول کر لی اور اللہ جلّ و شانہٗ کے فضل و کرم سے اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس کا نام دین محمد تھا (مورث اعلیٰ حضرت میاں محمد) جب وہ بڑا ہوا تو آپ اُسے مناور کی توی (ایک پہاڑی نالہ) پر لے گئے ۔ اور وہاں سے پھرتے پھراتے دریائے جہلم کے پاس جا نکلے اور دہیں موضع کھڑی میں سکونت فرمائی ۔ چنانچہ وہیں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے ۔ دین محمد کا بھی وہیں آپ کے مزار کے متصل مزار ہے ۔

آپ کے بڑے بھائی میاں فیض بخش کا وہ حال ہوا۔ جیسا کہ حضرت کی زبانِ مبارک سے نکلا تھا۔ ایک دن آپ مسجد میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ دشمنوں نے یکا یک حملہ کر دیا ۔ میاں فیض بخش کو تلوار کے گیارہ زخم آئے اور امام و مقتدی سب

ہیں شہید ہو گئے۔ جن بہنوں کو آپ نے کپڑے کے ٹکڑے دیئے تھے۔ ان میں ایک کی اولاد میں جسے صرف ایک ٹکڑا ملا تھا۔ صرف ایک ہی لڑکا عالم صاحب دستار ہوتا آ رہا ہے۔ اور جسے بہت سے ٹکڑے دیئے تھے ان کی اولاد میں ایک کثیر جماعت عالم صاحب دستار ہوتی آئی ہے [۴۲]

حافظ محمد جمیلؒ آپ حضرت قاضی صاحبؒ کے مورثِ اعلیٰ حافظ محمد جمالؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کا ذکر نواب صاحب مقاماتِ محمودی میں اس طرح کرتے ہیں۔

"یہ پہلے بزرگ ہیں جو اپنے آبائی گاؤں ٹھٹھہ موسیٰ کو چھوڑ کر آدان شریف میں آباد ہوئے۔ آپ کا مزار آدان شریف سے مشرقی جانب کوئی ایک میل کے فاصلے پر ایک پرانی قبر المعروف دادا شہید کے متصل واقع ہے۔ حضرت صاحب قدس سرہ (قاضی سلطان محمودؒ) فرماتے ہیں کہ تیرہ سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ میں نے اس بقعۂ مبارک کی زیارت کی ہے۔ مگر بجز ہیبت و حیرت کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اگر کبھی کوئی اشارہ بھی ہوا تو بہت کم مگر پر معنیٰ لفظوں میں۔ اس کے بعد تعلق زیادہ بڑھا تو ان سے ہر مشکل و تکلیف کے وقت مستقل طور پر دولت، حفظ و امن نصیب ہوئی۔" آپ کے ہم عصروں میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ۔ حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ اور حضرت سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی شارح قاموس و احیاء العلوم

---

[۴۲] ۔ مناقب محمودی تصنیف نواب معشوق یار جنگ قلمی جلد اول مملوکہ صاحبزادہ مظہر الحق صاحب گجرات جلد اول ص ۸۵ تا ۹۱ ۔

تھے ۔آپ کے چار فرزند تھے۔ حافظ محمد حفیظؒ، حافظ محمد محفوظؒ، محمد معصومؒ اور عبدالرسولؒ ۵؎

حافظ محمد محفوظؒ آپ حافظ محمد جمیل کے فرزند تھے۔ آپ کا ذکر نواب معشوق یار جنگ صاحب اس طرح کرتے ہیں ۔

حافظ محمد جمیل صاحب کے ممتاز فرزندوں میں سے ایک حافظ محمد حفیظ تھے جن کے متعلق حضرت صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں ۔ علوم ظاہری میں آپ ایک بحرِ مواج تھے تحقیق کی بڑی بڑی ضخیم کتابوں کو آپ نے اپنے قلم عطار درقم سے اب تحریر فرمایا تھا کہ سبحان اللہ گویا ہر حرف ایک تصویر ہے جو ایک نورانی جسم کی طرح ذی روح ہے اسے دیکھ کر آنکھوں میں تازگی آتی ہے ۔

آپ کے باطنی علوم کا اندازہ کرنا ناممکن ہے ۔ اور جو فیوض آپ کے جالِ مبارک سے حاصل ہوتے ہیں ۔ وہ شمار میں نہیں آسکتے حضرت صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں ۔

آپ کے وجود منبع جود کو گویا فیوض کا طبع اول کہنا چاہیئے ۔ حضرت صاحب مزید فرماتے ہیں :۔ اپنے خاندانی حضرات میں سب سے پہلے آپ ہی کی ذات سے میرا رابطہ شروع ہوا اور گو حضرت پیرے شاہ غازی عبداللہؒ کی توجہ باطنی اور مراحم پہلے سے تھے ۔ مگر وہ ابھی پردۂ خفا میں تھے ۔ بلکہ ان کا علم بھی حضرت حافظ صاحب کی توجۂ مبارک سے ہوا۔ آپ کی وفات بارہویں صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ آپ

۵؎ ۔ مقامات محمود ص ۳۳ ۔ ۳۴

کے ہم عصروں میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ غلام علیؒ صاحب نقشبندی فیض رسانِ خاص و عام تھے۔ آپ کا مزارِ مبارک آدان شریف میں مقبرہ دائرہ والا میں حضرت شاہ سکندرؒ کے کہنہ مزار کی قدم گاہ سے متصل ہے۔ آپ کے فرزند کا نام نامی غلام محمد تھا جنہوں نے اپنے خاندان کو دینی و دنیوی طریق پر بام عروج تک پہنچا دیا"۔ ؎٦

حضرت غلام محمدؒ

آپ کے حالات کے بارے میں نواب صاحب رقم طراز ہیں۔ "حضرت صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:۔ حضرت غلام محمد صاحب نے تمام علومِ ظاہری جو اس زمانہ میں مروج تھے۔ پوری طرح تفصیل فرمائے۔ تحصیل علم کے دوران آپ کو اتنی سختیاں اٹھانی پڑیں جن کا برداشت کرنا طاقت بشری سے باہر ہے۔ تحصیل علم کے لئے آپ کو دور دراز کے سفر اختیار کرنے پڑے۔ اور ایسے شدائد کا مقابلہ کرنا پڑا جنہیں سن کر آنکھیں خونبار ہوتی ہیں۔ آپ نے سب کچھ برداشت کیا۔ اور ہمت نہ ہاری۔ آپ کی ساری عمر مجاہدات میں گذری۔ نہایت خوش خط تھے اور اپنے قلمِ مبارک سے ہر فن کی خاص کر دینیات کی اتنی کتابیں لکھیں کہ ایک بڑا کتب خانہ بن گیا جس میں ہر علم کے متون و حواشی تھے۔ پھر جو علمِ باطنی آپ کو اپنے آباء کرام سے میراث میں ملا تھا اور جو علومِ ظاہری آپ نے بڑے بڑے استادوں سے حاصل کئے تھے انہوں نے آپ کو ایک مرکزِ علم و ہدایت بنا دیا۔ اور ہر نوع کے طالب علم آپ سے رجوع کرتے اور اپنا اپنا حصہ لے جاتے تھے۔ علم و عرفان میں آپ کا دور دور شہرہ تھا۔

؎٦:۔ مقامات محمود ص ۳۵ تا ۳۹

آپ کو دنیاوی اسبابِ معیشت میں بھی بہت فراغت و فراخی حاصل تھی۔ اپنے خویش واقارب کی بہت ہی پرورش فرماتے اور ہر ایک کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے۔ صاحبِ کرامت تھے۔ آپ سے بہ کثرت خوارقِ عادت ظاہر ہوئی ہیں۔

۱۲۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔ اور آدان شریف میں اپنے والد صاحبؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات حسب ذیل ہے ؎

میاں غلام محمد کہ بود کامل مرد
دہم زماہِ رجب نقد زندگی بسر کرد
زبس بہ خلقِ خدا راہ حق ہمی بنمود
خدا اش جائے "باغِ ارم" عطا فرمود
۱۲۴۶

آپ کے پانچ فرزند تھے۔ غلام رسول، غلام مصطفےٰ، غلام عبداللہ، غلام محی الدین و علی محمد رحمتہ اللہ علیہم عـــہ

غلام مصطفےٰ صاحب

آپ حضرت غریب نواز قاضی سلطان محمود صاحبؒ کے حقیقی دادا تھے۔ آپ کا ذکر مقاماتِ محمود میں اس طرح درج ہے۔

"آپ علومِ ظاہری میں حظِ وافر رکھتے تھے۔ اور کسبِ باطن میں مسر در و مفتوح تھے۔ بہت بڑے عالم اور حد درجہ خلیق تھے۔ بڑے فیاض فقروں کے

عـــہ: مقاماتِ محمود ص ۴۰ تا ۴۲

ملجاؤ ماویٰ عاجزوں اور ضعیفوں کے لئے باعثِ تسکین وتقویتِ دل تھے۔ ۲۸ محرم الحرام ۱۲۶۰ھ کو چاشت کے وقت انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات کا قطعہ تاریخ یہ ہے۔

رفت از جہاں غلامِ غلامانِ مصطفےٰ
در بست و ہشت ماہ محرم ازیں سرا
گویا فگندہ پردۂ ظلمت دریں جہاں
"ماہے بغرب" گشت بوقت ضحیٰ نہاں ۱۲۶۰ھ

یہ ہے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کی مختصر سرگذشت

---

۸ ۔ مقاماتِ محمود ص ۴۹ تا ۵۰

باب نمبر ۲

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت کی تعلیم وتربیت

اساتذہ کرام اور درس وتدریس

آج سے صدی ڈیڑھ صدی قبل اس قسم کے اسلامی مدارس بہت کم تھے۔ جہاں درسِ نظامی کے تمام شعبوں کی یک جا تعلیم دی جاتی ہو۔ زیادہ تعداد نجی مدرسوں کی تھی۔ اور ہر مدرسہ ایک "فن" کے لئے مشہور تھا۔ مثلاً پنجاب میں نحو کے لئے "موہڑہ کد لتھی" (جہلم) ریاضی اور منطق کے لئے "ملتان" ادب کے لئے "لاہور" فقہ کے لئے "اخلاص پور کھی والا" (کیمبلپور) اور قلعدار "گجرات بیفیاوی شریف کے لئے صوبہ سرحد میں "اشنغر (ہشت نگر) کے مقام پر مولانا کافر ڈھیری کے درس کی بہت شہرت تھی۔ طلباء عموماً ان ہی نجی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے اور عمر عزیز کا کافی حصہ اس دشت نوردی میں صرف کر دیتے اور ہاں یہ ضرور ہوتا کہ جوہر قابل بن کر چمکتے۔

مناقبِ محمودی، مقاماتِ محمود اور حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تحریر دل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے درس نظامی کی کچھ ابتدائی کتابیں تو اپنے والد مکرم مولوی غلام غوث سے پڑھیں۔ اس کے بعد کئی سالوں تک حاجی والا گجرات، پنن کھگھڑ گجرات، ملکہ (گجرات) بدلوٹ (جہلم) موہڑہ کد لتھی (جہلم) چک پیڑہا، غور غشتی، تھو آمرم خاں، میروال، اخلاص پور کھی والا (کیمبلپور) اور اشنغر کے مدرسہ میں تعلیم حاصل

کرتے رہے اور اس طرح درسِ نظامی کے تمام شعبوں مثلاً نحو، فقہ، منطق، علمِ کلام، ریاضی، حدیث اور تفسیر میں مہارت کامل حاصل کی۔

موہڑہ کدلتھی والے مولانا صاحب آپ کی لیاقت اور ذہانت سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کو "قاضی" کا خطاب عطا کیا جو ہمیشہ کے لئے آپ کے نام جزو بن گیا اور آج کل آپ کے اکثر متعلقین اس لقب کو اپنے نام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

برصغیر کے مشہور فاضل مولانا محمد حسن فیضی (م ۱۹۰۱ء) کے پوتے مولانا فخر الحسن دام ظلہ ساکن بھیں ضلع جہلم (موہڑہ کدلتھی اور بھیں کے درمیان بمشکل چار فرلانگ کا فاصلہ ہے) نے راقم الحروف کو بتایا ہے کہ ایک دفعہ حضرت قاضی رحمتہ اللہ علیہ کے کدلتھی والے استادِ محترم کے فرزند مولانا محمد عثمان حضرت قاضی صاحبؒ کی زیارت کے لئے آوان شریف گئے تو قاضی صاحبؒ نے ان کا بہت احترام کیا اور ایک عصا (کھونڈی) اور دو چاندی کے روپے نذر کئے اور کہا ہے کہ عصا اور ایک روپیہ میرے استادِ مکرم کی خدمت میں پیش کر دینا۔ اور ایک روپیہ تمہارے لئے ہے۔ واپس آنے کے بعد مولانا عثمان نے عصا تو اپنے والد کی خدمت میں پیش کیا۔ لیکن ان کے حصہ کا روپیہ نہ دیا۔ دوسرے دن باپ نے کہا بیٹا عثمان عصا تو تم نے دے دیا لیکن میرے حصے کا روپیہ کہاں ہے۔ مولوی فخر الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ وہ عصا اور دونوں روپے اب تک بطور تبرک ان کے

عے: تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ مناقب محمودی تصنیف نواب معشوق یار جنگ خطی نسخہ جلد اول ص ۱۰۹ تا ۱۱۵

عہ مناقب محمودی خطی جلد اول ص ۱۱۵

خاندان میں محفوظ ہیں۔

موضع کھبّی اخلاص خاں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قاضی صاحبؒ میر دال اور اس کے بعد بیضاوی شریف کے درس کے لئے اشنغر تشریف لے گئے۔ اس کا ذکر انہوں نے اپنی ایک فارسی تحریر میں اس طرح کیا ہے۔

"بداں اے عزیز بندہ چوں از خواندن ربع سوم ہدایہ شریف در موضع اخلاص کھبی از مولانائے آں جا فراغت یافت و اجازت ترخیص از خدمت مولانا مذکور ہم حاصل شد، وراں روز ہا عالمے کاملے ماہرے علوم ہندسہ و ہیئت از ملک افغانی در موضع میر دال که از موضع خلاص پور قریب تر کردہ بود اقامت داشت، و چوں که بندہ را خواہش تدریس علم ہیئت و ہندسہ بسیار بود در خدمت مولانا افغانی حاضر شدہ سبق شرح چغمینی شروع کرد۔ اگرچہ مردمان آنجا بسیار خادم و کریم الطبع بہ نسبت جملہ طلبا و مولانا بودند مگر گرمی برائے بسیار غلبہ آورده و تیاری جائے سرد نمودند، موضع مسمّی بہ گڑھی افغاناں در ملک چھچھ بر ساحل دریائے سندھ منظور افتاد و مردمان آں موضع نیز خادم و بسیار مروت بر طلبا کردند۔ چنانچہ ہر اہل زراعت خربوزہ و تربوزہ از مزرعہ خود وقف طلبا نمود و بعد چندے ۔۔۔۔۔۔ مولانا افغانی متوجہ موضع مرزئی کہ مسکن اصلی و وطن قدیمی مولانا بود مع چند طلبا شدند، بندہ نیز داخل آں طائفہ بود و چند ماہ بشغل علم مثل خواندن تحریر اقلیدس میر زاہد امور عامہ و تحقیق نمودن مقامات مشکلہ صدرہ و قاضی مبارک دراں ایام گرمی گزرانید و چوں کہ مولانا میرزئی بندہ را مختار بخواندن تفسیر بیضاوی شریف از ہر جاکہ مرضی بخاطر باشد کرد۔ بندہ از آں جا رخصت شدہ در ملک اشنغر بموضع اتمان زئی بخدمت مولانا کا فر ڈھیری کہ عالم بود و بحر مواج در ہمہ علوم و عالم بود دریائے ذخار در جملہ فنون رسیدہ سبق تفسیر شروع کرد۔ مولانا

کافر ڈھیری ملکے بود بشکلِ انسان صاحبِ لنگرے وخادم مسکینان وضعفاء۔ ومیگویند خرچِ عیالِ خود از قلبہ رانی خود میکرد ولباس پشم وعمامۂ خورد کی میداشتند وکتاب تفسیر بیضاوی شریف وشرح مطالعہ گویا بحفظِ اوشان بود۔ الغرض بیانِ فضائل علمی وعملی ایشان خارج است از بیان" ۲ے

اپنے اساتذہ کرام کا ادب واحترام تمام عمر آپ کے دل میں قائم رہا۔ آپ کے استاد مولوی نور احمد ساکن کوٹلی کھائی جہلم سے ایک دفعہ بیمار ہوئے تو آپ عیادت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے مزار پر برہنہ پا فاتحہ کے لئے حاضر ہوئے ۳ے

آپ نے کچھ ابتدائی کتابیں بدلوٹ کے ایک عالم سے بھی پڑھی تھیں۔ اُس زمانہ میں ایک عورت طالب علموں کو روٹی وغیرہ مہیا کرتی تھی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ایک دفعہ آپ بدلوٹ تشریف لے گئے تو وہ عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا۔

" بیٹا تو تو فقیر ہو گیا۔ لیکن اس گاؤں کے لوگ بھوکے ہیں۔ خدا سے ان کے رزق کی فراخی کے لئے دعا کر۔ آپ یہ سن کر کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا۔ ماں جی خدا نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی۔ آپ کا گاؤں کبھی رزق کا محتاج نہ ہوگا۔ اب اس گاؤں میں ہر شخص خوش حال ہے۔

۲ے ۔ مناقب محمودی قلمی جلد سوم ص ۶۸۱ تا ۶۸۳

۳ے ۔ " " " دوم ص ۶۱۴

۴ے ۔ " " " " ص ۵۲۵

حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ عالم متبحر تھے۔ علوم اسلامی کی جملہ شاخوں پر فاضلانہ دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے تبحری علمی کا اعتراف کرنے والوں میں مولوی عبداللہ صاحبؒ (چک عمر گجرات) حکیم غلام مصطفےٰ آف گویکی (گجرات) اور پنڈت اننت رام سابق دیوان ریاست جموں وکشمیر جیسے فاضل حضرات شامل تھے! ان حضرات نے حضرت قاضی صاحبؒ سے علمی استفادہ بھی کیا ہے۔ پنڈت اننت رام کے متعلق صاحب مناقب محمودی تحریر کرتے ہیں۔

"پنڈت اننت رام ریاست (جموں وکشمیر) کا دیوان یعنی وزیر اعظم تھا خود عربی کا عالم اور مولوی سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی کا شاگرد تھا حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے درس و تدریس کے شوق کو جانتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ شمس بازغہ کے بعض مقامات میری سمجھ میں نہیں آئے اور کچھ شکوک باقی رہ گئے ہیں۔ میں ملتمس ہوں کہ حضور سمجھا دیں پہلے تو آپ نے عذر کیا اور فرمایا کہ میں سب کچھ بھول بھال گیا ہوں۔ لیکن جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے اسے پڑھانا شروع کیا۔ اور مشکل مقامات کو نہایت خوبی سے واضح کیا اور اس کی تسلی و دلجوئی فرمائی" ۵

حکیم غلام مصطفےٰ صاحب کے بارے میں نواب معشوق یار جنگ تحریر کرتے ہیں۔

"حکیم غلام مصطفےٰ صاحب گوئے کی ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے طبیب، عالم اور آزاد خیال آدمی تھے۔ حضرت صاحب قدس سرہ کا علاج

۵۔ مناقب محمودی جلد دوم ص ۲۸۶

بھی وقتاً فوقتاً آپ نے کیا ہے۔ وہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی کہ مجھے شرح چغمینی کا ایک مقام سمجھ میں نہیں آتا۔ سمجھایا جائے۔ آپ اس وقت مدت سے پڑھنا پڑھانا چھوڑ چکے تھے۔ لیکن حکیم صاحب کی خاطر سے فرمایا کہ اگرچہ اب مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ مدت کا پڑھا بھول گیا ہے۔ لیکن جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو! حکیم صاحب نے مذکورہ کتاب کی ایک عبارت جو بہت ہی مبہم تھی پڑھی آپ نے عبارت سن کر تامل فرمایا اور کہا کہ فلاں لفظ سے لے کر فلاں لفظ تک عبارت کاٹ دو۔ یہ عبارت اصل مصنف کی نہیں، بلکہ الحاقی ہے۔ حکیم صاحب نے ایسا ہی کیا۔ اور مسئلہ مستفسرہ آئینے کی طرح روشن ہو گیا۔ اور حکیم صاحب انگشت بدنداں ہو کر رہ گئے ؎۶

آداں شریف میں درس و تدریس

علوم متعارفہ سے فارغ ہوتے اور حضرت اخوند عبدالغفور صاحبؒ سے شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد حضرت قاضی صاحبؒ نے آداں شریف میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اول سے لے کر آخر تک تمام کتابیں طلبا کو خود پڑھاتے۔ ہاں جب کبھی آپ کے فاضل مریدین میں سے کوئی صاحب مثلاً مولانا عبدالرحمن دیوبندی اور حافظ عبداللہ شاہؒ وغیرہ حاضر خدمت ہوتے تو وہ بھی اپنے قیام کے دوران طلباء کی تعلیم میں مدد فرماتے۔

تعلیم کے دوران ذریعہ اظہار و ابلاغ بقول حضرت صاحب زادہ رحمتہ اللہ علیہ

؎۶ مقامات محمود یار اول ص ۶۱

پنجابی زبان ہوتی حضرت قاضی صاحبؒ کے خیال اور تجربہ کے مطابق مادری زبان میں تعلیم زیادہ بہتر نتائج پیدا کرتی ہے۔ آوان شریف میں جن حضرات نے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ اُن میں سے چند نمایاں نام یہ ہیں۔

۱ ۔ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق سجادہ نشین دربار آوان شریف ۔

۲ ۔ قاضی مظہر جمیل صاحبؒ والد ماجد قاضی عبدالسبحان صاحبؒ ساکن کھلابٹ (ہزارہ)

۳ ۔ مولوی غلام حسین صاحبؒ ساکن بھوئیاں (گجرات)

۴ ۔ سیّد شاہ ولایتؒ ولد حافظ عبداللہ شاہؒ (گجرات)

قطب العارفین حضرت اخوند عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شمس العارفین حضرت اخوند عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ غوثِ زمان اور قطب العارفین تھے۔ آپ کی سعی و تبلیغ سے صوبہ سرحد، افغانستان اور ہند و پاک میں سلسلۂ قادریہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ آپ کی ذاتِ بابرکات کے بارے میں مشہور ادیب علامہ محمد حسین عرشی امرتسری لکھتے ہیں۔

"سیدو بابا اولیاء اللہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا نام شیخ عبدالغفور ہے۔ لیکن شہرت مختلف القابات سے ہوئی۔ ہندوستان، افغانستان، عرب، عراق پنجاب تک میں آپ کا شہرہ ذیل کے ناموں کے ساتھ پہنچا۔

سیدو بابا، سوات صاحب، اخون صاحب، سیدو غوث، اخون بگی وغیرہ [1]

مصنف تاریخ سوات محمد آصف آپ کے حالات کے بارے میں تحریر کرتے ہیں

"اخوند صاحب کا نام عبدالغفور ہے اور آپ کے والد کا نام عبدالاحد۔ آپ موضع جبڑی علاقہ شامیزئی صوات میں ۱۷۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ قومیت کے لحاظ سے آپ صافی مہمند ہیں۔ صافی کرلانی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ جو کہ افغان قبائل میں ایک معزز قبیلہ ہے۔

---

[1] ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی سوات نمبر دسمبر ۱۹۵۷ء ص ۳۱

آٹھ سال کی عمر میں بڑنگولا کے ایک مولوی صاحب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد آپ گوجر گڑھی ضلع مردان میں مولانا عبدالحکیم سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے چمکنی، زیارت کاکا صاحب وغیرہ میں مشاہیر علماء سے استفادہ کیا۔ علومِ باطنی کے شوق میں آپ نے حضرت جی پشاوری سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ سے بعیت کی۔ وہاں پہ ذکرِ جہر کرنے پر مرشد نے ان کو پشاور سے نکال دیا۔ اس کے بعد آپ تورڈھیر مولانا محمد شعیب المعروف شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے جو سلسلۂ قادریہ کے مشہور بزرگ تھے۔ اور ان سے بعیت کی! کافی عرصہ تک وہاں ان کی خدمت میں رہے۔ لیکن جب شیخ صاحب ۱۸۱۶ء میں فوت ہوئے تو آپ نے بھی تورڈھیر کو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد آپ موضع بیکی میں بارہ سال تک چلہ کش رہے اور شمو خا گھاس کی روٹی پر اوقات بسری کرتے رہے۔ اس دوران میں بموجب ڈاکٹر بلیو آپ وظیفہ "انت الهادی انت الحق لیس الهادی الا ھو" کا ورد کرتے تھے۔ ۱۸۲۸ء میں بعض نامساعد حالات کی بنا پر آپ نے بیکی کو چھوڑ دیا۔ اور دریائے سندھ کے دوسرے کنارے پر آباد گاؤں "نمل" میں مقیم ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ پٹھان خوانین اور سید احمد بریلوی کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ غالباً ان ہی اختلافات سے بچنے کی خاطر آپ نے "بیکی" کو بھی چھوڑ دیا۔ نمل میں ہرات کے ایک مشہور عالم دین مولانا رسول شاہ صاحب سے آپ نے مزید علمی استفادہ بھی کیا۔

"نمل" میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد باشندگانِ صوابی کے اصرار پر وہ یہاں چلے آئے یہاں ان کی شہرت بہت بڑھ گئی اور آپ کو یہاں اخوند کا اعزازی خطاب ملا۔ سوات

کے ماحول میں اخوند درویزہ کے بعد صاحبِ سوات ہی کو اخوند کا خطاب ملا۔
اس اثناء میں آپ کی شہرت افغانستان تک پہنچ چکی تھی۔ ۱۸۳۵ء میں آپ نے
دوست محمد خان کی دعوت پر جہاد میں شمولیت کی۔ اور پشاور کے موقع پر سکھوں
خلاف محاذ قائم کیا۔ دوست محمد خان کے بددل ہو کر واپس جانے پر آپ بھی براہ
باجوڑ سوات میں اپنے وطن عزیز چوبیس سال بعد واپس آ گئے۔ سوات پہنچ کر آپ کچھ عرصہ
"ملوچ" کی ایک مسجد میں رہے، پھر آپ رنگیلا چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد ہوڈی گرام
کے قریب دامنِ کوہ میں غازی بابا کی زیارت میں مقیم ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد مرغزار پہنچ
گئے۔ وہاں سے سپل باندھی کے مہانگان کی دعوت پر سپل باندھی آ گئے۔ اور وہیں مقیم
ہو گئے۔ وہاں آپ نے شادی کر لی۔ آپ کے دو فرزند عبدالحنان اور عبدالخالق پیدا
ہوئے ۱۸۴۵ء میں اخوند صاحب سپل باندھی کو چھوڑ کر دائمی سکونت کے لئے "سیدو"
چلے آئے۔ اور یہاں اصلاح کے میدانِ عمل میں آنے کی ضرورت محسوس کی۔ یہاں
ایک رہائشی مکان بنوایا۔ لنگر جاری کیا اور ایک مسجد بھی بنوائی۔

شبیہ مبارک :- کھلا ہوا روشن چہرہ، سفید داڑھی، رنگ بوجہ عبادت و
دائمی ریاضت زرد، قد درمیانہ، با رعب چہرہ، لباس سادہ، ملکی کھدر کا سفید
کرتا اور شلوار، سفید عمامہ اور کوہاٹی چادر" ؎ ۲

چرچ مشن پشاور کے پادری ہیو حضرت اخوند صاحبؒ کے روزانہ مشاغل
اور ان کے حلقۂ ارادت کے بارے میں رقمطراز ہے۔

۲؎ : تاریخ ہزارہ تالیف شیر بہادر خان پنی لاہور ۱۹۶۹ء ص ۶۵۵ تا ۶۵۷

اور اسلامی دنیا کے ہر کونہ سے ہزاروں عقیدت مند روزانہ ان کے پند و نصائح سننے اور دعا کرانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ عرب، ترک، ایرانی، ہندوستانی، افغان اور بخارا کے لوگ، کبھی کبھی ان میں اکا دکا انگریز اور روسی بھی ہوتے ہیں جو ان کی مہمان نوازی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اور اکثر روزانہ تین سو سے زیادہ افراد حاضر ہوتے ہیں یہ بزرگ انسان روزانہ اپنی مسجد کے ایک کونہ میں بیٹھ کر اپنے عقیدت مندوں کے لئے دعا کرتا ہے۔ اور انہیں کفر و نفاق سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ مذہب کے متعلق لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتا ہے جس سے لوگ مطمئن ہو کر واپس جاتے ہیں۔ تمام دن میں صرف دوپہر کو وہ سوتے ہیں اور پانچ وقت کی نمازوں کے وقت یہ مجلس نہیں ہوتی۔

وہ اپنے احکام کی اشاعت اپنے خاص مریدوں سے جن کو "شیخ" کہتے ہیں کرواتے ہیں۔ یہ شیخ تمام آزاد علاقہ میں ان کے احکام پر عمل درآمد کرانے کے لئے دورہ کرتے ہیں۔ ان کے شیوخ کی تعداد دس ہے۔ جن میں سے سات باہر کے علاقوں میں متعین ہیں۔ اور تین خاص سیدو میں رہتے ہیں۔ ان کے لنگر سے روزانہ پانچ سو کے قریب لوگ مفت روٹی کھاتے ہیں۔ جو نذر و نیاز اور سیری کی زمینوں کی آمدنی سے چلتا ہے روٹی دن میں دو دفعہ کھلائی جاتی ہے۔ سردیوں میں مکی کا او گرہ یا چاول گھی کے ساتھ گرمیوں میں گندم یا جو کی روٹی دی جاتی ہے۔ کوئی مرید تین دن سے زیادہ وہاں نہیں رہ سکتا۔ ان کی مُہر ان کے معتمد شیخ کے پاس رہتی ہے۔ چند سال ہوئے ہیں کہ بدچلنی کی روک تھام کے لئے اخوند صاحب نے حکم دیا کہ سب نوجوان لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی شادیاں فوراً کر دی جائیں۔ اخوند صاحب کی پاکیزہ زندگی اور قادریہ سلسلہ میں ان کی استقامت قابلِ تعریف ہے۔

اخوند صاحب کا مذہبی اثر دور دور تک ہے۔ سوات، کوہستانِ سوات، بنیر، باجوڑ، دیر، کنڑ، کاشغار (چترال)، وادی کابل، افغانستان، یارقند، بدخشاں پنجاب اور ہندوستان میں خاص اثر ہے۔ اور اس کے مرید ایران اور عرب ممالک میں بھی ہیں۔ اخوند صاحب کے مسلم ممالک میں اثر و رسوخ کی وجہ سے انگریزوں نے اس کو سوات کے پوپ کا خطاب دیا۔ اس کے مرید اُس کو صاحب کے نام سے پکارتے ہیں۔

اب اخوند صاحب (۱۸۷۰ء میں) بہت ضعیف ہوگئے ہیں۔ اور ان کو مسجد میں روزانہ چارپائی پر لایا جاتا ہے۔ ان کا قد درمیانہ لیکن عمر اور کمزوری نے اب ان کو جھکا دیا ہے۔ ان کا رنگ گندم گوں اور نہایت سفید داڑھی ہے۔ گزشتہ دو سال سے ان کی نظر بھی بہت کمزور ہوگئی ہے۔ ۱۸۶۹ء میں امیر شیر علی جب انبالہ گیا تو اخوند صاحب نے اسے کافر قرار دیا۔ اور یارقندیوں کو ۱۸۷۰ء میں سر ڈگلس مشن کو وہاں جانے دینے پہ سخت ملامت کی۔

اخوند صاحب قتل و غارت اور ڈاکہ زنی کے سخت خلاف تھے۔ جب تک وہ زندہ رہے۔ سوات و بنیر کی سرحد پر کوئی سخت واردات انگریزی علاقہ کے اندر نہ ہوئی اور ان کے اثر و رسوخ و دور اندیشی سے سوات و بنیر انگریزی دست برد سے محفوظ رہے۔ اخوند صاحب کے مدِ مقابل سیّد امیر موسوم بہ ملا کوٹھہ اور محمد جی المعروف باباجی دو اور مذہبی رہنما تھے ان کو اخوند صاحب وہابی کے نام سے پکارتے تھے ۳۔

۳۔ ایضاً ص ۶۵۳ تا ص ۶۵۵

مندرجہ بالا تحریر حضرت اخوند صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ہم عصر انگریزی پادری کے قلم سے نکلی ہے جو حضرت کی وفات سے صرف چند ماہ پہلے لکھی گئی ہے اس تحریر سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حضرت اخوند صاحبؒ ملا تصابہ اور ملا کوٹھہ کا وہابی سمجھتے تھے۔ یہ امر ذرا تفصیل طلب ہے جس کی ذیل میں وضاحت کی جاتی ہے۔

مولوی سید امیر المعروف ملا کوٹھہ سید احمد بریلوی جس کا خلیفہ تھا۔ اور منصبِ قضا پر فائز تھا۔ یہ عہدہ اسے ۱۲۴۴ھ میں تفویض ہوا۔ اور اس منصبِ قضا کے عطا ہونے کے موقع پر جو عبارت لکھی گئی وہ حسب ذیل ہے۔

"جناب امیر المومنین، امام المسلمین، خلیفۃ اللہ فی الارضین، ظل اللہ علی العالمین فضیلت مآب مناقب اکتساب مقبول بارگاہ ربِ قدیر مولانا سید امیر ساکن کوٹھہ، ضلع اتمان زئی را منصبِ قضا در موضع پنجتار مشرف گردانیدند و فصل خصومات و قطع منازعات و اقامت حدود و تعزیرات و احتساب بر اہل فسق و فساد و اقامت جمع واعیاد در قریہ مذکورہ و حوائی آں باشیاں تفویض نمودند" ؎۴۲

یہ ملا کوٹھہ نہایت بدعقیدہ اور گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ کفریہ کلمات و عقائد بر سرِ عام بیان کرنے سے ذرا نہ جھجکتا۔ مولانا اسماعیل دہلوی نے حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ رعایت برتی تھی کہ ان کا ادب و احترام بڑے بھائی کے ادب و احترام کے برابر سمجھتا تھا۔ لیکن ملا کوٹھہ یہ رعایت دینے کو بھی تیار نہ تھا۔ آخر مجبور ہو کر حضرت

؎۴۲ مکاتیب سید احمد شہید عکسی ایڈیشن لاہور ۱۹۷۵، ورق ۶۹ ب

اخوند عبدالغفور صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ احمد علی نے حضرت کی زندگی ہی میں ملاکوٹھہ کے کفریہ عقائد و کلمات کے رد میں ایک کتاب " برھان المؤمنین علی عقائد المضلّین " لکھی جو ۱۲۹۱ھ میں مطبع حیدر بمبئی سے شائع ہوئی۔ مولانا احمد علی نے ملاکوٹھہ کے ہر کفریہ کلمہ کے عینی شاہد بھی پیش کئے ہیں۔ چند کفریات ملاکوٹھہ ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فاضل محمد ساکن ترنگ زئی کا بیان ہے کہ ملاکوٹھہ نے خطبے کے دوران کہا۔

"انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان متوجھا الیٰ قلب نفسہٖ لیسلم فلم یسلم الیٰ حین موتہٖ" ۵

۲۔ فضل احمد ساکن مرغوز و عبدالبصیر ساکن اباخیل راوی ہیں کہ ملاکوٹھہ نے کہا۔

"کل عالم حسن الخلق فھو لائق بالنبوۃ" ۶

۳۔ محمد فاضل کے بیان کے مطابق ملاکوٹھہ نے کہا۔

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاءنی فوضع راسہٖ علیٰ فنحدی حزینا فقلت لہٗ ما سبب حزنک فقال نسیت اٰیۃ من اٰیات القراٰن فذکرتھا لہٗ" ۷

۴۔ سید عبدالوہاب ساکن کانجو ریاست سوات راوی ہیں۔

ع۵ برہان المومنین علی العقاید مضلین تالیف مولانا احمد علی بمبئی مطبع حیدری ۱۲۹۱ھ ص ۲۳

ع۶ ایضاً ص ۳۰ - ۳۱

ع۷ 〃 〃 ۳۹ -

"سیدامیر المذکور رملاکوٹھہ قال لی قل لا الہ الا اللہ سید امیر رسول اللہ شہ

ملاکوٹھہ کی بدعقیدگی کا زور اور اثر ختم کرنے کے لئے حضرت اخوند صاحبؒ نے جو کوشش کی اس کا ذکر مولوی احمد علی صاحب نے اس طرح کیا ہے ؎

چو شاہانِ جہاں را بندہ کردی — تو شرع مصطفٰے را زندہ کردی
وہابی فرقہ را شرمندہ کردی — غلط بیخ شاں را کندہ کردی
چو یک ملائی کوٹہ بد وہابی — بدینِ احمدؐ انگندہ خرابی؟
شنیدی چوں تو زیں سان اضطرابی — نمودی جمع علما باشتابی؟
غرض مضطر شدہ علما دریں کار — بغیر شرع دیدندش چو اسرار
بتکفیرش سجل بنوشتت لاچار — فرستادند در قریات و امصار

(برھان المومنین علیٰ عقائد المضلین ص ۱۲-۱۳)

سیّد احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کا اصل مقصد اپنے وہابی عقائد کی تشہیر کرنا اور بزور جبر انہیں نافذ کرنا تھا۔ جہاد تو محض بہانہ تھا عوام بے چارے ان کے دکھلاوے کے تقدس کے جال میں پھنس گئے تھے۔ لیکن بھلا ہو حضرت اخوند عبدالغفور صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا کہ ان کی ایمانی بصیرت نے ان نام نہاد مجاہدین کے مذموم ارادوں کو بھانپ لیا۔ اور انہوں نے ان خود ساختہ درویشوں کے عقائد کو مردود قرار دیا اور اس طرح صوبہ سرحد بدعقیدگی سے محفوظ رہا۔

۸؎ ۔ برہان المومنین علیٰ عقائد مضلین تالیف مولانا احمد علی ممبئی مطبع حیدری ۱۲۹۱ھ ص ۴، ۵

اسسٹنٹ کمشنر مردان کی مورخہ ۸ اگست ۱۸۸۰ء کی رپورٹ ہے۔

"اخوند صاحب سوات کی زندگی میں مجاہدین بہت خاموش رہے۔ کیوں کہ وہ ان کو وہابی ہونے پر ملامت کرتا تھا۔ اس لئے وہ بنیر حملہ یا ان جگہوں پر جہاں اخون صاحب کا اثر تھا۔ جانے کی جرات نہ کر سکتے تھے [9]

راجہ جہانداد خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی مورخہ ۱۵ جنوری ۱۸۸۳ء کی رپورٹ ہے۔

"ہندوستانیوں کا آج تک افغانوں پر اثر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا امیر وہابی ہے۔ اور چوں کہ اخون صاحب سوات کا افغانوں پر بہت اثر تھا۔ اور وہ ان کا سخت دشمن تھا۔ لہذا افغان ان ہندوستانیوں سے متاثر نہ ہوئے! ب ہندوستانی وہابیوں کے ان طور طریقوں کو چھوڑ رہے ہیں۔ جن کو افغان قبول نہیں کرتے [10]

حضرت اخوند صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ ان کی بروقت گرفت سے افغان قوم وہابیوں کے فاسد عقائد سے محفوظ رہی۔ اگر ان کی ذاتِ بابرکات نہ ہوتی تو آج افغانوں میں ڈھونڈھے سے بھی کوئی اہلسنت والجماعت نہ ملتا۔

حضرت اخوند صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع تھا۔ ان کے خلفاء جو تمام اطرافِ عالم پھیلے ہوئے تھے۔ سینکڑوں سے متجاوز تھے۔ چند مشہور خلفا کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۹ء تاریخ ہزارہ تالیف شیر بہادر خاں پنی ص ۵۷۶

۱۰ء ایضاً ص ۵۸۴

۱ ۔ حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ آوان شریف ضلع گجرات پنجاب

۲ ۔ مولانا محمد عالم المعروف پاسنی ملا صاحبؒ

۳ ۔ حضرت شیخ عبدالوہابؒ المعروف ملا صاحبؒ مانکی شریف

۴ ۔ حضرت سید فضل شاہ صاحبؒ (الہ آباد)

۵ ۔ مولوی فقیر اللہ صاحبؒ (کشمیر)

۶ ۔ مولانا حمید اللہؒ المعروف ملا سوٹا صاحب

۷ ۔ مولوی عبدالرحیم صاحبؒ پنجاب

۸ ۔ مولوی احمد علی (مردان) مصنف برہان المومنین علیٰ عقائد المضلین ۔

۹ ۔ مولوی ابوبکر صاحب (افغانستان)

۱۰ ۔ حضرت میاں فضل الٰہیؒ ساکن حضرو (کیمبلپور)

۱۱ ۔ ارباب عبدالرحیمؒ (چارسدہ)

۱۲ ۔ حضرت میاں محمد وسیمؒ کاکاخیل

۱۳ ۔ مولانا ولی اللہؒ آفریدی

۱۴ ۔ مولانا حضرت گلؒ مومنع (رجڑ چارسدہ

۱۵ ۔ مولوی عبدالحق صاحب (مالاکنڈ)

۱۶ ۔ مولوی گل احمد صاحب المعروف ملا کابل

۱۷ ۔ مولانا عبدالرحیم سہارنپوری (یوپی) انڈیا ۔

۱۸ ۔ قاضی طلا محمد پشاوری مصنف عروۃ الوثقیٰ عـــــہ

عـــہ ۔ مزید تفصیل اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو ۔

آپ کی عظیم شخصیت کے بارے میں مولانا عبدالمالک کھوڑویؒ اپنی مایہ ناز تصنیف "شاہانِ گوجر" میں رقم طراز ہیں۔

"علمی فضائل، خدا شناسی اور حقیقت آگاہی کی وجہ سے اس نواح کے تمام خوانین حضرت کے معتقد ہو گئے۔ کوئی حکم حضرت کا ایسا نہیں ہوتا تھا جس پر خوانین سوات، بنیر سر تسلیم خم نہ کرتے ہوں۔ اگرچہ مختلف علاقوں کے خوانین اپنی اپنی ریاست کے خود مختار حاکم ہیں لیکن حقیقت میں ان سب پر حضرت اخوندؒ حکمران تھے۔ آپ کا شرعی فتویٰ بمنزلہ قانون تھا۔ آپ اپنے اعمال و افعال میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنے سامنے رکھتے اور اس پر چلنے کی کوشش فرماتے۔ احکامِ الٰہی کے سوا آپ کی کوئی حکومت و سیاست نہ تھی۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ جو اپنے والد کے اوصاف کے جامع تھے۔ بوجہ ان کے تقدس کے تمام لوگ آستانۂ عظمت پر گردنِ عقیدت خم کرتے تھے۔ صاحبزادگان نے بھی کوئی سلطنت قائم نہیں کی۔ آپ کے پوتے حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ سید بادشاہ ۲۔ شیرین شہزاد ۳۔ گل شہزاد

اس وقت سوات ایک باضابطہ ریاست ہے۔ اور اس کا نظم و نسق گل شہزاد (میاں عبدالودود گل) کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت اخوند صاحبؒ کو حافظ محمد شعیبؒ سے بیعت حاصل تھی۔ حافظ صاحبؒ قادری خاندان کے سجادہ نشین تھے..."

حاشیہ پچھلا صفحہ

و ۔ احوال العارفین تالیف حافظ غلام فریدیہ لاہور ۱۹۷۹ء صفحات ۱۱۳ تا ۱۱۸

ب ۔ تذکرہ سید علی ترمذی تالیف عبدالمالک قریشی ۱۳۹۶ھ صفحات ۸۶ ۔ ۸۷

ج ۔ شاہانِ گوجر تالیف مولانا عبدالمالک کھوڑوی ۱۹۴۰ء ص ۳۹۹

حضرت صاحبؒ نے باشندگانِ سوات میں شریعت و معرفت کی ایسی روح پھونکی ہے کہ ہر ایک شخص دین اور ملت کے نام پہ فدا ہے۔ یہ اسلامی حکومت کا ایک نمونہ ہے اس کا دارالخلافہ موضع سیدو ہے۔[12]

یہاں اس امر کا بیان کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ حضرت اخوند صاحبؒ کے پوتے گل شہزادہ المعروف میاں عبدالودود گل (م ۱۹۷۱ء) کی تخت نشینی بھی وہابی سُنّی جھگڑے کی وجہ سے ہوئی تھی۔

میاں عبدالودود گل کا ایک مخالف سراج الدین سواتی لکھتا ہے۔

مذہب کے نام پر سوات کے عوام مرمٹنے والے اور عقائد کے لحاظ سے کٹر حنفی واقع ہوئے ہیں۔ سیّد عبدالجبار شاہ کو تو انہوں نے اس مفروضہ پر اپنا حکمران تسلیم کیا تھا کہ نظم ونسق کا تجربہ رکھنے کے علاوہ وہ ایک مشہور سیّد گھرانے کے دیندار فرد بھی تھے لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ جماعتِ احمدیہ (منسوب بہ سیّد احمد بریلوی) سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو اس انکشاف پر وہ نہایت برافروختہ ہوئے اور وضاحت طلب کرنے کے لئے مولوی احمد جان کو نمائندہ بناکر ان کے پاس بھیجا۔

سیّد عبدالجبار شاہ نے اپنے عقائد کے بارے میں کسی قسم کے اخفا سے کام نہیں لیا۔ بلکہ جماعتِ احمدیہ سے اپنے تعلق کا اعتراف کرلیا۔ اس پر مولوی احمد جان نے ریاستی عوام کے نمائندوں کو انہیں معزول کرنے کا مشورہ دیا۔ عوامی نمائندوں یعنی خوانینِ سوات نے انہیں

---

[12] ۔ شاہانِ گجر تالیف مولانا عبدالمالک کھوڑوی مطبع دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۰ء ص ۲۹۸ - ۲۹۹

معزول کر کے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ریاست چھوڑ دینے کی ہدایت کی۔ سید عبدالجبار شاہ نے بھی رائے عامہ کو اپنے خلاف پاکر ریاست کو پُرامن طریقے سے چھوڑ دینے میں بہتری سمجھی۔

سیّد عبدالجبار شاہ کی معزولی کے بعد مولوی احمد جان اور خان حبیب خاں دارمئی نے قبائلی نمائندوں کے سامنے گل شہزاد عبدالودود کا نام امارت کے لئے پیش کیا۔ جسے اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا۔ چنانچہ نومبر ۱۹۱۸ء میں حکمرانِ سوات تسلیم کرتے ہوئے ان کی دستاربندی کی گئی۔ عبدالودود کا انتخاب محض مذہبی عقیدت مندی کی بنا پر کیا گیا۔ وہ سوات کے ایک مشہور پیر عبدالغفور المعروف سیدو بابا کے پوتے ہیں [۱۳]

حضرت اخوند عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنوری ۱۸۷۷ء بمطابق ۱۲۹۵ھ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مزارِ مبارک شاہی مسجد میں مرجع خاص و عام ہے۔ مولانا عرشی امرتسری اپنے تاثرات دورۂ سوات بیان کرتے ہوئے شاہی مسجد اور حضرت کے مزارِ عالیہ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"شاہی مسجد کی زیارت کی۔ جس میں صنعت و مصارف کا کافی مظاہرہ کیا گیا ہے صحن مسجد میں بادشاہ صاحب کے دادا حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ جن کی بزرگ منشی و ولایت کے متعلق کئی داستانیں مشہور ہیں۔ اطرافِ ریاست سے لوگ زیارت کو آتے ہیں۔ مسجد خاصی وسیع اور بہت خوبصورت ہے۔ نیچے اوپر برآمدے اور صحن میں ایک ہزار کے قریب آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں" [۱۴]

۱۳ء ۔ سرگذشت سوات تصنیف سراج الدین سواتی نقوش پریس لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۳ - ۱۴
۱۴ء ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی سوات نمبر دسمبر ۱۹۵۵ء ص ۱۵

اس باب کو ہم جناب قاضی طلا محمد صاحبؒ طلا پشاوری کے مندرجہ ذیل اشعار پر ختم کرتے ہیں۔ جو انہوں نے حضرت اخوند صاحبؒ کی منقبت میں کہے ہیں۔

"سپہرِ معرفت عبدالغفور آں کز علوشاں
بدار الملک جانِ اوراسزد صد جہانبانی
صفا منہاج رائے او، دو عالم در ثنائے او
بود آں خاک پائے او براز کحل اصفہانی
بمکنونِ ضمیر او نہاں سر خداوندی
ز سیمائے جبینِ او درخشاں فر یزدانی
نسیم روضۂ رضوان بصدقت شاہدے باشد
حریم مجلس او را اگر باغ ارم خوانی
ز نورِ صحبتش در کلبۂ جاں شمع تاباں نہ
نجاتے گر ہمی خواہی ز خاطر ہائے ظلمانی"[15]

---

[15] عروۃ الوثقیٰ تصنیف قاضی طلا محمد پشاوری ۱۲۸۵ھ بار اول ص ۲۲۳۔۲۲۴

حضرت اخوند عبد الغفور صاحبؒ کے دربار میں شرفِ باریابی

صوبہ سرحد اور آزاد علاقہ میں دستور تھا کہ طالب علم دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد حصول برکات کے لئے حضرت اخوند صاحبؒ کے دربار میں حاضر ہو کر دستار بندی کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ بھی اس دستور کے مطابق کافر ڈھیری میں بیضاوی شریف کے درس سے فارغ ہو کر ایک دو ساتھیوں کے ساتھ سیدو شریف حاضر ہوئے۔ دستار بندی رمضان شریف کے آخری جمعہ (جمعۃ الوداع) کے روز ہوئی۔ چنانچہ رمضان شریف کے آخری عشرہ ۱۲۸۲ھ میں آپ سیدو شریف پہنچے۔ مصنف مناقب محمودی تحریر کرتے ہیں۔

"رمضان شریف ۱۲۸۲ھ میں اتمان زئی سے روانہ ہو کر آپ چھ تھے روز چاشت کے وقت سیدو شریف پہنچے۔ حضرت اخوند صاحبؒ نماز چاشت ادا کرنے کے بعد صحن مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے کلامِ شریں سے تمام حاضرین مستفید و مستفیض ہو رہے تھے۔ حضرت کے خادموں میں ایک پشاوری ملا تھے۔ جو فقیر تہ خانہ اور فقیر درّہ والا کے نام سے مشہور تھے۔ انہیں حاضر باشی کا شرف حاصل تھا۔ آدمی لسّان تھے اور گفتگو خوب کرتے تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ کو دیکھا تو حال دریافت فرمایا۔ اور اُسی وقت حضورؒ میں حاضر ہو کر سفارش فرمائی کہ یہ غریب ہندوستانی طالب علم اپنی درسی کتابیں تمام کر کے دستار بندی کے لئے حاضر ہوا ہے اور دعائے برکت کا خواستگار ہے۔ آپؒ نے سن کر فرمایا۔ "بہت اچھا" چوں کہ حضورؒ کی عادت مبارک یہ تھی کہ جو کوئی دستار بندی کے لئے حاضر

ہوتا اسے جمعہ کی نماز کے بعد بلاتے ۔ یہ سہ شنبہ کا دن تھا۔ اس لئے جمعہ تک انتظار ضروری ہوا۔

رمضان شریف کا آخری جمعہ آگیا اور لوگ جوق در جوق جمعہ پڑھنے اور قضا عمری ادا کرنے کے لئے مسجد میں جمع ہونا شروع ہوئے۔ کچھ مسجد کے اندر اور کچھ اس کے صحن میں ٹھہر گئے ۔ اور جس کو جہاں جگہ ملی ڈیرہ ڈال کر ٹھہر گیا۔ دور دور تک لوگ تھے۔ لوگوں کی اس قدر کثرت اور انبوہ دیکھ کر کچھ مایوسی ہونے لگی کہ ان حالات میں خدمت مبارک تک باز یابی مشکل ہے۔ جب لوگ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے تو جانے والے چلے گئے۔ اور بقیہ وہیں بیٹھے رہے۔ حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی حیرت زدہ حصول مطلب سے ناامید مسجد کے صحن میں بیٹھا تھا کہ حضرت اخوند صاحب قدس سرہ کے خلفاء میں سے ایک بزرگ نے مسجد کی دہلیز پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ ہندوستانی طالب علم جو دستار بندی اور دعا کے لئے آیا ہے۔ کہاں ہے کہ میں اسے حضرت کی خدمت میں لے چلوں۔ میں وہیں حاضر تھا۔ فوراً ان کے پاس گیا۔ حضرت صاحب کا فرمان جاری ہوا کہ مسجد کے صحن میں ایک بیٹھنے کی جگہ مقرر کریں۔ چنانچہ تمام پیر خانوں کے صاحبزادے اور علمائے متبحر جو حاضر تھے صحنِ مسجد میں ایک جگہ دائرہ بنا کر بیٹھ گئے۔ اور خلیفہ صاحب مجھے حضرت صاحبؒ کی حضوری میں لے گئے۔ حکم ہوا کہ گمٹی کے کپڑے کی دس گز لمبی دستار لائی جائے۔ جب دستار آئی تو بندہ کے سر پر خود اپنے دستِ مبارک سے پہلا پیچ باندھا۔ پھر پیر خانوں کے صاحبزادوں میں سے جسے حکم ہوا اس نے ایک ایک پیچ باندھا اس کے بعد مجمعِ عام میں دعائے خیر کی گئی۔ [1]

---

[1] ۔ مناقب محمودی خطی نسخہ جلد اول ۱۱۸ تا ۱۲۰

دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت قاضی صاحبؒ نے روحانی پیشوا کی ضرورت کو محسوس کیا اور سیدو شریف حاضر ہو کر حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ حضرت اخوند صاحبؒ سے بیعت ہونے کے بارے میں دو روائتیں مشہور ہیں۔ ایک مولوی نور اللہ شاہ صاحب سیالکوٹی مصنف چشمۂ نور کی اور دوسری جو عام طور پر مشہور ہے۔ مولوی صاحب بیان کرتے ہیں۔

"حضرت صاحب قدس سرہ نے جب بیعت کرنے کا ارادہ کیا تو اول آپ پشاور تشریف لے گئے۔ ایک درویش بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ جب آپ پشاور پہنچے تو درویش اپنے گھر چلا گیا۔ اور آپ حضرت جنید پشاوریؒ کے مزار پر تشریف لے گئے عصر کا وقت تھا کہ ایک مولوی صاحب فاتحہ کے واسطے تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ایک شاگرد تھا جو ملا حسن پڑھتا تھا۔ وہ جب سبق پڑھنے لگا تو غلط پڑھا۔ اور ایسا الجھا کہ مولوی صاحب بھی نہ سمجھا سکے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ اگر ارشاد ہو تو بندہ پڑھا دے۔ آپ نے سبق پڑھایا۔ مولوی صاحب عش عش ہو گئے۔ قدم پکڑ لئے اور اپنے گھر لے گئے اور عرض کیا۔ میں فلسفہ و منطق پڑھنا چاہتا ہوں۔ میرا مکان دس ہزار کا ہے۔ نصف آپ کا اور نصف میرا۔ آپ نے انکار فرمایا اور کہا کہ مجھ کو ایک روحانی حکیم کی ضرورت ہے۔ اور اس کی تلاش میں ہوں۔ شاگرد بھی وہیں تھا۔ اس نے کہا کہ حضرت اخوند صاحبؒ کے دربار چلو۔ رحمت کا دریا جاری ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا باجوڑ کا۔ اس کے بعد آپ نے اسے پھر ملا حسن کا سبق پڑھانا شروع کیا۔ ایک بار آپ قصہ خوانی تشریف لے گئے۔ وہاں ایک انگر بزرگ دیکھا کہ چند اشعار دو سوز سے پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ پر ایک حالت طاری ہو گئی۔ اور محبت الہٰی کی کشش نے آپ

کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور آپ نے پکا ارادہ کیا کہ جہاں سے مطلوب کی ہوا یانع جاں ہیں لگے وہیں اپنے تئیں پہنچائیں۔ قصہ خوانی بازار سے آپ باہر نکلے تو ایک مجذوب ملا۔ آپ سے بڑی تعظیم سے پیش آیا۔ آپ نے پوچھا کہاں جاؤں۔ اس نے کہا کہ حافظ صاحبؒ کے مزار پر غزنی جاؤ۔ چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ سہ شبانہ روز قیام کیا۔ وہاں سے آپ کو بہت فیض پہنچا۔ اور وہیں سے منزلِ کشف شروع ہوئی۔ صاحب مزار (حافظ صاحبؒ) نے فرمایا خدا کی نعمتوں نے آپ کو یہاں آنے کی یاوری بخشی اور اس مجذوب کے طفیل آپ یہاں تک آئے۔ ورنہ بہت سے منصور مشرب اس فنا کے دریا میں غرق ہو گئے۔ تم پر خدائے عزوجل کی مہربانی کی نظر ہے۔ تم سوات شریف جاؤ۔ اب آپ نے سوات شریف کا عزم فرمایا ابھی پانچ کوس کا سفر باقی تھا کہ حضرت اخوند صاحبؒ نے اپنے خلیفہ سے فرمایا۔ آج میرے پاس ملا گجراتی آرہے ہیں۔ بہت خوبصورت چہرہ ہے۔ قطب ہیں۔ شریعت و حقیقت کے بھیدوں کو ظاہر کرنے والے اور طریقت و معرفت کے نوروں کو بیان کرنے والے ان کا یہ نام ہے۔ جب آئیں تو میرے پاس لے آؤ [۲]

دوسری روایت جو عام طور پر مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب آپ ستار بندی کے لئے سیدو شریف تشریف لے گئے تو وہاں پر پہلے سے موجود خوشاب کے ایک طالبعلم نے آپ کو حضرت اخوند صاحبؒ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا۔ جو آپ نے قبول کر لیا۔ اور ماہِ شوال کی پہلی رات کو حضرت سے بیعت کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ اور حضرتؒ نے آپ کو سلسلہ قادریہ کے پہلے سبق لا الٰہ الا اللہ کی تلقین و تعلیم فرمائی [۳]

۲؎ ۔ مناقب محمودی خطی نسخہ تالیف نواب مشوق یار جنگ جلد اول ص ۱۱۶ ۔ ۱۱۷ ..

۳؎ ۔ ایضاً ص ۱۲۴

سلسلۂ قادریہ غفوریہ کے اوراد کے نو اسباق معروف و مشہور ہیں جو طالب کی سوحانی استعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے از اول تا نہم بالترتیب اسے مرشد کی طرف سے تعلیم کئے جاتے ہیں۔ ان اوراد کی تفصیل قاضی طلا محمد صاحب پشاوری نے عروۃ الوثقیٰ میں اس طرح بیان کی ہے۔

" سبق اول ۔ نفی و اثبات لا الٰہ الا اللہ ذکر ناسوتی گویند، مقامِ ناسوتِ شریعت موجوداتِ عالم حسی راگویند۔

سبق دوم ۔ اثبات الا اللہ ذکر ملکوتی راگویند۔ مقامِ ملکوت طریقت موجودات معنوی راگویند۔

سبق سوم ۔ مراقبہ تصور مرشد کردہ با حبسِ نفس دل را آگاہ کردہ اسم ذات را بخواند کہ در مراقبہ کشائش باطنی بسیاری باشد

سبق چہارم ۔ اسم ذات اللہ ذکر جبروتی راگویند، مقامِ جبروت حقیقت بالقوت راگویند۔

سبق پنجم ۔ "ھُو" ذکر لاہوتی راگویند، مقامِ لاہوت معرفت ذات راگویند

سبق ششم ۔ اللہ ھُو ذکرِ عروج راگویند۔

سبق ہفتم ۔ ھو اللہ ذکر نزول راگویند

سبق ہشتم ۔ انت الھادی انت الحق لیس الھادی الا ھو ذکر عجز و زاری راگویند زیراکہ خدا تعالیٰ ہادیٔ مطلق می باشد۔

سبق نہم ۔ درود شریف اللھم صل علیٰ محمد و اٰلہٖ وعترا تہ بعدد کل معلوم لک

بعد از تمام اسباق ہا ہر روز ہر سبق ہزار بار بخواند و دیگر ہر قدر کہ تواند نفی و اثبات بخواند نفی اثبات را طالب علم دوازدہ ہزار بار بخواند و متوسط سی ہزار و شیخ کامل ہفتاد ہزار بار بخواند"[۴۷]

حضرت قاضی صاحبؒ سیدو شریف میں کل بارہ دفعہ حاضر ہوئے۔ دس دفعہ اپنے مرشد و ہادی حضرت اخوند عبدالغفور صاحبؒ کی زندگی میں اور دو دفعہ ان کی وفات کے بعد۔ پہلی دفعہ کی حاضری کا ذکر تو ہو چکا ہے۔ باقی گیارہ دفعہ کا مولف "مقاماتِ محمود نے حضرت قاضی صاحبؒ کی فارسی یادداشتوں سے مرتب کر کے اس طرح بیان کیا ہے۔

سیدوؒ شریف میں دوسری حاضری

سوات شریف کے پہلے دورے کے بعد جب آپ پشاور سے روانہ ہو کر اپنے وطن پہنچے تو ایک طالب علم نے گلستانِ سعدی اور نغزک کا سبق لینا شروع کیا۔ وہ روزانہ ایک ولولہ کے ساتھ حضرت اخوند صاحبؒ کا حال پوچھتا اور خود بھی حاضری کا شوق ظاہر کرتا۔ اس کا شوق دلانا اور بار بار چلنے کے لئے اصرار کرنا اس حد کو پہنچا کہ آپ بھی تیار ہو گئے۔

وہاں سے آئے ابھی چھ مہینے گذرے تھے اور گرمی کا موسم قریب الاختتام تھا کہ آپ نے دوسرا سفر اختیار کیا۔ چار، پانچ اور آدمی ساتھ ہو گئے۔ سفر کی درازی اور دشواریاں اگرچہ ہمت شکن تھیں۔ مگر اُس جذبۂ شوق نے سب کچھ آسان کر دیا تھا۔ اور ربیع الثانی

---

[۴۷] - عروۃ الوثقیٰ پشاور ۱۲۸۵ھ ص ۲۶ - ۲۷

یا جمادی الاول ۱۲۸۲ھ کا مہینہ تھا کہ آپ دوسری مرتبہ حضرت اخوند صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعض ہمراہیوں نے بطورِ تبرک حضرت اخوند صاحبؒ سے سبق پڑھانے کی استدعا کی۔ موضع کھوکھر کے میاں نور احمد نے کافیہ اور بابا نور کے فرزند میاں نظام دین نے تفسیر یعقوب چرخی شروع کی۔ حضرتؒ نے چند اسباق پڑھائے۔ مگر جناب قاضی صاحبؒ قدس سرہ فرماتے ہیں:۔ مجھ پر آتنی ہیبت طاری تھی کہ کچھ نہ پوچھ سکا۔' روانگی کا وقت قریب آیا تو حضرت اخوند صاحبؒ نے دعائے خیر کی۔ اور بہت الفت، نوازش اور مہربانی ظاہر فرمائی اور دوسرا سبق (الا اللہ) تلقین فرمایا۔ اور شجرۂ سلسلہ عطا فرمایا۔ پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر وطنِ مبارک پہنچے۔ ۵ھ

" حضرت صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

سیدوؒ شریف میں تیسری حاضری کہ گھر پر ہی سرما کا تمام موسم اطمینانِ خاطر سے گذارا۔ اس کے بعد حضرت غوثِ زمان کی محبت کا ولولہ آہستہ آہستہ ظاہر ہونے لگا۔ مئی کا مہینہ شروع ہو رہا تھا کہ آپ نے سیدو شریف جانے کا ارادہ فرمایا۔ والد ماجد نے بہت سمجھایا کہ گرمی کا موسم ہے۔ اس میں سفر کرنا تکلیف کا باعث ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں:۔ کہ میرا کام اختیار سے باہر تھا۔ غرض کہ آپ نکل کھڑے ہوئے۔ رات کو سفر کرتے، دن کو آرام فرماتے۔ تیسرے دن پیروں میں آبلے آ گئے۔ آپ نے پنجوں کے بل چلنا شروع کیا۔ پنجے تھک گئے تو قدموں کے پہلوؤں پر چلنا شروع کیا۔ یہ بھی تھک گئے تو ایڑیوں کے بل چلے۔ یہ سب صعوبتیں تھیں مگر دل اندر سے قوی، روح تازہ و خوش

۵ھ۔ مقاماتِ محمود تالیف نواب معشوق یار جنگ ص ۱۲۵ - ۱۲۶

ہمت بلند اور دل دیدارِ شہسوار عرصہ معرفت کے لئے بیقرار تھا۔

مدد اے جوشِ جنوں وسعتِ صحرا مدد دے
خار و خارا مدد دے، آبلہ پا مدد دے

راہ میں سوات کو عبور کرنا پڑا۔ آبلے پھوٹ کر ایک زخم بن گئے تھے۔ سوات پار کیا تو بخار آ گیا۔ پھر بھی آہستہ آہستہ رفتہ مشمولہ راولپنڈی تک پہنچے۔ یہاں سات روز تک بخار رہا اور کفِ پا سے لہو اور پیپ برابر نکلتی رہی۔ آٹھویں روز زخم پر جبت کی ٹکیہ باندھی۔ اور آہستہ آہستہ چلتے رہے۔ پنج کٹھا تک پہنچے تھے تو معلوم ہوا، سوات شریف کا راستہ بند ہے۔ گذرنے والے کو چھ مہینے جیل اور گرفتار کرنے والے کو پچاس روپے انعام دیا جاتا ہے۔ ان موانع کے باوجود آپ کی بلند ہمتی میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ پشاور کے راستے علی مسجد سے ہوتے ہوئے یاغستان میں داخل ہونا چاہیئے۔ مگر پشاور میں حافظ صاحب ساکن ۔ للہ نے اس ارادہ سے باز رکھا۔ اور بتایا کہ یہ راستہ اتنا خطرناک ہے کہ خود افغان باشندے خوف و خطر کی وجہ سے ایک موضع سے دوسرے موضع تک نہیں جا سکتے۔ ان کے کہنے سے آپ نے ہشت نگر کا راستہ اختیار کیا۔ یہاں بھی راستہ بند تھا۔ پہرہ دار تعینات تھے۔ ایک مسجد میں قیام کیا۔ وہاں اتفاقاً کچھ طالب علم مل گئے۔ جو یہ معلوم کر کے کہ آپ کا ارادہ سوات شریف جانے کا ہے۔ مہربان ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کو خاموشی کے ساتھ حفاظت سے اس طرح لے چلیں گے کہ کسی کو پتہ نہ چلے گا۔ غرض کہ جب پہرہ دار سو گئے تو طالب علم وہاں سے آپ کو نکال لے گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں بچتا بچاتا آہستہ آہستہ احتیاط سے قدم اٹھاتا ہوا خطرے کے مقام سے آخرالامر باہر آ گیا۔

دن کی گرمی نے جھلسا دیا تھا۔ شام ہو گئی تو سامنے سوات کا پہاڑ تھا۔ آپ راستہ

میں ایک مسجد میں ٹھہر گئے کہ رات بسر کر کے دن کو پھر چلیں گے۔ مگر رات کیا آئی ایک قیامت آئی۔ اس موضع کے لوگوں اور قریب کے ایک دوسرے موضع کے لوگوں میں جنگ ہونے والی تھی۔ اس قدر شور وغل تھا کہ الامان: مسجد تک بندوقوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ بہرحال فریقین میں صلح ہو گئی۔ اور لڑائی نہ ہوئی۔ لیکن گاؤں جلا دیا گیا۔ صبح ہوتے ہی آپ نے پھر سفر شروع کیا اور تیسرے چوتھے روز سیدو شریف پہنچے۔ یہاں ایک دوسرا ہنگامہ برپا تھا۔ جہاد کی ہر طرف تیاریاں ہو رہی تھیں۔ لشکر جمع ہو رہا تھا۔ روپیہ اور ہتھیار تقسیم ہو رہے تھے۔ حضرت اخوند صاحبؒ کی مسجد میں اٹھارہ انیس کارخانے قائم تھے اور ہتھیار بن رہے تھے۔ اور آپ اتنے مصروف تھے کہ قدمبوسی دشوار تھی۔ غسل خانہ میں وضو کرنے کا انتظام تھا۔ جب حضرت اخوند صاحبؒ وہاں تشریف لائے تو دور سے حضرت قاضی صاحبؒ پر نظر پڑی اور خوش ہو کر پشتو میں فرمایا "دَرلہ کئی مولوی راغلیدے" یعنی دروازہ کھولو' مولوی آگیا۔ حضرت قاضی صاحبؒ اس قدر بے تاب تھے کہ مرشد کے پیروں پر گر پڑے۔ صاحبِ سوات علیہ الرحمۃ نے دستِ مبارک سر پہ پھیرا اور فارسی میں پوچھا کہ مولوی کتنے دنوں میں یہاں پہنچے ہو۔ آپ نے عرض کیا چوبیس دن میں۔ حضرت اخوند صاحب نے فرمایا: سبحان اللہ بڑی مشقتیں اور مصائب برداشت کر کے پہنچے ہو۔ ان کلمات سے آپ کی تشفی ہوئی اور اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے آپ کے شوق اور ولولہ کا یہ عالم تھا کہ کھانا پینا ترک ہو گیا تھا۔ مگر جہاد میں انہماک کی وجہ سے حاضری خدمت اور حضوری کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ ایک روز بہت کوشش کر کے آپ آرام گاہ کے پائیں کھڑے ہو گئے۔ حضرت اخوند صاحب نے جو حاضرین سے باتیں کر رہے تھے۔ پاؤں دراز کر دیئے۔ آپ نے

جلدی سے قدم مبارک چوم لئے۔ اس طرح کسی قدر بے قراری کم ہوئی۔

آٹھ دس روز قیام فرما کر آپ نے واپسی کی اجازت حاصل کی۔ اور حضرت اخوندصاحبؒ نے تیسرا سبق جس میں اسم ذات کا مراقبہ ہے تعلیم فرمایا"[۶]

سیدو شریف کی چوتھی حاضری

" تین چار ماہ بعد پھر اخوندصاحبؒ کی زیارت کا شوق کروٹیں لینے لگا۔ اور طبیعت نے بیقراری ظاہری کرنی شروع کی۔ آپ گھر سے روانہ ہوئے۔ اور چند دنوں کے بعد موضع واہ (ضلع اٹک) میں قیام فرمایا۔ وہاں کے خان اور نیز اس موضع کے ایک بااثر زمیندار شیر محمد خاں نے اصرار کیا کہ اس موضع میں آپ سکونت فرمائیں۔ ساٹھ ستر طالب علموں کے اخراجات کا وہ انتظام کر دیں گے۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اور خیال آیا کہ حضرت اخوندصاحبؒ سے ایسی جگہ میں اپنے قیام کے متعلق اجازت طلب کروں گا۔ یہاں سے روانہ ہو کر حسبِ سابق صبر و استقلال سے سفر کی تمام صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے سیدو شریف پہنچے۔ اور حضرت اخوندصاحبؒ کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ چند روز بعد اسباقِ قادریہ کا چوتھا سبق (اسم ذات اللہ) تلقین فرمایا۔ اور جس روز رخصت کیا۔ بہت پیار اور محبت کی باتیں کیں۔ سرد مقام (واہ) میں رہائش کے متعلق اجازت حاصل کرنا آپ کو یاد نہ رہا لیکن حضرت اخوندصاحبؒ نے فرمایا:۔ مولوی درجائے سرد منشیں بلکہ درجائے گرم بنشیں" یعنی سرد مقام میں سکونت اختیار نہ کریں بلکہ گرم جگہ کو جائے قیام بنائیں[۷]

۶۔ ایضاً ص ۱۲۷ تا ۱۳۲

۷۔ ایضاً ص ۱۳۲ تا ۱۳۳

سیدو شریف کی پانچویں حاضری

"وطن میں چند ماہ قیام فرمانے کے بعد آپ کے دل میں اپنے پیر و مرشد کی زیارت کا جذبۂ شوق تلاطم میں آیا۔ اور آپ نے سوات شریف کا قصد فرمایا اور حضرت اخوند صاحبؒ کی قدم بوسی حاصل کی۔ اور حضرت نے پانچویں سبق "ھُو" کی تلقین فرمائی" [8]

سیدو شریف کی چھٹی حاضری

"اس کے چند ماہ بعد آپ پھر سوات شریف تشریف لے گئے۔ اور حضرت اخوند صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تین سبق (۱) اللہ ھو (۲) ھو اللہ (۳) انت الھادی انت الحق لیس الھادی الا ھو' ایک ساتھ تلقین فرمائے [9]

سیدو شریف کی ساتویں حاضری

"سیدو شریف میں ساتویں بار جب آپ حاضر ہوئے تو اخوند صاحب نے فرمایا۔

"مولوی تمہارے سبق تمام ہو گئے۔ اب چلہ کرو۔ پہلا چلہ چالیس دن کا ہوگا اور دوسرے دو چلے دس دس دن کے ہوں گے۔

نیز آپ نے فرمایا! کہ اس طریق میں صوفیہ کے چار قدم ہیں پہلے میں مراقبہ کے وقت باریک باریک انوار نظر آتے ہیں۔ دوسرے میں مراقبہ کے وقت آفتاب و ماہتاب نظر آتے ہیں۔ تیسرے میں مراقبہ کے وقت اوراد (نادریہ د اپنے اسباق) کی آواز

---

۸ - ایضاً ص ۱۳۳

۹ - ایضاً ص ۱۳۳

کانوں میں آتی ہے ۔ اور چوتھے میں جمیع ما سوی اللہ آنکھوں میں آجاتا ہے ان تمام چلوّں کی تشریح حضرت اخوند صاحبؒ نے فرمائی اور کہا کہ حضرت اخوند درویزہ پشاوری کی کتاب " ارشاد الطالبین " میں تفصیل و شرائطِ خلوت و چلّہ ملیں گی یہ تمام چلّے پوری شرطوں کے ساتھ تمام کئے ۔ اور جو جو آثار حضرت اخوند صاحبؒ نے بیان فرمائے تھے ۔ سب نظر آئے ۔ یہ تمام تعلیم پانچ سال یا اس سے کچھ زیادہ میں پوری ہوئی ۔ اور ان تمام دوروں میں حضرت اخوند صاحبؒ کی خدمتِ مبارک میں سات بار حاضری کی نوبت آئی ۔ چھ حاضریوں میں کل سبق تمام ہونے ۔ اور ساتویں میں چلّے تمام ہوئے عنا

سیدو شریف کی آٹھویں حاضری

" اس دفعہ سفر میں ہمراہی کچھ موافق طبع نہ تھے ۔ رمضان مبارک میں آپ سیدو شریف پہنچے ۔ حضرت اخوند صاحبؒ نے بہت شفقت فرمائی ۔ آپ کچھ دیر ٹھہر کر واپس ہوئے ۔ واپسی میں آپ بیمار پڑ گئے ۔ ایک طرف بیماری دوسری طرف دل تنگی ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ راولپنڈی تک پہنچنا دشوار ہو گیا اور بہ ہزار خرابی گھر تک پہنچنا ہوا " علا

سیدو شریف کی نویں حاضری

" ریاضتوں اور چلّوں سے جسم مبارک بہت کمزور ہو گیا تھا ۔ اس لئے نویں حاضری میں میں بہت کمزوری محسوس ہوئی ۔ صرف چند روز سیدو شریف میں قیام فرمایا ۔ جب

عنا ۔ ایضاً ص ۱۳۳ تا ۱۳۵

علا ۔ ایضاً ص ۱۳۵

رخصت ہونے لگے تو حضرت اخوند صاحبؒ اس وقت چارپائی پر آرام فرما رہے تھے ہاتھ پکڑ کر قریب کیا اور سینۂ مبارک سے آپ کا سر قریب کر کے فرمایا۔ مولوی از خانہ بچند روز می آئی" (مولوی گھر سے یہاں کتنے دنوں میں پہنچتے ہو؟)

آپ نے جواب دیا:۔ قربانت شوم گاہے بہ نہ روز گاہے بہ دہ روز" (قربان جاؤں کبھی نو دن میں کبھی دس دن میں) یہ سن کر اخوند صاحبؒ نے فرمایا" یارے مقام تو دور است، بعد ازیں اگر دل تنگ شوی بہ زیارت شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ برو خوش حال شوی۔ (تمہارا گھر بہت دور ہے۔ اگر کبھی تنگی محسوس کرو تو حضرت شاہ دولہؒ کے مزار پر حاضری دیا کرو" [12]

سیدو شریف میں دسویں حاضری

"رتہ (راولپنڈی) کے کچھ لوگوں کے ہمراہ آپ سیدو شریف پہنچے۔ قیام کے تیسرے روز حضرت اخوند صاحبؒ نے آپ کے ہمراہیوں کو تمام لوگوں کی موجودگی میں طلب کر کے طریقۂ عالیہ قادریہ کا سبق دیا۔ اور اسی مجمع میں حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ مولوی راہِ حق بگو۔ یعنی لوگوں سے بیعت لو۔ اور انہیں راہ حق بتاؤ۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے عرض کیا۔

"من گنہگارم ولائق برداشتن این بار نیم" (میں گنہگار ہوں اور اس ذمہ داری کے اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ حضرت اخوند صاحبؒ نے ہنس کر فرمایا:۔ کدام گناہ میکنی" (کونسا گناہ) آپ یہ سن کر چپ ہو گئے" اب سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کے

---

12 :- ایضاً ص ۱۳۶ - ۱۳۷

کوئی چارہ نہ تھا۔ اس کے بعد حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت کی دعا سے کر رخصت ہوئے [۱۳]

حضرت اخوند صاحبؒ کے انتقال فرمانے کے بعد بھی آپ دو دفعہ سیدو شریف تشریف لے گئے۔ اور حضرت کی اہلیہ محترمی المعروف مور بی بی کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ان سفروں میں مولوی نور اللہ شاہ صاحب نور سیالکوٹی مولوی احمد اللہ بٹالوی اور حافظ سمندر صاحب رحمۃ اللہ علیہم آپ کے ہمراہ تھے [۱۴]

سوات شریف کے دوروں کے دوران آپ سے کئی کرامات ظہور میں آئیں اور کئی واقعات پیش آئے۔ جن میں سے ایک کرامت ایک کشفِ تنور کا واقعہ ہے اور ایک عام دلچسپ واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان سب کے راوی حضرت کے سفر و حضر کے ساتھی مولوی نور اللہ شاہ صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا ذکر شاہ صاحب کی زبانی خان محمد سرور خاں صاحب رئیس کھلابٹ نے ایک دفعہ راقم الحروف سے اس طرح بیان کیا۔

" ایک دفعہ حضرت قاضی صاحبؒ ترکی کی پہاڑیوں میں مولوی نور اللہ شاہ صاحب اور چند دیگر ہمراہیوں کے ساتھ گرمی کے موسم میں سفر کر رہے تھے۔ کھانے کے لئے آپ کے پاس بھنے ہوئے چنے تھے۔ ترکی کی پہاڑیوں میں پانی بمشکل دستیاب

---

۱۳ :- ایضاً ص ۱۳۷ - ۱۳۸

۱۴ :- ایضاً ص ۱۴۱

ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت قاضی صاحبؒ نے ہمراہیوں کو ہدایت کی کہ جب بھوک لگے تو نہایت قلیل مقدار میں چنے کھاؤ۔ کیوں کہ چنے کھانے سے پیاس لگتی ہے اور پانی تقریباً نایاب ہے۔ لیکن شاہ صاحب نے حضرت کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور پیٹ بھر کر چنے کھا گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پیاس کی شدت سے شاہ صاحبؒ تڑپنے لگے تو حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنی انگشت مبارک سے انگوٹھی اتاری اور کہا شاہ صاحب اس انگوٹھی کے نگ پر آپ کے نانا جان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام کندہ ہے۔ اسے منہ میں رکھیئے شاید اس سے کچھ تسکین آ جائے۔ شاہ صاحب نے انگوٹھی منہ میں ڈالی تو ایسا معلوم ہوا کہ شیریں اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ منہ میں جاری ہو گیا ہے۔ اور اس طرح تکلیف خوشگوار راحت میں تبدیل ہو گئی۔"

دلچسپ واقعہ مصنف گوہر منیر سید علی اکبر شاہ صاحب (م اکتوبر ۱۹۸۴ء) شاہ صاحب کی زبانی یوں بیان کرتے ہیں۔

"جب ہم ضلع جہلم کی سرحد میں پہنچے اور جہلم شہر سے بھی آگے گذر گئے تو مجھے بھوک نے تنگ کیا۔ اور میں نے حضرت قاضی صاحبؒ سے التماس کی کہ آپ کو تو بھوک لگتی ہی نہیں اور میرا حال بھوک کی وجہ سے خراب ہو رہا ہے۔ آپ اجازت دیں تو قریبی گاؤں میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جائیں اور کچھ کھا پی لیں۔ حضرت قاضی صاحب نے فرمایا بہتر تو یہی ہے کہ سفر جاری رکھیں۔ خدا کے سوا کسی کے دروازہ پر جانا اچھا نہیں لیکن جب میں نے اصرار کیا تو مان گئے۔ میں آپ کو گاؤں لے گیا۔ ایک مکان کی بیٹھک کھلی تھی۔ اس میں پلنگ بچھا ہوا تھا۔ اور کچھ کرسیاں بھی پڑی تھیں۔ حضرت کو میں نے پلنگ پر بٹھا دیا اور خود اہل خانہ کو بلانے کا تردد کرنے لگا۔ اسی اثناء میں اہل خانہ جو قوم کا چھبہ اور متمول آدمی

تھا آگیا۔ اس قوم کے افراد میں خاندانی غرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ جب اس نے اپنے پلنگ پر ایک سادہ لباس میں ملبوس درویش کو بیٹھے دیکھا تو اس کے سر پر خودی کا بھوت سوار ہو گیا۔ اور نہایت کرخت لہجہ میں اپنی مخصوص زبان میں کہا۔

"کون اد تس ہمارے پلنگ پر بہنے والے تو کی پتہ نئیں یا یہہ پلنگ ڈاجیاں ملائے"

یہ سن کر حضرت قاضی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے چلنے کا اشارہ کیا۔ ہم وہاں سے نکل پڑے تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ رقم ہے۔ میں نے عرض کیا ڈیڑھ آنہ کے پیسے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے بھنے ہوئے چنے لے آؤ۔ میں نے ایک دکان سے چنے خریدے اور گاؤں سے دور نکل کر ایک قبرستان میں ایک درخت کے نیچے آرام کے لئے بیٹھ گئے۔ کچھ چنے قاضی صاحبؒ نے اور کچھ میں نے کھائے۔ اور ایک کنویں سے پانی پیا۔ ابھی ہم درخت کے سایہ میں سستا ہی رہے تھے کہ مذکورہ چیھر آگیا۔ بڑی معذرت کی اور کہا کہ مجھے بعد میں ایک آدمی سے آپ کا پتہ چلا ہے۔ مہربانی کر کے بے ادبی معاف فرمائیں اور میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلیں۔ مگر قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس سفر میں محض نفسانی آرام کے لئے واپس جانا مضر ہے۔ ہم اب واپس نہیں جا سکتے کچھ اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔ مگر حضرتؒ نے سب کو رخصت کر کے اپنا سفر شروع کر دیا۔[15]

ایک اور واقعہ جو کشفِ قبور سے متعلق ہے۔ اس طرح ہے۔ قاضی غلام محمود ہزاروی فرماتے ہیں۔

"میں اپنے والد ماجد قاضی عبدالسبحان صاحب کھلا بٹیؒ کے ساتھ ایک مرتبہ عرس

---

[15] گوہر منیر تالیف علی اکبر شاہ صاحب جالپوری خطی نسخہ ص ۲۲ تا ۲۴

شریف کے موقع پر ۱۹۰۲ء بیاکھ کوآدان شریف حاضر ہوا۔ وہاں حضرت نوازؒ کے خلیفہ مولوی نوراللہ شاہ سیالکوٹی کی زبانی سنا کہ ایک مرتبہ میں حضرت غریب نوازؒ کے ہمراہ سفر میں تھا۔ آپ راولپنڈی کے علاقہ کا دورہ کر رہے تھے۔ عصر یا عشا کے وقت پانی کا لوٹا لے کر حضور غریب نوازؒ استنجاء کرنے کے لئے ایک مقام پر بیٹھنے لگے تو پیچھے سے آواز آئی "ہوں، ہوں" یہاں میں ہوں۔ آپ نے وہاں سے دوسری جگہ بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ وہاں سے بھی ہوں، ہوں کی آواز آئی۔ آپ نے وہاں سے بھی ہٹ کر تیسری جگہ بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ تو وہاں سے بھی یہی آواز آئی۔ آخر آپ نے استنجا کا ارادہ ترک کر دیا اور جتنے مقاموں سے آوازیں آئی تھیں وہ کوئی سولہ، سترہ مقامات تھے۔ قبروں کے نشان لگانے کے لئے مجھ سے فرمایا کہ شاہ جی پتھر لاؤ کہ یہاں قبروں کے نشانات بنا دیئے جائیں۔ چنانچہ میں پتھر لاتا رہا اور آپ نشان بناتے گئے[16]

---

[16] :۔ فیوضات غوثیہ تالیف قاضی غلام محمود ہزاروی ص ۷۹

حلیہ مبارک، عادات، اخلاق اور عام زندگی

نواب معشوق یار جنگ آپ کے حلیہ، لباس اور غذا کا ذکر حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحبؒ (م ۱۹۸۲ء) کی روایت سے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"آپ کا قد مبارک میانہ اور موزوں تھا۔ چھب بہت دل آویز، سراپا متناسب موزوں تھا۔ ہمیشہ سر پر بال رکھے۔ بیچ میں سے مانگ نکالی اور سر پر عمامہ باندھا۔ سرمہ لگاتے اور خوشبو کو بہت پسند کرتے تھے۔ جوانی میں رنگ صاف گندم گوں تھا۔ جو آخری عمر میں مجاہدوں، پیدل سفر کرنے اور تمازتِ آفتاب سے سنولا گیا تھا۔ بینی مبارک کھڑی اور خوبصورت تھی۔ آنکھیں بڑی تھیں اور ان میں حیا بہت تھی۔ آپ کبھی سیاہ اور کبھی سفید تہمد باندھتے تھے۔ جس پہ ایک سفید ململ کا کرتہ ہوتا جس کا گریبان چھوٹا مگر کشادہ ہوتا تھا کبھی کبھی آپ نے ایسا کرتہ بھی پہنا جو فرغل کی طرح ہوتا۔ سر پر ہمیشہ سفید عمامہ باندھتے تھے جس کا شملہ چھوٹا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی کندھوں پر چادر بھی ڈال لیتے تھے۔ سردیوں میں کنٹوپ اکثر پہنا کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں آپ نے مطلا اور مذہب ٹوپی بھی پہنی ہے۔ موسم سرما میں دلائی بھی اوڑھ لیتے۔ پیر میں کا مدار جوتا ہوتا تھا۔ جراب اور موزے بھی آپ نے استعمال کئے ہیں۔ سفر کے لئے نکلتے تو ایک دوپٹہ بھی ساتھ رکھتے۔ جسے پگڑی کے اوپر ڈھاٹے کی طرح لپیٹ لیتے تھے۔"

غذا آپ کی بہت تھوڑی اور بالکل سادہ تھی۔ ترکاریوں میں مولی بہت پسند تھی

کبھی کبھی صرف باجرے کے خوشے بھنا کر پھانک لیا کرتے تھے۔ ساگ بھی بہت پسند تھا۔ گیہوں کے آٹے کا پھلکا جو کم و بیش چھٹانک بھر کا ہوتا تھا۔ خالی دال یا مکھن لگا کر کھا لیا کرتے تھے۔ اور کبھی روکھا نوالہ منہ میں رکھ کر لسی کے گھونٹ سے اتار لیا کرتے تھے۔ لسّی آپ کو بہت مرغوب تھی۔ اور فرماتے تھے جس طرح اہل عرب کے لئے سب سے اچھا سالن سرکہ ہے۔ اس طرح ہمارے لئے لسّی اچھے سالن کا کام دیتی ہے گوشت کی طرف شروع زمانہ میں رغبت کم تھی۔ دال جس میں مرچ بہت کم ہو آپ کی غذا میں داخل تھی" ۱؎

حکیم عبداللطیف عارف آپ کی سادگی کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

"دھوپ ہو، یا بارش آپ چھتری نہیں رکھتے تھے۔ البتہ ایک چادر سر پر اوڑھ لیا کرتے تھے لباس نہایت سادہ، تحریر نہایت مختصر اور جامع، گفتگو سادہ، تکلف کا نام نہیں تھا۔ کھانے میں لسّی، مولی اور آم کا اچار اکثر پسند کرتے تھے۔ سفر میں کسی کے گھر ڈیرہ نہیں لگاتے تھے۔ عموماً مسجد میں رین بسیرا کر لیا کرتے تھے۔ مخلصین اچھے اچھے کھانے لا کر پیش کرتے تو آپ سب کے سب مسافروں اور مہمانوں کو کھلا دیا کرتے تھے۔ اور خود نہایت سادہ غذا پر گزارہ کرتے تھے بازار کی روکھی سوکھی روٹی مولی کے ساتھ کھا کر فرمایا کرتے تھے آج ہم نے خدائی دعوت کھائی ہے۔ نمود و نمائش اور ریاکاری سے آپ کوسوں بھاگتے تھے" ۲؎

آپ کو غریبوں سے بہت ہمدردی تھی۔ ایک دفعہ آپ کے حضور کسی نے شکایت کی کہ

۱؎ مناقب محمودیہ قلمی غیر مطبوعہ جلد دوم ص ۳۶۳ تا ۳۷۱ تلخیص

۲؎ سوانح حضرت قاضی سلطان محمود صاحب مرتب حکیم عبداللطیف صاحب ۱۹۴۱ء ص ۹

آپ کے مرید چوہدری احمد خاں صاحب رئیس اجنالہ اپنے مزارعین سے اچھا سلوک نہیں کرتے اور انہیں پوری بٹائی نہیں دیتے۔ یہ بات کسی طرح چوہدری صاحب تک بھی پہنچ گئی اور جب تک انہوں نے اس شکایت کو چھوٹا ثابت نہ کر دالیا۔ آپ کے سامنے حاضر ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔ نواب معشوق یار جنگ اس دل نشین حکایت کو مناقب محمودی میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

"ہمارے سنگیوں میں چوہدری احمد خان آپ کے اداشناس اور محبت کرنے والے لوگوں میں سے تھے۔ اجنالہ ضلع گجرات کے بڑے معزز زمیندار تھے۔ ایک دفعہ کسی نے حضور علیہ الرحمت سے چوہدری صاحب کی شکایت کی کہ وہ اپنی آسامیوں سے غلہ کی بٹائی زیادہ لیتے ہیں۔ جب اسی اثناء میں چوہدری صاحب آوان شریف تشریف لائے تو انہیں کسی طرح معلوم ہو گیا کہ حضور تک یہ شکایت پہنچی ہے اور آپ بہت ناخوش ہیں۔ یہ معلوم ہو کر انہیں حضور کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی اور الٹے پاؤں اپنے گاؤں واپس آئے اور دوسرے تیسرے دن ان تمام اسامیوں کو جنہیں بٹائی پر زمین دی ہوئی تھی ساتھ لے کر آوان شریف حاضر ہوئے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضور کسی خانقاہ پر تشریف لے گئے ہیں۔ چوہدری صاحب تمام آدمیوں کو لے کر اس خانقاہ کی طرف چل پڑے اور موضع ابو والا کے پاس ایک برساتی نالہ کے متصل جو آوان شریف سے تین میل کے فاصلے پر تھا ٹھہر گئے۔ نالہ اس زمانے میں خشک تھا اور حضرت صاحب قدس سرہ العزیز اسی طرف سے گذرنے والے تھے۔ تمام آسامی یہاں قطار باندھ کر ننگے پاؤں حضور کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ اور چوہدری صاحب بھی ان سے کچھ دور ہٹ کر بیٹھ گئے اتنے میں حضور تشریف لائے اور لوگوں کو ننگے پاؤں کھڑا دیکھ کر وجہ پوچھی۔ انہوں نے کل

واقعہ عرض کیا اور گذارش کی کہ چوہدری صاحب دوسرے زمینداروں کے مقابلے میں بٹائی کم لیتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے بلکہ غریب پروری کرتے ہیں۔ یہ سب اسامی ڈیڑھ سو کے قریب تھے۔ جب سب نے یک زبان ہو کر یہ کہا تو آپؒ نے فرمایا کسی کو کوئی شکایت ہو تو بیان کرے۔ سب نے کہا کوئی شکایت نہیں۔ جس نے حضور کو ان کے خلاف اطلاع دی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا چوہدری کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ دور پیچھے ننگے پاؤں فاصلہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ چوہدری صاحب کو بلایا اور فرمایا تم غریبوں پر رحم کرتے ہو۔ خدا تمہارا بھلا کرے۔" [۳]

یہ چوہدری احمد خاں نواب سر فضل علی خاں صاحب ساکن اجنالہ بانی زمیندار ڈگری کالج گجرات کے حقیقی بھائی تھے۔ وصیت کے مطابق حضرت قاضی صاحبؒ کے مزارِ مبارک کے پائین میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ آپ کے بیٹے چوہدری خان ملک صاحب مرحوم بھی اس دربار کے مخلص خادم تھے۔

حضرت قاضی صاحبؒ اداں شریف کے ایک مسمّی مغل نامی سے اس کی شرافت و خلوص کی وجہ سے بہت محبت فرماتے۔ ایک دفعہ حافظ محمد علی صاحبؒ ننگر دٹہ والوں نے حضرت قاضی صاحبؒ سے دریافت کیا کہ سائیں مغل سالک ہے یا مجذوب! تو حضرت نے فرمایا۔

" وہ کپڑے تو سالکوں والے رکھتا ہے۔ لیکن کلام مجذوبوں کی طرح کرتا ہے حافظ صاحب نے عرض کیا کہ اس پر اس قدر مہربانی کیسے ہو گئی ہے تو آپؒ نے فرمایا

---

[۳] مناقب محمودی قلمی جلد دوم ص ۲۷۳

کہ ہم مزارات طیبات اولیائے کرام کی زیارت کو گئے ہوئے تھے کہ وہاں ایک مقام پہ پیاس شدت سے طاری ہوگئی۔ یہ سائیں مغل بھی ہمراہ تھا۔ اس نے فوری طور پر کہیں سے پانی کا پیالہ لاکر پیش کر دیا۔ جب ہم نے پانی پیا تو اللہ تعالٰے نے اس کے باطن کے پردے کھول دیئے۔ نہ اس نے کوئی چلہ کشی کی ہے۔ اور نہ ہی کوئی وظیفہ پڑھا ہے۔ ویسے ان پڑھ بھی ہے۔ اور ہمارے گاؤں کا مسٹی ہے۔ جب مغل حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے لئے حاضر ہوتا تو سنگیوں کے حلقے سے دور چپ چاپ کھڑا ہو جاتا۔ اور قیامِ نماز کی طرح ہاتھ سینے پر باندھ لیتا۔ اور سر کو جھکا دیتا۔ حضور غریب نواز اپنے آئینہ قلب سے دیکھ لیتے اور فرماتے بیٹا مغل ہے۔ پھر وہ خاموشی سے وہاں سے واپس ہو جاتا اور بعض دفعہ حضورؒ یہ بھی فرماتے بچہ روٹی کھا کر جانا" ؎۴

نواب صاحب "مناقب محمودی" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"باوجودیکہ آپ شہرت و نمود سے گریز فرماتے تھے۔ مگر آپ کے اخلاقِ حسنہ اور بلندی مرتبت کا آوازہ دور دور تھا۔ میں خود حیدرآباد دکن سے آیا تھا۔ اور وہاں ایک ایسے پیر بھائی سے ملا تھا جو مدراس سے آکر مرید ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مشک کی خوشبو کو کون روک سکتا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی | کانگشت نمائی عالمے خواہد بود
امروز کہ زلفت دل خلقے ربود | درگوشہ نشستنت نمی دارد سود" ؎۵

؎۴ حالات وکرامات حضرت غریب نواز مرتب مولوی محمد فاضل ص ۲۱۸ - ۲۱۹

؎۵ مناقبِ محمودی جلدِ دوم ص ۲۵۳

مزید فرماتے ہیں۔

"جو کوئی آپ کو ایک بار دیکھ لیتا۔ دوبارہ دیکھنے کی تمنا رکھتا اور آپ کے اخلاقِ حسنہ کا گرویدہ ہو جاتا۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ ڈاکٹر کرنل تحسین حسین خاں جو حیدر آباد دکن کی فوج کے سب سے بڑے ڈاکٹر تھے! اور مولف ہذا کے چھوٹے بھائی تھے۔ جب آپ کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کی محبت میں سرشار ہو جاتے۔ ایک بار میرے سامنے حضور نے تحسین کا نام لے کر پکارا۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تحسین اب رو پڑیں گے۔ یہ حضور کی شفقت والفت کا دور تھا" ؎۶

حضور دیہات کے رہنے والے تھے۔ اور دیہات کی چیزوں، فصلوں اور روایات سے بہت محبت کرتے تھے۔ دہلی کی رہنے والی نئی شادی شدہ لڑکی جب نیم کے درخت پر نبولی کو پکتا ہوا دیکھتی ہے تو بے ساختہ اس کی زبان پر آجاتا ہے۔

نبولی پکی ساون بھی آوے گا۔

جیوے دیر پیارا ڈھولی بھیج منگاوے گا۔

ایک ایرانی شاعر جب موسمِ بہار میں گلاب کے تازہ اور شگفتہ پھول کو دیکھتا ہے۔ تو اُسے محبوب کی یاد شدت سے آنے لگتی ہے۔ اور انتظار کی گھڑیاں قیامت

؎۶ ایضاً ص ۲۶۱

بن جاتی ہیں۔

اسی طرح حضرت قاضی صاحبؒ دیہاتی ماحول میں باجرہ کے خوشوں کو پختہ ہوتے دیکھتے ہیں تو اپنے عزیز دوست کی یاد میں بے تاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبد القادر لاہوری کو لکھتے ہیں۔

"مشفقا خوشۂ باجرہ پختہ شد و بہارِ کہسار تیار مگر آں مخلص نہ رسید فضلِ باری رحمت کناد" ے

ے - ایضاً ص ۲۶۲

مزاراتِ اولیاء کرام سے حصولِ فیوض و برکات

سید و شریف کی نویں حاضری کے موقع پر حضرت اخوند عبدالغفور صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت قاضی صاحبؒ سے ارشاد کیا تھا۔ اگر روحانی تنگی محسوس کرو تو حضرت شاہدولہ صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہوا کرو۔ راحت نصیب ہوگی [1]

چنانچہ آپ نے کسبِ فیض کے لئے حضرت شاہدولہ صاحبؒ کے مزار پر جانا شروع کیا۔ شروع شروع میں تو آپ ہر روز آوان شریف سے پیدل چلتے اور حضرت کے مزار عالیہ پر حاضری دے کر اُسی دن پیدل آوان شریف واپس جاتے۔ اور یہ سلسلہ بارہ سال تک جاری رہا۔ حکیم عبداللطیف صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ پہلے بارہ سال یعنی ۱۲۹۶ء تک آپ اکثر آوان شریف سے صبح کے وقت پیدل چل کر گجرات پہنچتے اور اسی شام کو واپس تشریف لے جایا کرتے اور یہ سلسلہ تاحیات والدہ محترمہ باوجود روزانہ تکالیف سفر کے باقاعدہ جاری رہا۔ بعد وفات مائی صاحبہ کے کئی کئی دن گجرات میں قیام فرمانا معمول ہو گیا۔ اس دوران میں ایک پرانی مسجد جو گول سڑک کے باہر متصل محلہ جواجگان واقعہ ہے آپ کی قیام گاہ تھی۔

---

[1] مقاماتِ محمود تالیف نواب معشوق یار جنگ لاہور ۱۹۶۴ء، ص ۱۴۳

[2] ۔ سوانح حضرت قاضی سلطان محمود تالیف حکیم عبداللطیف عارف لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۷

حضرت شاہ دولہ صاحبؒ کے مزارِ مقدس پر آپ کے جو معمولات رہے اور آپ نے جو محنتِ شاقہ اٹھائی۔ اس کا ذکر نواب معشوق یار جنگ نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی زبانی اس طرح بیان کیا ہے۔

" مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن پنڈی سرہال (اٹک) فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ دولہ صاحبؒ کا حکم تھا کہ کسی کے گھر سے کھانا مت کھاؤ" اور مزدوری کر کے کھاؤ۔ چنانچہ آپ درود مستغاث لکھ کر فروخت کرتے رہے اور جو قیمت آتی اس سے قوتِ لایموت کا انتظام کرتے۔ اور حضرت کے مزار پر روزانہ چالیس پارے کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔ شروع میں روزانہ گیارہ پارے پڑھنا شروع کیا۔ چند روز بعد پندرہ سپارے پڑھنے کا حکم ہوا۔ اس کے بعد بیس پارے روزانہ" اور پھر پورا قرآن پاک" اس کے بعد پینتیس پارے اور پھر چالیس پارے روزانہ پڑھنے کا معمول ہوا۔ بعد ازاں اُسی ترتیب و مقدار سے کم پڑھنا شروع ہوا۔ جس طرح اضافہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ پانچ پارے روزانہ کی نوبت آ گئی۔ اس طرح اس طریقہ تلاوت میں کل نو ماہ لگے۔ بیٹھنے کا حکم نہیں تھا۔ کھڑے کھڑے پڑھنا ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ پاؤں پر ورم آ گیا۔ مگر کلام پاک کی قرأت میں سہولت و آسانی معلوم ہونے لگی۔ ؎[۳۵]

ایک دفعہ مولوی غلام محمد صاحب ساکن طاہر نے حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا کہ آپ نے چالیس چالیس پارے روزانہ کس طرح پڑھے تو آپ نے فرمایا۔ ایک آواز زور زور سے اس خوش الحانی کے ساتھ نکلتی تھی کہ گویا عرب کا کوئی عمدہ قاری پڑھ رہا ہے۔ اس قرأت کے دوران تین بار آنکھوں کا نور گیا۔ اور اللہ

۳۵؎ مناقب محمودی خطی تالیف نواب معشوق یار جنگ جلد اول ص ۱۹۰

جل شانہٗ نے اپنے فضل و کرم سے اسی وقت عطا فرمایا [4]

حضرت شاہدولہ صاحبؒ کی طرف سے حضرت قاضی صاحبؒ بے شمار روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے تحدیثِ نعمت کے طور پر حضرت شاہدولہ صاحب کے مزار پر ایک خوبصورت گنبد تیار کروایا جس کی تفصیل حکیم عبداللطیف عارف صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"دربار شاہدولہ صاحبؒ سے جو فیض آپ کو حاصل ہوا۔ آپ یہ خواہش رکھتے تھے کہ اپنی زندگی میں اس پر ایک خوش نما قبہ تیار کرائیں۔ چنانچہ سجادہ نشینانِ دربارِ اقدس کے مشورہ سے ۱۸۹۴ء میں یہ کام شروع کرا دیا گیا۔ استاذ المکرم حکیم محمد سعید صاحب روڑس والے اور مستری غلام علی صاحب گجرات والے اس کام پر نگران مقرر کئے گئے۔ پہلے حضرت شاہدولہ صاحبؒ کے مزار کا تعویذ بہت بلندی پر تھا جسے باحتیاطِ تمام نیچے پر لایا گیا۔ پھر اس پر گنبد تیار کر کے مقبرہ کی چار دیواری بنوا دی۔ اس مقبرہ کی تیاری کے دوران میں بڑے بڑے عقیدت مند افسران اور دوسرے معززین استاذی مرحوم کے اپنے سروں اور کندھوں پر گارا، چونا اور اینٹیں ڈھونے کا کام کرتے رہے۔ جو اپنے ہاتھوں مزدوروں کا کام کرتے ہوئے ایک قسم کی کیف آفرین روحانی لذت محسوس کرتے تھے۔" [5]

حضرت قاضی صاحبؒ کی وفات کے بعد سجادہ نشینوں نے حضرت شاہدولہ صاحب کے مزار مبارک پر قبہ کی تعمیر میں مزید اضافہ کیا جس کا ذکر حکیم صاحب اس طرح کرتے ہیں۔

---

[4] ایضاً جلد دوم ص ۲۱۹

[5] سوانح حضرت قاضی سلطان محمود تالیف حکیم عبداللطیف عارف ص ۱۱-۱۲

"موجودہ قبہ دوبارہ حضرت شاہ دولہ صاحب کے سجادہ نشینوں نے ۱۹۲۶ء میں اسی گنبد کے اوپر تعمیر کرایا ہے۔ نیچے کا گنبد بدستور صحیح و سلامت ہے۔ جدید گنبد کی تاریخ عیسوی اور ہجری میں نے ایک ہی شعر میں لکھی تھی ؎

شمار از پئے ہجری جملہ اعداد

ز سال نوزدہ صد بیست و شش[۶]

حضرت شاہ دولہ صاحبؒ کے مزار مبارک کے علاوہ آپ نے پاک و ہند کے تمام بزرگان دین کے مزاراتِ عالیہ کی زیارت کی اور روحانی برکات و فیوض حاصل کئے۔ لاہور، ملتان، اجمیر شریف، کلیر شریف، سرہند شریف، سیالکوٹ، تور ڈھیر شریف دہلی، پانی پت غرض کہ ہر جگہ آپ پہنچے۔ اور فیض یاب ہوئے۔ لیکن حضرت شاہ دولہ صاحب کے علاوہ آپ کو حضرت غوث بہاؤالحق ملتانی، حضرت طاتوح، جن کا مزار شیخ چوگانی (گجرات) میں واقع ہے اور حضرت طانوح کے بھائی جن کا مزار بھکو کھر (گجرات) سے متصل ایک ٹیلہ پر واقع ہے اور حضرت عبداللہ غازی (المعروف دمڑی والے) دربار کھڑی شریف (آزاد کشمیر) سے خصوصی نوازشات اور برکات حاصل ہوئیں۔

ملتان کے سفر اور حضرت بہاؤالدین سے روحانی فیض حاصل کرنے کا ذکر نواب معشوق یار جنگ صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

حضرت شاہ دولہ صاحبؒ کی طرف سے ملتان جانے کا اشارہ ہوا۔ آپ پیدل ملتان روانہ ہوئے۔ تیسری شب لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کی خانقاہ میں گذری۔

---

۶ ۔ ایضاً ص ۱۲

وہاں سے آپ ریل پر سوار ہو کر ملتان روانہ ہوئے۔ ملتان پہنچ کر اس مسجد میں قیام فرمایا جہاں مولوی عبدالرحمٰن صاحب درس دیا کرتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد جب آپ حجرہ میں تشریف لے گئے تو حضرت غوث بہاءالحق صاحب سپاہیانہ لباس میں نظر آئے اور آپ سے باتیں شروع کیں۔ حضرت غوث علیہ الرحمت نے آپ کو ایک بڑے حجم کی کتاب عطا فرمائی۔ اور کہا یہ "راہِ حق" ہے۔ پھر دو بڑے آم دیئے کہ یہ خاص ملتان کا تحفہ ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان آموں سے مراد سورۂ یوسف اور سورۂ یٰسین تھی۔ اس کے بعد حضرت غوثؒ نے رخصت فرمایا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ جھنگ اور چنیوٹ کے راستے پیدل روانہ ہوئے اور گیارھویں روز گجرات پہنچے"۔ ؎

حضرت طانوح علیہ السلام کے مزارِ مبارک کے متعلق سید اکبر علی شاہ صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"موضع شیخ چوگانی کے قریب دریائے چناب کے کنارے کے قریب ایک بلند ٹیلہ پر حضرت طانوح علیہ السلام کا مزار پرانوار ہے۔ حضرت قاضی صاحب مرحومؒ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ حضور یعنی حضرت طانوح علیہ السلام پیغمبر تھے اور بنی نوع آدم کی تخلیق کے شروع شروع زمانہ ہی میں اس طرف مبعوث فرمائے گئے۔ حضرت قاضی صاحب کے زمانہ میں ان کی قبر کچی تھی۔ قاضی صاحب مرحوم اکثر اس مزار پر حاضر ہوتے رہتے تھے اور فیض باطنی حاصل کرتے رہتے تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ کے ایماء سے حضرت سائیں

؎ مقاماتِ محمود تالیف نواب عشوق یار جنگ ص ۱۴۸ تا ۱۵۰

گوہرالدین اس مزار پر اکثر حاضر ہوا کرتے تھے" ۸؎

"موضع ملہو کھوکھر (ڈیرہ بابا جنگو شاہ صاحبؒ) کے قریب ایک ٹیلہ پر ایک قبر ہے۔ جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حضرت طالوت علیہ السلام کے بھائی کی قبر ہے۔ قاضی صاحب مرحوم اس قبر پر اکثر حاضر ہوا کرتے اور سننے میں آیا ہے کہ ان کی وساطت سے حضرت قاضی صاحب کو دربار رسالت میں بازیابی حاصل ہوئی تھی" ۹؎

حضرت غازی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مقدس سے حضرت قاضی صاحب کو خاص تعلق تھا۔ اور اس سلسلہ میں آخری عمر تک دربار کھڑی شریف حاضر ہوتے رہے۔ ملک محمد ٹھیکیدار صاحب لکھتے ہیں۔

"حضرت جناب قدوۃ الکاملین، عمدۃ العارفین حضرت قاضی صاحب آوان شریف نے فرمایا تھا کہ حضرت پیر غازی قلندر کا دریائے فیض ناپیدا کنار ہے۔ حسب روایت ضرور صحیح ہے کہ یہ فیض آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت سے ملا ہے۔ ہر سال چند مرتبہ حضرت قاضی صاحب دربار کھڑی شریف زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور تجلی انوار روحانی حضرت ڈمری والا صاحب سے فیض یافتہ تھے۔ اکثر ارشادات باطنی حضرت غازی قلندر کا جناب قاضی صاحبؒ کی زبان مبارک سے انکشاف ہوتا رہا۔ آپ نے حضرت غازی قلندر سے بعض امورات کا استفسار فرما کر ارشاد حاصل کیا تھا" ۱۰؎

۸؎ گوہر منیر خطی نسخہ ص ۸۷

۹؎۔ ایضاً ص ۱۷

۱۰؎ سیف الملوک لاہور ۱۹۲۲ء ص ۵۰۵ - ۵۰۶

فیوض و کرامات

کرامت کی تعریف کسی شے کا عادتِ جاریہ کے خلاف وقوع میں آنا خرقِ عادت کہلاتا ہے۔ مثلاً ایک شے کو وجود میں لانے کے لئے مسبّب کی طرف سے ایک سلسلۂ اسباب و علل مقرر ہے۔ اگر وہ چیز اس طریق کے بغیر ظہور میں آئی تو اسے خرقِ عادت کہیں گے۔ اگر نبیؑ سے خرقِ عادت ظہور میں آئے تو اصطلاحِ شریعت میں اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اور اگر ولی سے ظاہر ہو تو اسے کرامت کا نام دیتے ہیں۔ کرامت کے ذریعے ولی دراصل اپنے نبی کی تصدیق کرتا ہے۔ کیونکہ اسی کی اتباع سے اسے یہ شرف حاصل ہوتا ہے۔ اولیاء کرام سے بے شمار کرامتیں ظہور میں آئی ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کی بھی درجنوں کرامتیں مشہور و معروف ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

حکیم عبداللطیف عارف اپنی مختصر سی تالیف "سوانح حیات حضرت قاضی سلطان محمود" میں "فیوض و کرامات" کے باب رقم طراز ہیں۔

مہاراجہ کشمیر پرتاب سنگھ کیلئے دعا "بیسویں صدی کے ربع آخر میں حکومتِ ہند نے مہاراجہ کشمیر کو کلکتے طلب فرمایا تو مہاراجہ صاحب تاڑ گئے کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ دو مرتبہ حیلے بہانے کر کے ٹال دیا۔ آخر وائسرائے بہادر نے مجبور کیا تو مہاراجہ صاحب سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔

پھر دریافت فرمایا کہ اس وقت کون صاحب کمال بزرگ ہیں۔ جن سے دعا کرائی جائے کہ یہ بلا ٹلے۔ ایک شخص نے آپ کا پتہ دیا۔ قاضی صاحب (ان دنوں) دربار حضرت شاہدولہ صاحبؒ میں تشریف فرما تھے۔ مہاراجہ کشمیر نے اپنا آدمی بھیجا۔ پیر جعفر شاہ صاحب مرحوم نے مہاراجہ صاحب کا آدمی آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ مہاراجہ صاحب کو کہہ دو کہ تین باتوں پر عمل کرے، اللہ تعالےٰ مشکل آسان کر دے گا۔

۱ ۔ مسلمانوں پر ناجائز سختی نہ کرے۔

۲ ۔ اذان کی بندش نہ رہنے دے

۳ ۔ نکاح کے وقت ان سے ناجائز فیس نہ لے۔

اور جب تک ان کا اعلان نہیں ہوگا۔ اس کی مشکل بھی حل نہیں ہو سکے گی۔ یہ سن کر مہاراجہ کا ایلچی واپس چلا گیا اور آپ کا فرمان عرض کر دیا۔

مہاراجہ صاحب نے یہ سنتے ہی ملک میں منادی کرا دی اور اس قسم کی بندشیں دور کرا دیں۔ اور پھر وہی قاصد آپ کی خدمت میں بھیج دیا کہ حکم کی تعمیل ہو گئی ہے۔

ادھر مہاراجہ صاحب کو (کلکتے سے) تار پر تار آتے تھے کہ جلدی پہنچو۔ مہاراجہ صاحب اتنے میں تیار ہو کر جموں سے ایک پڑاؤ آگے نکل آئے تھے کہ رات کے دو بجے ڈپٹی کمشنر صاحب سیالکوٹ ہمراہی بارہ سواروں کے مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وائسرائے کی طرف سے یہ خاص مسرت افزا پیغام سنایا کہ مہاراجہ کلکتے آنے کا ارادہ ترک کر دیں۔ پھر دیکھا جائے گا۔ یہ خبر فرحت اثر سنتے ہی مہاراجہ صاحب نے شادیانے بجوائے اور واپس جموں چلے گئے۔ اور قاصد کو حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجا کہ اگر اجازت ہو تو بندہ حاضر خدمت ہو کر نیاز حاصل کرے۔ آپ نے

فرمایا۔ یہاں تشریف لانے کی تکلیف نہ کریں۔ اس وقت سے مہاراجہ صاحب نے فرمان صادر کیا کہ قاضی صاحبؒ اور اُن کے خاندان کے لیے کسی چیز کی ریاست میں درآمد برآمد پر کوئی محصول نہ لیا جائے [1]

اس واقعہ کے بعد جب تک مہاراجہ پرتاب سنگھ زندہ رہا۔ اس کے عقیدت مندانہ تعلقات دربار آوان شریف سے قائم رہے اور حضرت قاضی صاحبؒ مسلمان رعایا کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں جو مشورے اسے دیتے ان پر عمل کرتا۔ جناب صاحبزادہ مظہر الحق صاحب ابن حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پرتاپ سنگھ کا ایک خط موجود ہے۔ جس میں مہاراجہ نے حضرت قاضی صاحبؒ کے ان مشوروں پر عمل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔ خط فارسی زبان میں ہے۔ اور دربار کے کاتب نے اسے نفیس نستعلیق خط میں تحریر کیا ہے۔ خط کے آخر میں مہاراجہ کے انگریزی زبان میں دستخط ہیں۔ خط کی عبارت یہ ہے۔

"کاشفِ مکاشف امورِ ربانی واقف مواقف امورِ تیرۂ دانی حضرت قاضی صاحب زاد برکاتہم۔ بعد اظہار مراتب آداب و تسلیمات ہا بکشوف ضمیر بیضا تنویر گردانیدہ می آید۔ عنایت نامہ مکرمت شامہ شرفِ نزول آوردہ باعثِ افتخار گشت، نصائح کہ بنظرِ بہبودی و ترقی ریاست زیب تسطیر یافتہ بود۔ شکریہ آں از تہ دل بجا می آرم۔ و بہر حال بر آں پابند ہستم در امور سلطنت مابین ہندو مسلمان گاہے تفاوتِ خیال نمی کنم۔ و بہبودی طرفین

---

[1] سوانح حضرت قاضی سلطان محمودؒ تالیف حکیم عبداللطیف عارف ۱۹۷۱ء گجرات ص ۱۰-۱۱

مدِ نظر دارم" الا حصیر این امور بر سر اقتدار است و امید واثق آں ست کہ آنجناب برائے ترقی مدارج و ازدیاد اقتدار در حق نیاز مند دعا خواہند فرمود۔ و باقی امور حال نیاز ہذا مفصل زبانی عرض خواہد کرد ۔

عرض حاجت در حریم حضرتت محتاج نیست
راز کس مخفی نماند بر دلِ داناۓ تو

اگرچہ اس موقع پر تو حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے پرتاپ سنگھ کو آوان شریف حاضر ہونے سے منع کر دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد مہاراجہ کو کئی بار زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

"مناقب محمودی کے مصنف حکیم مولوی احمد دین کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں":

"راجہ رنبیر سنگھ کا انتقال ہو گیا تو مہاراجہ پرتاپ سنگھ والئی ریاست ہوا۔ اسے بھی اپنے باپ کی طرح حضور کی قدمبوسی کا بہت شوق تھا۔ اور خوش نصیبی سے اس کی یہ تمنا پوری ہوئی اور کئی بار حاضری کا موقع ملا۔ ایک دفعہ سیالکوٹ میں منصف عبدالرحمن صاحب کے مکان (رمیانہ پورہ سیالکوٹ) میں اُسے شرفِ قدم بوسی حاصل ہوا۔ اور ایک دفعہ نیلی ماگی کے ریلوے سٹیشن پر آپ سے ملاقات ہوئی۔ جب حضورؒ اٹھے تو مہاراجہ نے پاپوش مبارک اٹھا کر سامنے رکھیں اور رخصت ہوتے وقت ادب کے خیال سے مصافحہ نہ کیا۔ بلکہ ہاتھ کپڑا لپیٹ کر زانوئے مبارک کو چھوا۔ مہاراجہ سے جب کسی نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ ان ہاتھوں سے حضرت کی جوتیاں اٹھا چکا ہوں۔ اب اس قابل نہ تھے کہ ان سے دستِ مبارک کو چھوتا۔ مہاراجہ کی ملاقات کا ذکر آپ مولوی عبدالقادر صاحب" سے ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"ملاقاتِ مہاراجہ بسیار خوب شد کہ للہ بود نہ درہمے نہ دینارے حمد بسیار حمد"[2]

اب رہا یہ امر کہ مہاراجہ کو کلکتہ کیوں طلب کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مہاراجہ کی نالائقی کی وجہ سے ریاست بدنظمی کا شکار ہو گئی تھی۔ رشوت عام تھی۔ خزانہ خالی ہو چکا تھا وائسرائے نے مہاراجہ کو لکھا۔

"آپ کی ریاست کے فراواں وسائل کے باوجود ریاست کا خزانہ خالی ہے اور ہر محکمے اور ہر دفتر میں رشوت اور بدنظمی کا زور ہے۔ جناب عالی اب تک ادنیٰ اور نالائق مصاحبین میں گھرے ہوئے ہیں"[3]

بہر حال اس مصیبت کے ٹلنے کے بعد مہاراجہ سنبھل گیا اور ریاست میں امن و امان اور خوش حالی کا دورہ ہو گیا۔

میاں عبدالباری کی وطن واپسی میاں صاحب ۱۹۱۴ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کے طالب علم تھے کہ اپنے چند طالب علم ساتھیوں کے ساتھ گورنمنٹ ہند سے بغاوت کرتے ہوئے کابل کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس پر میاں صاحب کے والد منصف غلام جیلانی اور والدہ بہت پریشان ہو گئے۔ والد مرشد پاک کی خدمت میں آوان شریف حاضر ہوئے اور عبدالباری کی واپسی کے لئے دعا کرنے کی استدعا کی تو حضرت نے فرمایا۔

۲۔ مناقب محمودی تالیف نواب معشوق یار جنگ خطی جلد دوم ص ۲۸۸

۳۔ ہفت روزہ نصرت لاہور کشمیر نمبر فروری ۱۹۶۰ء ریڈروس جیرودس ص ۷۶

"ہر روز چار سیر گندم پیسا کرو' اور یہ وظیفہ ساتھ پڑھا کرو۔ آٹا غریبوں میں بانٹ دیا کرو۔ عبدالباری واپس آ جائے گا۔"⁴

میاں غلام جیلانی منصف تو گھر آ کر وظیفہ میں مصروف ہو گئے۔ لیکن میاں صاحب کی والدہ (شہر بانو) زیادہ ہی بے قرار ہو گئیں۔ اور آداں شریف حاضر ہو کر بیٹے کی جلد واپسی کے لئے عرض کیا۔ تو حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"شہر بانو! اگر تم اپنے بیٹے کی واپسی جلدی چاہتی ہو تو اس حالت میں آئے گا کہ اس کے ہاتھوں پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی۔ اور اگر صبر کرو تو اس حالت میں آئے گا کہ اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ہوں گے لیکن میاں صاحب کی والدہ بضد رہیں کہ ان کا بیٹا جلدی بلا کر دیا جائے وہی ہوا کہ عبدالباری صاحب ایران میں گرفتار ہوئے اور انگریز انہیں بیڑیاں پہنا کر ہندوستان میں لائے"⁵

مایوس مریض کو صحت

حکیم عبداللطیف عارف صاحب تحریر کرتے ہیں

" حافظ فضل احمد صاحب رئیس گجرات نے ۱۹۰۴ء کا واقعہ بیان کیا کہ میں دو سال تک بیماری کی تکلیف میں مبتلا رہا۔ بہتیرے علاج کئے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میرے والدِ بزرگوار نے حضرت قاضی صاحب سے عرض کیا

---

۴ ا۔ روایت حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب
ب۔ مکتوب سردار علی احمد خاں بنام راقم الحروف ۱۱ر ستمبر ۱۹۷۴ء

۵ مکتوب میجر معین باری بنام مرتب کتاب ہذا ۲۲ر اپریل ۱۹۸۰ء

کہ فضل احمد کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ خود تشریف لائے اور فرمایا۔ اچھا تم بھی دعا کرو۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت دعا فرمائی جس کے بعد میں نے علاج بند کر دیا۔ اور خدا کے فضل سے بالکل تندرست ہو گیا [6]

ملک محمد ٹھیکیدار کو حضرت کی دعا سے صحت ہو گئی

ملک محمد ٹھیکیدار صاحب بیان کرتے ہیں۔

"حضرت قبلہ (میاں محمدؒ مصنف سیف الملوک) مرحوم نے انتقال فرمایا تو خاکسار کی نظروں میں جہان تاریک ہو گیا۔ خواب و آرام جاتا رہا۔ دل میں سخت درد اور غم پیدا ہو گیا۔ اسی غم میں دو ہفتہ کے بعد سخت بیمار ہو گیا۔ ایک ہفتہ تک بیہوش رہا۔ ڈاکٹر اور یونانی حکیم علاج کرتے تھے۔ خاکسار کی موت کی خبر شہر و اطراف میں پھیل گئی۔ آخر ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب اسسٹنٹ سرجن نے میرے ورثا کو خبر دے دی کہ اب زندگی کی امید کم ہے۔ کسی سے حساب کتاب کا معاملہ ہو تو دریافت کر لو تمام گھر میں گریہ و زاری کی آواز آ رہی تھی۔ ناگاہ جناب قدوۃ الصالحین فخر الاولین و آخرین حضرت قاضی صاحبؒ آدال شریف سے جہلم تشریف لائے۔ اسٹیشن ریل پر کسی نے آپ کو خاکسار کی بیماری کی خبر دی۔ اس وقت ابر و باراں کا نزول تھا ترشح ہو رہی تھی۔ آپ نے میری بیماری کی خبر سن کر سیدھے خاکسار کے غریب خانہ پر قدم رنجا فرمایا۔ میں سخت بے ہوش تھا۔ میرے شانہ پر دستِ شفقت پھیر کر فرمایا۔ یہ میاں صاحب کی نشانی ہے اور پانی پر دم کر کے مجھے پلایا۔ اسی وقت سے بیماری کی حالت

---

[6] سوانح حضرت قاضی سلطان محمودؒ مرتبہ حکیم عبداللطیف عارف ص ۱۱

رو بہ صحت ہوتی گئی۔ بعدازاں چند روز ہی میں تندرست ہو گیا۔[۷]

بیوی بھی مسلمان ہو گئی

سید محمد سعید شاہ صاحب ساکن دو بو ملتانی ضلع قصور حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت سائیں محمد دین صاحبؒ جالندھری کی زبانی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

" ایک سکھ مسلمان ہو گیا۔ لیکن اس کی بیوی ایمان نہ لائی اور اپنے میکے چلی گئی۔ سکھ مذکور حضرت قاضی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا تو میری بیوی کو بھی مسلمان کر دو" یا میں دوبارہ سکھ مذہب اختیار کر رہا ہوں۔ حضرت صاحبؒ یہ سن کر مسکرائے اور کہا خدا خیر کرے گا۔ واپسی پر گجرات میں سائیں کرم الٰہی (عرف کانواں والی سرکار) کو سلام کرتے جانا۔ جب وہ نومسلم سکھ سائیں صاحب کے پاس پہنچا تو سجدے میں گر گیا سائیں صاحب اٹھے۔ اس کی پیٹھ پر اپنی مطہر ڈنڈا زور سے ماری اور کہا یہ کیا کر رہا ہے۔ اور پھر حسب سابق اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ نومسلم کو سخت غصہ آیا کہ عورت بھی گئی۔ اور مار بھی کھائی۔ اس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، غصہ سے سائیں صاحب کی ران پر دے ماری اور جب دوسری مرتبہ مارنے لگا تو سائیں صاحب پکار اٹھے جا وہ گھر آ گئی ہے اور مسلمان ہو گئی ہے۔

چنانچہ وہ گھر واپس آیا تو دیکھا کہ وہ دروازے پر کھڑی ہے اور ہاتھوں پر آٹا لگا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کیسے آئی ہے۔ اس نے کہا ایک بابا پکڑ کر لے آیا ہے اب جلدی مسلمان کر لو۔[۸]

۷۔ سیف الملوک جہلمی چھاپہ لاہور ۱۹۲۳ء ص ۴۸۸

۸۔ مکتوب سید محمد سعید شاہ بنام ماسٹر محمد سعید لاہوری ۲۲ جنوری ۱۹۸۴ء

شیر مر گیا | سید محمد سعید صاحب ایک اور کرامت سائیں محمد دین صاحب کی معرفت اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"ایک دفعہ حضرت قاضی صاحبؒ پہاڑوں پر سفر کر رہے تھے۔ شام ہو گئی تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گاؤں سے باہر ایک مسجد میں ڈیرہ لگا لیا۔ گاؤں والوں کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ یہاں رات کو اکثر شیر آتا ہے۔ اس لئے آپ گاؤں میں چلے آئیں۔ ایسا نہ ہو کہ شیر نقصان کر جائے۔

حضرت قاضی صاحبؒ نے فرمایا۔ آپ کی مہربانی، اللہ فضل کرے گا۔ ہم یہاں ہی رہیں گے۔ چنانچہ حضرتؒ کے ساتھی تو سو گئے۔ لیکن وہ خود عبادت میں مشغول ہو گئے نصف شب کے قریب شیر چھلانگ لگا کر مسجد میں آیا تو حضرت نے واپس جانے کا اشارہ کیا۔ شیر زور سے دھاڑا اور واپس چلا گیا۔ اسی طرح دو اور مرتبہ آیا اور دھاڑ کر واپس چلا گیا۔ گاؤں والوں نے جب شیر کے تین مرتبہ دھاڑنے کی آواز سنی تو وہ سمجھے کہ شیر باری باری تینوں مسافروں کو لے گیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو گاؤں والے مسجد میں آئے تو مسافروں کو بخیریت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لوگوں نے مسجد کے دروازے سے باہر دیکھا تو خون کے قطروں کی ایک لکیر پہاڑ کی سمت جا رہی ہے۔ لوگ اس طرف چل پڑے۔ تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ شیر مرا پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر گاؤں والے حضرت کے قدموں میں گر گئے اور بہ صد اصرار غلاموں میں داخل ہو گئے" [9]

مشہور آرٹسٹ ایم اسماعیل کی درازی عمر کے لئے دعا | "بھاٹی گیٹ کے میاں عمر بخش کی اولاد زندہ

[9]: ایضاً

نہیں بچتی تھی ۔ جو بھی بچہ پیدا ہوتا ۔ سال دو سال یا اس سے بڑا ہو کر پیارا ہو جاتا ۔ اس طرح عمر بخش صاحب کے چھ سات بچے داغِ مفارقت دے گئے ۔ جب محمد اسمٰعیل پیدا ہوئے تو ان کے ایک دوست نے مشورہ دیا کہ بیٹے کو آوان شریف حضرت قاضی صاحبؒ کے پاس لے جاؤ ۔ وہ مستجاب الدعوات ہیں ۔ ان سے بچے کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کراؤ ۔ چنانچہ جب محمد اسماعیل دو تین سال کے ہوئے تو عمر بخش انہیں آوان شریف لے گئے اور حضرت قاضی صاحبؒ سے بچہ کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی ۔ حضرت نے دعا کی اور اپنا لعابِ دہن انگشت کی مدد سے بچہ کے منہ میں لگایا ۔ اس بچہ نے بعد میں فلم آرٹسٹ اور کیریکٹر ایکٹر کی حیثیت سے بہت شہرت پائی ۔ اور باوجود تمام جذباتی محرکات کے کسی اخلاقی لغزش میں مبتلا نہ ہوا ۔ ایم اسماعیل کا کہنا ہے کہ فلمی دنیا میں شہرت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچنے کے باوجود میں جو گناہ کی زندگی سے بچا رہا تو یہ اس لعابِ دہن کی برکت تھی جو حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنی انگلی سے میرے منہ میں لگایا تھا ۔ اسماعیل صاحب نے کافی عمر پائی وہ اگست ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے اور اکہتر برس کی عمر پا کر نومبر ۱۹۷۵ء میں داصل بحق ہوئے ۔[10]

ہر سال آنے کی شرط نہ لگاؤ

صاحبِ مقاماتِ محمود تحریر کرتے ہیں ۔

" ایک ہندو جے پور (راجپوتانہ) سے اپنے بھائی کو لایا جسے مرگی کی شکایت تھی اور آپ سے عرضِ حال کیا اور کہا کہ ہم ہر سال آتے رہیں گے ۔ آپؒ نے فرمایا

عـ۱۰ مکتوب سلیم اسماعیل ابن ایم اسماعیل بنام راقم الحروف ، ۷ اگست ۱۹۸۴ء

یہ شرط مت لگاؤ۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے۔ آپؒ نے فرمایا دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ سب نے دعا کی۔ اللہ تعالےٰ نے مریض کو شفا بخشی۔ مگر وہ لوگ حسب وعدہ ہر سال نہ آئے۔ اور بیماری پھر عود کر آئی۔ اب یہ لوگ حاضر ہوئے اور آپؒ سے عرض کی۔ آپؒ نے فرمایا ہر سال آنے کی شرط مت لگاؤ۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ آپؒ نے پھر دعا فرمائی جسے اللہ تعالےٰ نے قبول فرمایا اور مریض اچھا ہو گیا اور پھر نہیں آیا۔[11]

مقامات محمودہی میں ہے۔

میٹھا اور ٹھنڈا پانی نکل آیا

"آہی (آدان شریف سے متصل ایک گاؤں) کے ذی وجاہت و معتبر آدمی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں پانی بالکل نہ تھا۔ اور نصف میل سے عورتیں گھڑے بھر کر پانی لاتی تھیں۔ ایک دفعہ جب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس گاؤں سے گذر ہوا تو گاؤں والوں نے آپ سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے وہیں کھڑے کھڑے دعا فرمائی اور پاؤں سے نشان کر کے فرمایا کہ یہاں کھودو۔ گاؤں والوں نے کنواں کھودنا شروع کیا اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بہت میٹھا اور ٹھنڈا پانی نکل آیا۔ کنویں کی تعمیر میں حضرت صاحبؒ نے بھی اپنے پاس سے چار سو روپے بطور امداد بھیجے۔ اب اس میں اتنا پانی ہے کہ آدمی اور مویشی سب پیتے اور آرام سے وقت گذارتے ہیں۔"[12]

صاحب مقامات محمود راوی ہیں۔

---

[11] مقامات محمود بار اول استقلال پریس لاہور سنہ ۱۹۶۴ء ص ۲۶۱ - ۲۶۲

[12] ایضاً ص ۲۶۴

رومال کی برکت

"مستری احمد بخش پہلے وہابی تھے۔ اور اولیاء اللہ کی کرامات کے قائل نہ تھے۔ ایک دفعہ لالہ موسے میں انہیں حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی قدم بوسی نصیب ہوئی اور حضور جب باہر تشریف لے جانے لگے تو وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ راستے میں انگریزوں کا ایک قبرستان تھا۔ وہاں آپ نے ایک قبر کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ایک شہید کی قبر ہے۔ مستری صاحب نے خیال نہ فرمایا کہ جنگ میں دوست و دشمن سب ایک ہی جگہ گرتے اور دفن ہوتے ہیں۔ اور اعتراض کر دیا کہ یہ انگریزوں کا قبرستان ہے اور ایک عیسائی کیسے شہید کہلا سکتا ہے۔ جب آپ کے سمع مبارک تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی اگر کچھ کہے تو اسے بے سوچے سمجھے غلط مت کہو۔ جب حضور اور سب ہمراہی کچھ دور آگے گئے۔ تو آپ نے ایک رومال مستری صاحب کی آنکھوں پر رکھا۔ مستری صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ کشمیر میں اس وقت یہ ہو رہا ہے اور دو تین باتیں انہوں نے اور بھی کہیں۔ آپ نے ان کے سر پر سے رومال اٹھا لیا۔ اور فرمایا کہ مستری جی کیا کہہ رہے ہو۔ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو جس نے یہ رتبہ بخشا ہے۔ اسی کی قسم ہے کہ اس وقت میں کشمیر میں تھا۔ اور جو کچھ میں کہہ رہا تھا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا"[۱۳]

میاں عبدالحق جہاں زیب آپ کی دعا سے پیدا ہوئے

"صاحب زادہ عبدالنذیر صاحب دربار ٹوڈیر شریف فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب قدس سرہ کے ہمراہ

---

۱۳ - ایضاً ص ۲۶۵

سیدو شریف گیا۔ وہاں والئی سوات رعیدالودود میاں گل) نے مجھ سے فرمایا کہ میرے اولاد نہیں ہے۔ حضرت صاحبؒ سے دعا کراؤ۔ میں نے عرض کیا میں حضورؒ کو آپ کے پاس لاتا ہوں۔ آپ خود ان سے فرمائیں۔ غرض کہ حضورؒ سے بادشاہ صاحب نے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں۔ مگر اولاد کسی سے بھی نہیں۔ آپ دعا فرمائیں آپؒ نے فرمایا کاغذ، قلم دوات لاؤ۔ میں نے سب چیزیں مہیا کر دیں۔ آپؒ نے دو تعویز لکھ کر دیئے اور فرمایا کہ دونوں بیویوں کے گلے یا بازو میں باندھ دیں خداوند کریم نے دونوں بیویوں سے بادشاہ صاحب کو اولاد عطا کی۔ موجودہ والئی سوات ان میں سب سے بڑا ہے [۱۴۰]

راقم الحروف	شاہ صاحب آپ کی دوسری بیوی سے پہلی بیوی جتنی اولاد ہوگی

کے والدِ مکرم حضرت حافظ عبداللہ شاہ صاحب کی تمام اولاد ماسوائے ایک لڑکی کے جو ۱۹۱۵ء میں فوت ہوگئی۔ عمر اٹھاون سال کے قریب پہنچ چکی تھی۔ نہایت مایوس اور پریشان تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا۔ شاہ صاحب مایوس نہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی جتنی اولاد فوت ہوئی ہے۔ اتنی ہی مزید اولاد آپ کی قسمت میں لکھی ہوئی ہے۔ آپ دوسری شادی کریں۔ حضرتؒ کے ارشاد اور حکم پر والد صاحب نے اپنے خاندان کی ایک شریف جوان لڑکی سے شادی کر لی۔ اور اس سے اتنی ہی اولاد پیدا ہوئی جتنی کہ پہلی بیوی

---

۱۴۰ مناقب محمودی قلمی ص ۲۲۸ جلد دوم

سے تھی۔ راقم الحروف (سیّد نور محمّد قادری) کے علاوہ میرے دو اور بھائی سیّد گلزار محمد اور سیّد خلیل احمد ہیں۔ اور پانچ بہنیں تھیں۔ جن میں سے تین فوت ہو چکی ہیں۔ والد صاحب کی پہلی بیوی سے بھی پانچ لڑکیاں اور تین لڑکے تھے۔

مرزا احسن رضا علی گڑھی کی لڑکی کو صحت ہو گئی

ایک سنگی مرزا احسن رضا خاں ساکن علی گڑھ کا واقعہ ہے کہ ان کی لڑکی سخت بیمار ہوئی۔ اور وہ بہت پریشان ہو گئے۔ حضور قدس سرہ اس کے خواب میں تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ سورۂ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ پان سو مرتبہ اور اوّل وآخر ایک سو اکتالیس (۱۴۱) بار درود شریف پڑھ کر پانی پر دم کریں اور مریضہ کو پلائیں اور بعد ازاں بکرے کی قربانی (صدقہ) کریں۔ قربانی کا طریقہ یہ ہے کہ وضو کر کے بکرے کے کانوں میں پہلے سیدھی طرف اور پھر بائیں طرف گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر پھونکیں۔ اور کہیں کہ جان کے بدلے یہ جان ہے۔ اس کے بعد بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں۔ اور گوشت غرباء میں تقسیم کریں۔ چند دنوں میں وہ لڑکی تندرست ہو گئی [۱۵]

صوبہ بہار کے ایک شخص کے بیعت ہونے کا واقعہ

نواب معشوق یار جنگ لکھتے ہیں کہ مجھ سے عبد القیوم خاں صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل محکمہ پولیس پنجاب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں آدان شریف گیا تو ایک شخص کو دیکھا جو وضع قطع سے ہندوستانی معلوم ہوتے تھے۔ میں نے ان سے ان کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا۔ میں صوبہ بہار کا رہنے والا ہوں

۱۵ے۔ مناقب محمودی قلمی ص ۵۰

میں نے بہت ریاضتیں کیں۔ اور دعائیں مانگیں کہ یاالٰہی مجھے اپنے کسی خاص بندے سے ملا۔ آخر میری دعا قبول ہوئی اور مجھے خواب میں حضرتؒ کی شبیہ مبارک دکھا کر اشارہ کیا گیا کہ یہ تمہارے پیر ہیں۔ میں حیران تھا کہ یہ صاحب کہاں کے رہنے والے ہیں۔ اور میں انہیں ڈھونڈنے کہاں جاؤں اور جب میں نے لوگوں سے اس کا ذکر کیا اور آپ کا حلیہ بتایا تو انہوں نے کہا یہ پنجاب کے رہتے والے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے کہا لاہور چلوں کہ وہ پنجاب کا صدر مقام ہے۔ وہاں پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ میں لاہور آکر حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار میں ٹھہر گیا۔ وہاں اتوار کے روز مولوی عبدالقادر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میرا حال پوچھا۔ میں نے سب حال کہہ دیا۔ وہ سنتے ہی وجد میں آگئے اور فرمایا میرے ساتھ چلو تمہیں تمہارے پیر سے ملا دوں۔ انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے رخصت کی درخواست لکھی اور دفتر میں بھیج دی۔ اور مجھے لے کر آوان شریف آئے۔ حضورؒ کے حجرہ کا دروازہ بند تھا۔ انہوں نے کنڈی کھٹکھٹائی تو اندر سے آواز آئی عبدالقادر۔ جواب دیا جی ہاں! حضور نے پوچھا وہ بھی آگیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ جی ہاں! وہ بھی حاضر ہے۔ آپ نے اندر بلایا اور مجھے گلے لگا لیا اور فرمایا تین مہینے یہاں رہو۔ چنانچہ میں ابھی تک یہاں ٹھہرا ہوا ہوں [16]

---

[16] ۔ مناقب محمودی قلمی جلد دوم ص ۳۹۲ - ۳۹۴

ملفوظات و مکتوبات

اولیائے کرام کے ملفوظات و مکتوبات منبع فیض و ہدایت ہیں۔ جہاں حاضرین مجلس ملفوظاتِ عالیہ سے رشد و ہدایت پاتے ہیں۔ وہاں دور افتادہ فراق زدہ مکتوبات کے ذریعے رہبری و رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ بعد میں یہ دونوں چیزیں آئندہ نسلوں کے لئے سرمۂ بصیرت بن جاتی ہے۔ اور مشعلِ راہ کا کام دیتی ہیں۔ اس وقت عربی فارسی اور اردو میں ملفوظات و مکتوبات کے سینکڑوں مجموعے ہیں۔ جو فیض و ہدایت کا منبع و مخزن ہیں۔ بدقسمتی سے حضرت قاضی صاحبؒ کے بہت کم ملفوظات و مکتوبات ہم تک پہنچے ہیں۔ کچھ ملفوظاتِ مناقب محمودی کی دوسری جلد میں درج ہیں۔ اور کچھ مکتوبات بھی اسی جلد میں ملتے ہیں۔ جو بعد میں مقاماتِ محمود میں شائع ہوئے ہیں حضرتؒ کے چند مکتوبات راقم الحروف کے پاس بھی محفوظ ہیں۔ یہ باب ان ہی ملفوظات و مکتوبات سے مکمل کیا جا رہا ہے۔

(۱) خان بہادر غلام احمد خاں سابق مشیرِ مال ریاست جموں و کشمیر نے پڑھنے کے لئے کسی وظیفہ کے لئے عرض کیا تو فرمایا۔

"تمہارے لئے یہی وظیفہ کافی ہے کہ اپنا فرضِ منصبی اچھی طرح ادا کرو۔ اور رعایا کے ساتھ حق و انصاف سے کام لو" [۱]

---

[۱] مناقبِ محمودی خطی جلد دوم ص ۲۷۵

ایک اور موقع پر ان ہی سے فرمایا۔

"جو کچھ قرآن پاک میں اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے اور جس طرح احادیث پاک میں جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کرنا بتایا ہے۔ ہم پر اور تم پر لازم ہے کہ اس پر پختگی کے ساتھ عمل کریں" [2]

حکیم احمد دین صاحبؒ سے ارشاد کیا۔

"ایک ساعت بلکہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرنا۔ ہر ساعت ایک متاعِ گراں بہا ہے جو پھر ہاتھ نہیں آئے گی" [3]

چوہدری اللہ داد سے فرمایا۔

"والدین کے حقوق کا ہمیشہ خیال رکھنا۔ وہ کیسے ہی ہوں۔ ان کا حق اولاد کی گردن پر ہے۔ یہ کبھی نہ سمجھنا کہ حق ادا ہو گیا ہے۔ علم بے شک بڑی افضل نعمت ہے لیکن والدین کے حق سے کوئی بری الذمہ نہیں ہو سکتا" [4]

سید شہاب الدین شاہ صاحبؒ نے زمانہ کی سرد مہری کا ذکر کیا تو ارشاد ہوا۔

اگر سہام زمانہ ترا نشانہ کند
امان بہ حصارِ حصینِ مصطفوی [5]

---

[2] مناقبِ محمودی خطی جلد دوم ص ۴۲۴

[3] ایضاً ص ۴۲۷

[4] ایضاً ص ۴۲۹

[5] ایضاً ص ۴۲۴

مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن نیڈی سرہال سے کہا۔

"و سالکان ایں مسلک را شغلِ ظاہریہ از تعلیم و تعلم نیست"۔[56]

عبدالجبار خاں صاحب سے فرمایا۔

"خدائے عزوجل کے خاص بندوں اور عشاق نے کسبِ حلال سے رزق پیدا کر کے جانی اور جسمانی ریاضتوں میں صرف کیا ہے۔ تب کہیں محبوبِ حقیقی کا جلوہ نظر آیا ہے"۔[57]

مرزا عظیم بیگ چغتائی صاحب مرتب گجرات گزیٹر (اس گزیٹر کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔ جس کی ایک کاپی قریشی احمد حسین صاحب پروفیسر گورنمنٹ زمیندار کالج کے کتب خانہ میں محفوظ ہے) سے ارشاد فرمایا۔

"خلق اللہ کے کاروبار کی حفاظت و نگرانی ایک نعمت عظمیٰ ہے اس میں بہت حوصلہ اور کوشش سے کام لینا چاہیئے"۔[58]

نواب معشوق حسین خاں صاحب نے عرض کیا کہ اگر مرشد خواب میں کچھ فرمائے تو کیا اس کی تعمیل واجب ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا۔

"اگر دل گواہی دے تو کرو۔ ورنہ نہیں۔ دل محل اسرارِ الٰہی ہوتا ہے! اس کی گواہی کبھی جھوٹی نہیں ہوتی۔ یوں تو شیطان کو اللہ تعالےٰ نے بہت قدرت دی

۵۶: مناقب محمودی خطی جلد دوم ص ۴۲۶

۵۷: " " ص ۴۴۴

۵۸: " " ص ۴۴۰

ہے لیکن دل کے اندر اسے دخل حاصل نہیں اللہ تعالیٰ نے "یوسوس فی صدور الناس" فرمایا ہے فی القلوب نہیں۔ صدور سے مراد حوالئ قلب ہے۔ چنانچہ وہ حوالئ قلب میں وسواس پیدا کرتا ہے" ۹؎

مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری سے فرمایا۔

"حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں جب جاؤ تو پانی کے ڈول ضرور کھینچو۔ تھوڑے زیادہ کی قید نہیں۔ یہ حضوری قلب کے لئے حیلے اور تدبیریں ہیں۔ اس کا ضرور ثمرہ ملے گا" ۱۰؎

ایک دفعہ آپ آوان شریف سے پیدل گجرات آ رہے تھے۔ تو موضع چیچیاں کے ایک شخص شمس الدین نے آپ کا راستہ روک لیا اور عرض کیا کہ میں نے زمین رہن لی ہوئی ہے۔ اس سے پیداوار حاصل کرنے کے لئے سخت گرمی میں ہل چلاتا ہوں مشقت کرتا ہوں۔ تب کہیں جا کر کچھ حاصل کرتا ہوں۔ کیا یہ پیداوار مجھ پر حلال ہے یا حرام۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

"میاں شمس دین خنزیر کو جس چھری سے بھی ذبح کیا جائے۔ اس کا گوشت حرام ہی رہتا ہے" ۱۱؎

ایک صاحب سے ارشاد فرمایا۔

۹؎ مناقب محمودی خطی جلد دوم ص ۴۱۲

۱۰؎ " " " ص ۳۳۸

۱۱؎ گوہر منیر قلمی مرتبہ اکبر علی شاہ ص ۱۹

"عرفانِ نفس موقوف است بر تہذیبِ نفس و غلبۂ او وایں بہ بیعت حاصل باشد" [۱۲]

مکتوبات

آپ کا سب سے پہلا خط جو اس وقت تک محفوظ ہے۔ وہ میرے والد مکرم سید نا حافظ عبداللہ شاہ صاحبؒ کے نام ہے۔ یہ خط ۱۸۹۱ء میں لکھا گیا تھا حافظ صاحب جناب قاضی صاحبؒ کے مخلص مرید اور خلیفہ تھے۔ خط فارسی انشاء کا عمدہ نمونہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ [۱۳]

"مشفق ارفق حضرت بابرکت شاہ جیو صاحب سیالکوٹی یلٹن ۱۹

السلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

اما مسمی میاں محمد دین متوطن چک خونی متصل گجرات یا عزیزی" حاجے"[۱۴]

---

[۱۲] مناقب محمودی جلد دوم ص ۴۸۴

[۱۳] مملوکہ راقم الحروف سید نور محمد قادری

[۱۴] مندرجہ بالا خط حضرت قاضی صاحبؒ نے دربار حضرت شاہدولہ صاحبؒ گجرات سے لکھا تھا۔ اور اس وقت وہ پروفیسر محمد شریف کنجاہی کے نانا مولوی حافظ غلام احمد صاحب خطیب مسجد دربار شاہدولہؒ کے پاس مقیم تھے۔ جو کچھ حضرتؒ نے لکھا اس کی اردو میں تشریح حافظ غلام احمد صاحبؒ نے خط کی پشت پر لکھی ہے۔ جس کی تلخیص حسب ذیل ہے۔

"مسمات" صاحبے" حضرت صاحب کے ایک عزیز مرید کی بیٹی ہے جو چک

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

دو بار ستم بے حد روا نمودہ ارادہ ثالث موقوف بر استصلاح رکنِ فنونِ عجیبہ و قانونِ دنیا و دین شیخ صاحب فضل الٰہی[15] جو اپیل نویس (لازال اسمہ مفیضاً علی المسمّٰی) می دارد و بیائش ایقاعِ مغلظ طلاق ظلماً و ناحق بر عفیفہ و معصومہ! جو مقدمہ بعدالت شرعی و عدلی گجرات و نتیجۂ یاس ازہر دو، مصر باپیل۔ بآن صاحب (شیخ فضل الٰہی) عرضِ سلامِ مسکینے فرمودہ اظہارِ عرض فرمائید تاکہ امدادِ ظلمہ بوقوع نیاید۔ خط بسیار ظاہر نکنند و بہ شیخ صاحب گفتگو بہ طریقِ خفیہ تاکہ صاحبِ بالا ازیں سخن مطلع نہ گردد، از حالِ خود و نور چشماں شاہ ولایت و بیگم نور فرحت بخشند و شیخ فتح دین را السلام علیکم

مسکین سلطان محمود، از گجرات ہیت و ہفتم رمضان المبارک

خونی کے امام مسجد محمد دین کے لڑکے سے بیاہی ہوئی تھی۔ اُس لڑکے نے مسمات مذکورہ کو طلاقِ بائن دے دی اور پھر بعد میں اپنی شر پسند طبیعت سے مجبور ہو کر محمد دین مذکور نے عدالت میں دعوے بازو کر دیا۔ لیکن جب گجرات کی عدلی و شرعی عدالتوں میں یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ مسمات مذکورہ کو طلاق ہو چکی ہے۔ تو دعوئے خارج ہو گیا۔ بعد میں محمد دین کو اس کے دوستوں نے مشورہ دیا کہ راولپنڈی میں ایک اپیل نویس شیخ فضل الٰہی ہیں۔ جو اس قسم کے مقدموں کے ماہر ہیں۔ ان سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ حضرت قاضی صاحب کو جب محمد دین کے اس ارادہ کا علم ہوا تو انہوں نے والد صاحب مرحوم کو یہ خط لکھا جو اس وقت راولپنڈی میں بحیثیت پیش امام پلٹن [19] مقیم تھے۔

[15] ۔ شیخ فضل الٰہی راولپنڈی شہر کے مخلص اور درد مند مسلمان تھے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خط نمبر ۲

"مشفقم چراغِ دودمانِ مصطفےٰ شاہ صاحب۔

تسلیم :۔ مرحمت نامۂ نامی، پنجم رمضان مخبر بیماری فرزندِ ارجمند رسید۔ جناب من آں گل گلشن سعادت و عزت را باغبانِ حقیقی از ہمہ حوادث مامون و مصون داراد بفضلہٖ و کرمہٖ

والسلام مع الاکرام

سلطان محمود، رمضان المبارک

فرزندِ ارجمند سے مراد حافظ عبداللہ شاہ صاحبؒ کے سب سے بڑے فرزند سیّد شاہ ولایت مرحوم ہیں۔ وہ حضرت قاضی صاحبؒ کے شاگرد و مرید تھے۔ جوانی ہی میں تپِ دق کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ جب مرض زیادہ شدت اختیار کر گیا تو حضرت نے ایک تعارفی خط حکیم اجمل خاں مرحوم کے نام لکھ کر والد صاحب کو دیا جو علیحدہ درج کیا جا رہا ہے۔ شاہ ولایت صاحب ۱۹۱۵ء میں عین شباب میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

خط نمبر ۳

بنام مسیح الملک حکیم اجمل خاں مرحوم دہلوی۔

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ) اہل سنت کے مربی و محسن تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں بھی آپ کا ذکر ہے۔

۱۶ مملوکہ راقم الحروف سیّد نور محمد قادری

"بحرِ مواج فیوض گلزار ساز دہلی دام ظلہم۔

تسلیم بہ تعظیم ۔اگرچہ ذاتِ معدنِ برکات فی ذاتہ لیس کمثلہ فی ایصالِ فوائد، مگر سائلِ مطلب خود مولوی حافظ سید عبداللہ جیو بابت فرزندِ دلبند خود شاہ ولایت باعث بر تحریر عرضی ایں جانب آمد۔ گستاخی معاف دیر حالِ زار او نظر رحمت بگستان اقبال خندان

سلطان محمود

"از سیالکوٹ ۱۵ ربیع الثانی"[۱۷]

۴ ۔ بنام ۔منشی صاحب کلانوری

"جناب مکرم و معظم منشی صاحب رحمہم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ پیام زبانی جناب مولوی صاحب بٹالوی مفرح شد بابت خرید نمودن چیزے از مالِ زکوٰۃ بہتر است یا دادن نقد۔ صاحب من مسئلہ فقہ شریف است کہ مقصود از واجب کردن زکوٰۃ بر اغنیا دفع حاجات مسکیناں است ہر قسم کہ حاجتے باشد از خوراک یا پوشاک نافع تر است از دادن نقد۔ خصوصاً خریدن کتب فقہ یا قرآن شریف کہ ہر دو صدقہ جاریہ اند برائے محتاجاں۔ کتب فقہ و قرآن شریف بخشندہ ثواب است ادرا حق تعالےٰ اضعافاً مضاعفۃً فرمودہ است با اگر نقد باشد۔ ہم بہتر لیکن ازیں ما کمتر کہ ایں صدقہ باقیہ دستورِ دین۔ اند و باقی ماکولات و مشروبات فانیہ، و اوراد کہ بوساطت مولوی صاحب جیو گفتہ شد از ہمہ اجازت است و خواندن ایشاں نصیب شواد۔

---

[۱۷] مقاماتِ محمود تالیف نواب معشوق حسین خاں ص ۳۴۰ تا ۳۴۸

صاحب من عالمِ کثرت مثل فروع عالم وحدت شمردہ اند۔ از ہر کارے و
بہ دلدارے باید برد و ہر ذرہ روزنِ آں رو باید شمرد۔ بہ خبرداریٔ سبق وحدت در
کثرت و اشغال او ضبط باید بود۔

راقم آثم

سلطان محمود

۳ رجنوری ۱۸۹۸ء[۱۸]

۵ ۔ بنام حکیم فیروزدین صاحب

مشفق اشفق حکیم صاحب فیروزدین شہر جموں سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔

مرحمت نامۂ نامی سامی مفرح و منشرح جزاکم اللہ صاحبم راہِ طریقت راہے
است کہ شاہواران جانباز و سرافرازانِ سر دہندہ ازیں راہ الامان خواندہ در کوئے
حرماں ماندہ۔ ما چنیں کساں نامرد و نا ہمت چہ زبانِ داریم کہ نقطۂ ازیں کتاب لاینحل
و قدمے ازیں مرحلۂ مشکل بسپاریم، شب و روز سر و چشم در کارِ دنیا محض بزبان مدعی
ایں تمنا۔ من مسکینے باوجود گم کردنِ عمرِ ناقصِ خود ازیں نصیب بے بہرہ و شما
بلفظِ زبان امیدوار بہرہ"

راقم آثم

سلطان محمود، ۱۲ رشعبان[۱۹]

---

[۱۸] مقاماتِ محمود ص ۳۴۳ - ۳۴۴

[۱۹] ؍؍ ص ۳۴۴

۷ ۔ بنام: مصنف اچھو رام ہوشیار پوری ۔

"در نقطۂ مجاہدات در ریاضات از وجود با وجودِ ایشاں مرکز پذیر باد"

ادعیہ وافیہ و تسلیمات شوقیہ ۔ مرحمت نامہ نامی مفرح آمد ۔ صاحبا طفلے ام از مکتبِ ریاضت مرتبۂ تقلید و تابعداری ہم حاصل نہ شدہ چہ جائے اجتہاد! وازجناب غوثِ زمان قطبِ دوراں شیر سوات شریف شیوۂ طریقۂ قادریہ حاصل نمودہ و باقی عمر بر دروازۂ عرش نشان شیر گجرات خاکروبی نمودہ از وظائف سلسلۂ چشتیہ رضوان اللہ علیہم محروم و کتب مبارک چہ مرقع شریف وچہ غیر او ندیدہ چہ گوید از ترکیب ہائے اسمِ ذات و اسمِ صفات ۔

چیزے کہ از لقمہ ہائے دوشنبہ پاشینہ خام و کم انداں در زنبیل نافہمی کہ از دریوزہ ہائے ایں مسکیں ہستند حاضر نمودہ آید خذ ما صفا دع ما کدر ۔ مگر یک دو سخناں بزبان حضرت مولوی جیو سپردہ شدہ اند کہ خواہند فرمود ۔ جزاکم اللہ

والسلام الاکرام
راقم آثم ۔ سلطان محمود
۱۱ر شعبان ۱۳۱۵ھ" ۲۰ھ

۸ ۔ بنام: پیرزادہ صاحب قمر الدین صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

الٰہی آفتابِ اقبال و ماہتابِ اجلال آں سرگروہِ بخت بلنداں و شہسوارانِ میدانِ ارجمنداں تا یوم قیامت تاباں باد ۔

۲۰ھ :۔ مقاماتِ محمود ص ۳۴۲ - ۳۴۳

تسلیم بہ تعظیم - گرامی نامہ رسیدہ مسرور ساخت جزاکم اللہ۔

از سرانجامیٔ عہدۂ ملازمت بخریت و عزت ہزار شکر و حمد فضل الٰہی تابندہ ہم پایدہ باد و نامر۔ آں چہ بابت تشریف آوری بہ غریب خانہ فرمودہ اند بسم اللہ و مرحبا اما بندہ از سلسلۂ بعیت کمر دن و از سبق ارشاد آموختن معذور، اولاً بباعث بیماری از گردش بہ در ہائے مقبولاں کہ موجب گزارہ خود و ہمراہیاں بود عاجز آمدہ یک جا نشستہ می ماند و ثانیاً صاحبے چوں تو صاحب شان و عالی درجہ را پیر معلم ہم صاحب شان و عالی مرتبت می باید ع

کہ شاہے را بود شاہے سزاوار

بندۂ ناداں و ناتواں اگر لیاقت آں کار داشتے صد بار بسم اللہ کردہ حاضر آمدے۔ مگر معذوری سخت ازیں سعادت محروم می دارد۔

فضل الٰہی در سرکار و معاملہ معاون و ناصر باد، آفتاب بخت تاباں و گلشن اقبال خنداں

راقم سلطان محمود

۷ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ [۲۱]

۹ ۔ بنام گورنر صاحب بہادر

دو شیر جواں طالع و بخت یار گورنر صاحب بہادر دام اقبالہٗ

بعد دعوات از استماع حالات جور زمانہ و از خبرگیری خلق اللہ و حمایت بد و بعت

---

[۲۱] ایضاً ص ۳۴۶ - ۳۴۷

اللہ آں جواں مردِ آفریں خواندن مناسب دید

الحمد للہ کہ خوش خرام جولان سعادت بر منصبِ خود سرگرم و مستعد است توفیق زیادتی نصیب باد و پیام پیام راہِ خدا! عزیزا حال از ناداں چہ گفتہ آید، عمر در عنا وبلا گذشت و حرفے ازاں کتابِ مجید نہ دید' از واقفاں باید پرسید' تو کہ بظاہر صاحب نصیب ہستی۔ بباطن ہم چنیں شاید شوی۔ گلبنِ اقبال خنداں ع

جہاں آفریں بر تو رحمت کناد

والسلام

"سلطان محمود" [۲۲]

۱۰ - بنام عبدالغفار

"مشفق عزیز از جان و دل عبدالجبار۔ تسلیم

عزیزا پرتمیز! بندگانِ خدا جو خاص عشاقوں سے ہوئے ہیں۔ انہوں نے رزقِ کسبِ حلال سے پیدا کر کے جان اور جسمانی ریاضتوں میں خرچ کیا۔ اور اگر تم مخلص ہونا چاہتے ہو تو کچھ وقت جسمانی غذا اور روحانی غذا کے لئے رکھو اور خدمتِ والدہ شریفہ اور منکوحہ غریبہ واجبات سے ہے۔ خدا صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب کرے۔

سلطان محمود

۱۷ر جولائی ۱۹۰۷ء [۲۳]

---

[۲۲] ایضاً ص ۳۴۷

[۲۳] ایضاً ص ۳۵۰

۱۱ - مندرجہ ذیل خط حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی میاں محمد مسعودؒ کا ہے اور یہ اس وقت سے تعلق رکھتا ہے۔ جب حضرت قاضی صاحبؒ مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحبؒ کے زیر علاج تھے۔ مکتوب الیہ ۱۹۱۹ء کے ایک صوبیدار تھے۔

"تسلیم مع تعظیم، مزاج شریف

گرامی نامہ عنبر شمامہ آں جناب در عین افطاری وحین سعید صد در نمود دخور سند ساخت۔ بحضورِ اقدس تعرض شدہ، جملہ کیفیت بمیدانِ تبیان آوردہ شد۔

ایزد سبحانہٗ وما اعظم شانہٗ از فضلِ خویش ایشاں را ترقی بہ میجر صوبہ داری بخشد بمنہٖ وکرمہٖ مزاجِ مبارک حضور پر نور دام ظلہٗ از کثرتِ استعمال ادویاتِ باردہ در معدہ فتورے واقع شدہ، از دہلی ادویات تبادلہٗ شدہ آمدہ اند۔

آرام و صحت است، کمزوری باقی است، اللہ جل جلالہٗ رحم و فضل کناد آمین بخدمت شریف جناب اکرم الناس، اشرف العباد حضرت پیر سید حافظ عبد اللہ شاہ دام برکاتہٗ تسلیم مع تعظیم۔ لعل اکبر جمعدار را اسلام علیکم۔

والسلام

محمد مسعود از آوان شریف

۷ رمضان المبارک ؁۲۴

؁۲۴ مملوکہ سید نور محمد قادری راقم الحروف)

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ (م ۱۹۳۸ء) کی ذاتِ بابرکات محتاج تعارف نہیں۔ یہ فیضانِ محمودیؒ ہی تھا کہ اُن کے قلم سے جاوید نامہ، اسرار و رموز، بال جبریل اور زبور عجم جیسی معرکتہ الآرا تصانیف ظہور میں آئیں۔ جنہوں نے مسلمان قوم کی گرتی ہوئی حالت کو سنبھالا دینے کے لئے نشاۃ ثانیہ کا کام دیا۔ حضرت علامہؒ کے حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کے متعلق میرا مضمون "سلسلہ قادریہ میں علامہ اقبال کی بیعت" مشمولہ "اقبال کے دینی و سیاسی افکار" مطبوعہ نقوش پریس لاہور ۱۹۸۲ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

چوہدری غلام غوث صاحب صمدانیؒ (م ۱۹۷۲ء) اعلیٰ گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے۔ عربی فارسی انگریزی اور اردو کے جید عالم تھے۔ ان کی مثنوی "مثنوی صمدانی" دورِ حاضر کے اسلامی ادب میں اہم مقام کی حامل ہے۔ ان کے مفصل حالات اور مثنوی پر تفصیلی تبصرہ راقم کے ایک مضمون بعنوان "چوہدری غلام غوث صمدانی اور ان کی مثنوی "مثنوی صمدانی"، سہ ماہی صحیفہ کے شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جو باریک ٹائپ کے ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولوی سراج الدین صاحبؒ حضرت شاہ عنایت قادری رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان کے ایک ممتاز فرد تھے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ اور بیسویں صدی کے شروع میں پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب کے پرسنل اسسٹنٹ تھے۔ عربی فارسی کے جیّد عالم تھے۔ کچھ مدت تک لاہور کی دینی درسگاہ "جامعہ نعمانیہ" کی انجمن کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ اپنی تالیف "طریق الاصفیاء" میں حضرت قاضی صاحبؒ سے اپنی بیعت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

"ابی و مرشدی حضرت قبلہ شیخ شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ نے جس وقت خاکسار کو بیعت فرمایا۔ آپ کا وقتِ وصال قریب تھا۔ حضور نے فرمایا کہ تکمیلِ تعلیم کے لئے کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو جانا۔ لہٰذا بہ تعمیل ارشاد حضرت قبلہ جناب قاضی صاحبؒ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا۔ حضور نے حال سن کر کمال مہربانی فرمائی اور چند بار حاضری کے بعد خاندانِ قادریہ غفوریہ میں داخل فرمایا۔ کئی سال کے بعد حضور نے کمال شفقت سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ہم کو بزرگانِ دین سے پہنچا ہے۔ اس سب کی تم کو اجازت ہے۔ اور تمہارے جدّی وظائف و اذکار و اشغال کی جو حضرت شیخ عنایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے تم کو پہنچے ہیں ان کی بھی اجازت ہے۔ اور نیز اوروں کو اجازت دینے کی بھی اجازت ہے"۔ [له]

مولوی صاحب فارسی زبان کے خوش گو شاعر بھی تھے۔ اور طریق الاصفیاء کے ۱۵/۱۶ صفحات میں ان کا وہ کلام درج ہے جو انہوں نے حضرت قاضی صاحبؒ کی منقبت میں لکھا ہے۔

حضرت قاضی صاحبؒ کے مخلصین میں شامل تھے

مولانا عبد الرحمٰن فاضل دیوبند عربی اور فارسی کے جید عالم اور خوش گو شاعر تھے۔ اپنی بیعت کا ذکر نواب معشوق حسین خاں صاحب سے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"میرا سارا خاندان حضرت اخوند صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ میں منسلک تھا اور میرے والد صاحب جناب ملا مانکی صاحبؒ کے مرید تھے۔ میں خود دیوبند کا تعلیم

له۔ طریق الاصفیاء تصنیف مولوی سراج الدین مطبوعہ لاہور سن ندارد ص ۲ تا ۶

پایا ہوا تھا طبیعت بیعت کی طرف بالکل مائل نہ تھی۔ آپؒ کا ذکر سب سے پہلے میرے ایک دوست جہانداد خاں صاحب کے بھائی دوست محمد خاں نے کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے۔ اور آپ کے بے حد ثناخواں تھے جب طبیعت راہِ حق کی طرف مائل ہوئی تو قادیان جانا چاہا کہ دیکھوں وہاں کیا رنگ ہے۔ تقدیر نے کہا کہ گوہر مقصود آدان شریف میں ہے۔ چنانچہ دوست محمد خاں کو ہمراہ لیا اور گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ جب آدان شریف پہنچا تو وہاں میاں محمد مسعود صاحبؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا حضرتؒ کوانخ تشریف لے گئے ہیں اور یہاں ایک شخص کو ہمراہ لیا اور کوانخ پہنچے۔ وہاں معلوم ہوا کہ حضورؒ ایک مسجد میں جو موضع سے ایک میل دور ہے۔ قیام فرما ہیں۔ ہم لوگ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپؒ یہاں سے بھی تشریف لے جا چکے ہیں۔ آخر کار ہم نے گجرات کا رخ کیا۔ اور عصر کے وقت دربار حضرت شاہ دولہ صاحبؒ میں حاضر ہوئے۔ وہاں ایک آدمی سے معلوم ہوا کہ حضورؒ کو ہماری آمد کی اطلاع ہے۔ مگر اس وقت کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔ آپؒ غروب آفتاب کے قریب تشریف لائے۔ میں نے قدم بوسی کی۔ آپ نے ہمارے حالات دریافت فرمائے کھانے کو پوچھا۔ اور پیر جعفر شاہ صاحبؒ کے دیوان خانے میں ٹھہرنے کے لئے فرمایا جب نماز مغرب کا وقت ہوا تو آپ نے مجھے نماز پڑھانے کو کہا۔ میں نے مغرب کی نماز پڑھائی پھر عشاء کی پڑھائی۔ دوسرے دن جمعہ تھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد حضورؒ نے بلایا اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس دوڑ دھوپ میں کافی تسلی ہو گئی تھی۔ بیعت کا خیال راسخ ہو گیا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ مرید ہونے کے لئے حاضر ہوں۔ فرمایا میں تو کسی قابل نہیں ہوں۔ مگر حضرت اخوند صاحبؒ نے مجھے جو کچھ بتلایا ہے۔ تجھے بتا دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے مرید کیا اور دلائل الخیرات کا روزانہ ختم اور قرآن شریف کے پانچ پارے روزانہ پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا"[2]

مولوی عبدالرحمٰن صاحب ۳ رجولائی ۱۹۵۳ء مطابق ۱۹ ارشوال ۱۳۷۲ھ کو فوت ہوئے اور اپنے گاؤں پنڈی سرہال میں دفن ہوئے [۳]

ملا نیاز الدین صاحب تیراہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرتؒ کے پرانے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ آخر عمر میں کھلابٹ تشریف لے گئے اور وہیں ان کی آخری آرام گاہ بنی۔ خان بہادر فخر الزمان خاں صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"تیراہ بابا حضرت قاضی صاحبؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ آخری ایام میں کھلابٹ تشریف لے آئے۔ اور خان بہادر محمد زمان خان کی بیٹھک میں قیام پذیر ہوئے وہیں بیمار ہوئے۔ اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ خان بہادر صاحب نے ان کی وصیّت کے مطابق اُن کی قبر سڑک کے قریب اپنے باغ میں بنوائی۔ خان صاحب کو جب کبھی باہر جانا ہوتا تو پہلے مزار پر حاضری دیتے پھر کہیں جاتے۔" [۴]

حضرت صاحبزادہ مظہر الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ملا تیراہی صاحب کا انتقال ۱۹۳۲ء میں ہوا۔ اس وقت والد صاحب حضرت صاحبزادہ محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ گرمیاں گذارنے کے لئے ایبٹ آباد مقیم تھے۔ اور جب ملا صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کھلابٹ تشریف لے گئے اور نماز جنازہ میں شرکت کی۔

---

[۲] مناقب محمود تالیف نواب معشوق حسین خاں قلمی ص ۳۹۰ تا ۳۹۲

[۳] مقاماتِ محمود تصنیف نواب معشوق حسین خاں ص ۳۱۹

[۴] مکتوب فخر الزمان خاں صاحب بنام راقم الحروف ۱۱ اگست ۱۹۸۱ء

پیر شیر شاہ صاحبؒ ساکن نپڈی میانی صاحب ضلع گجرات کے متعلق نواب صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"وہ قریشی خاندان کے ایک فرد تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ کے عزیز شاگرد مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت توجہ فرمائی تھی۔ مگر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی۔ اور اکتوبر ۱۹۰۱ء میں انتقال فرمایا۔ حضرت صاحب کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ حضرت صاحب کے ایک عقیدت مند غلام احمد صاحب ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو جناب مولانا عبدالقادر صاحب لاہوری کو ایک خط میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور ہم لوگ گجرات سے روانہ ہو کر شام کو نپڈی میانی پہنچے۔ نمازِ مغرب کے بعد حضرت صاحبؒ نے پیر صاحب مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں انہیں دفن کیا۔[۵]

سائیں گوہر الدین صاحبؒ کا شمار ان خوش قسمت اصحاب میں ہوتا ہے جنہوں نے حضرت قاضی صاحبؒ کی ذاتِ گرامی سے جی بھر کر فیض اٹھایا ہے۔ آپ ایک خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں حضرت قاضی صاحبؒ کے ایک مخلص مرید و شاگرد مولوی غلام حسین صاحب ساکن بھوئیال (گجرات) کی رہنمائی میں حضرت قاضی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پھر وہیں کے ہو رہے۔ چوہدری محمد اکبر ساکن چیچیاں ضلع گجرات نے ایک دفعہ راقم الحروف سے بیان کیا کہ کسی نے سائیں گوہر الدین یا ایوب صاحب سے پوچھا کہ آپ قیامت کے دن اپنا کونسا عمل مولا کریم کے حضور پیش کریں گے۔ تو آپ نے

---

[۵] - مقامات محمود ص ۳۲۳ - ۳۲۴

فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کے سامنے یہ عرض کروں گا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے آدان شریف کے قطبیں کی زیارت کی ہے۔ اور یہی میری نجات کے لئے کافی ہے۔ آپ ایک دفعہ حضرت قاضی صاحبؒ کے ارشاد پر پیران کلیر شریف حاضر ہوئے تو واپسی پر حضرت قاضی صاحبؒ نے آپ کا بہت احترام کیا۔ اس واقعہ کو مصنف گوہر منیر اس طرح بیان کرتے ہیں۔

حضرت صاحبؒ (سائیں گوہر الدین صاحب) فرماتے ہیں۔ میں کلیر شریف سے گجرات پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت قاضی صاحبؒ شاہدولہ صاحبؒ کے مزار پر تشریف فرما ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور اپنی اطلاع کرائی۔ اس وقت آپ بہت نحیف ہو چکے تھے۔ درویشوں سے فرمایا۔ مجھے شانوں سے پکڑ کر کھڑا کر دو۔ درویشوں نے ایسا ہی کیا۔ اور مجھے کہلا بھیجا کہ اندر آ جاؤ۔ میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپ نے کھڑے ہونے کی تکلیف کیوں کی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ میاں صاحب آپ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے ہو کر آئے ہیں۔ میں ان کے احترام کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ مصافحہ کے بعد آپ بیٹھ گئے اور دریافت کیا کہ صابر صاحبؒ نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت صابر صاحب کے دربار پر حاضر ہونے کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ سارنگیوں کی آواز سے کیفیت اور لذت پیدا ہو جاتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس لذت سے پے در پے لطف اندوز ہوتا رہوں۔ لیکن آپ دعا کریں کہ سماع کی لذت سے دل خالی ہو جائے۔ کیونکہ میں ایک معمولی ساز میندار ہوں اگر سماع شروع کر دوں تو سب کہ دھر کا نشانہ بن جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا۔ میاں صاحب اللہ تعالیٰ کی محبت جس راہ سے آتی ہے آنے دو مہربانی کی کفیل اس کی اپنی ذات بن جائے گی۔"[۶]

---

[۶] گوہر منیر مصنف سید اکبر علی شاہ قلمی غیر مطبوعہ ص ۳۳۔

سائیں صاحب کو شروع ہی سے موسیقی اور گانے سے گہری دلچسپی تھی۔ اور اپنے اس ذوق وشوق بلکہ جنون کا ذکر وہ اس طرح کرتے ہیں۔

"ان دنوں میری یہ حالت تھی کہ اگر کوئی شخص فراقیہ اشعار، سریلی آواز میں پڑھتا تو میں بے خود ہو جاتا۔ اور مجھ پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ایک شب میں مولوی غلام حسین صاحب کی معیت میں حضرت قاضی صاحبؒ کے آستانہ پر حاضر تھا۔ موضع آدان شریف میں کسی کی شادی پر مغنی عورتیں مجرا کر رہی تھیں۔ اور بڑی سریلی آواز میں گا رہی تھیں۔ وہ اشعار سن کر میرے دل پر زبردست اثر ہوا۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا میں چاہتا ہوں کہ نزدیک جا کر یہ اشعار سنوں۔ مولوی صاحب نے منع فرمایا۔ مگر مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں ایک مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ جہاں مجھے آواز بخوبی آسکتی تھی۔ جبتک وہ گاتی رہیں۔ مجھ پر ایک وجدانی کیفیت طاری رہی۔ صبح مولوی صاحب نے میری شکایت حضرت قاضی صاحبؒ سے کر دی کہ میاں صاحب میرے منع کرنے کے باوجود رات کو گانا سنتے رہے ہیں۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے اعتراف کر لیا تو قاضی صاحبؒ نے فرمایا۔ مولوی صاحب ان کا حال جدا گانہ ہے آپ ان کو معذور سمجھیں" ؎

مصنف گوہر منیر فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ ایک پیرانہ سال بزرگ آیا اور عرض کیا کہ مجھے عشق کی کوئی بات سنائیں۔ غالباً وہ کہن سالی میں کسی غزال چشم کے ناوکِ مژگان کا زخم خوردہ تھا۔ حضرت صاحب اس کو عشقِ الٰہی اور توحید کے متعلق دیر تک قرآن شریف کے حوالے سے باتیں سناتے رہے۔ آخر اس

؎۔ ایضاً ص ۲۸-۲۹

بزرگ نے کہا آپ قرآن شریف کی آیتیں پڑھ رہے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ میر نے اس موقع پر کیا کہا ہے [8]

اکو را بجھے دی دید دی لوڑ میوں لوڑ دین ایمان دی نہ کامیاں
جتھے انجھے دی حب مقام کیتا اوتھے کھیڑیاں چلے نہ دامیاں

آپ نے ہنس کر فرمایا میں اندھیرے ہی میں سر کھپا تا رہا ہوں [8]

آپ کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے مصنف گوہر منیر فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ ایک اہل حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو کہ تم کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی زیارت نہیں کرائی۔ اور نہ کبھی کسی قسم کی تلقین کی ہے۔ مگر وہ آدمی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضوری سے مشرف فرماتے ہیں اور ہدایات فرماتے ہیں وہ کس طرح کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر نہیں ہیں۔

مشرف گرچہ شد جامی از لطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن" [9]

آپ ۲ رفروری ۱۹۵۲ء میں فوت ہوئے۔ مزار مبارک جینڈھڑ شریف میں مرجع خاص و عام ہے [10]

---

[8] - ایضاً ص ۲۴۰
[9] - ایضاً ص ۲۵۴
[10] - ایضاً ص ۳۱۵

سیّد نصیب علی شاہ ساکن سید پور سیّداں (گورداسپور حال سیالکوٹ) اولادِ نرینہ سے محروم تھے۔ حضرت بابا جنگوشاہ صاحبؒ (م ۱۸۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اولاد نرینہ کے لیے دعا کروائی۔ بابا صاحبؒ کی دعا سے ۱۸۷۳ء میں نصیب علی شاہ صاحب پیدا ہوئے۔ حافظ محمد فاضل صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"آپ کے والد ماجد سید عطر شاہ صاحب کے ہاں کافی عرصہ تک اولاد نرینہ نہ ہوئی۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ اور اہل چھالہ جو اپنے خاندان کے اعتبار سے تحصیل شکر گڑھ کے چھالہ خاندان سے متعلق ہیں۔ آپ کے مرید تھے۔ آپ کبھی کبھی اپنے مریدوں کے ہاں ضلع گجرات میں تشریف لایا کرتے تھے۔ یہاں پر موضع ملہو کھوکھر میں جو گجرات شہر سے شمال کی طرف چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک مجذوب درویش بابا جنگوشاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ سید عطر شاہؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اولاد کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ انشاء اللہ العزیز آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوگا۔ جس کی پنڈلی پر سیاہ نشان ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔ قبلہ مرحوم خود فرمایا کرتے تھے کہ والد صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ یہ پنڈلی پر کا نشان بابا جنگوشاہ علیہ الرحمت کا بتایا ہوا ہے۔ اور میں روحانی طور پر آپ ہی کا مرید ہوں۔ اس لئے آپ ان کے مزار پر بھی جایا کرتے تھے۔" [۵۷]

نصیب علی شاہ صاحبؒ ابتدائی عمر میں سید اصغر علی شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ شاہ صاحب جلد ہی فوت ہو گئے۔ تو آپ نے روحانی منازل طے کرنے کے لئے

---

[۵۷] سیرت النصیب مرتب حافظ محمد فاضل ایم اے مطبوعہ لاہور سن ندارد ص ۵۴ - ۵۵

حضرت قاضی صاحبؒ سے رجوع کیا۔ اور آوان شریف سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں "چھاپے شریف" میں مستقلاً قیام پذیر ہو گئے۔ حافظ محمد فاضل صاحب مرتب سیرت النّصیب لکھتے ہیں۔

"آپ گھر سے چلے اور درویشانہ حالت میں راستے کی منزلیں طے کرتے ہوئے آوان شریف پہنچے اور حضرت قاضی صاحب قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں پر مجاہدہ و ریاضت کا ایک اور ہی عالم نظر آیا۔ ہر مرید کے ذمے الگ الگ کام تھا جس کے لئے انہیں بہت زیادہ جانفشانی سے کام کرنا پڑتا تھا۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم کی نظر جب اس شہباز طریقت پر پڑی تو اٹھ کر اپنے سینے سے لگایا۔ خیر و عافیت پوچھی آنے کا سبب دریافت کیا اور تسلی دی۔ آپ نے چندے وہاں قیام کیا۔ اپنی مشکلات کا حل پوچھا۔ اور پوری طرح مطمئن ہو کر آپ سے اجازت لی۔ اور مزید غور و فکر کے لئے چھاپے شریف میں قیام کیا کہ نزدیک رہ کر پڑھے ہوئے سبق کو اچھی طرح یاد کر لیا جائے اور اگر ضرورت محسوس ہو تو یہاں سے بآسانی قاضی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اصلاح کروالی جائے۔ گاؤں سے باہر قبرستان سے متصل آپ نے ایک کٹیا بنوائی جس میں عبادت کرتے اور رہائش بھی وہیں کرتے۔ ان دنوں قبرستان میں ایک فقیر رہا کرتا تھا۔ جو آپ کے کھانے کا بندوبست کرتا تھا۔ اس کا طریق یہ تھا کہ گاؤں سے روزانہ کچھ آٹا مانگ کر لے آتا۔ اور اسے پکا کر قبلہ عالم کی خدمت میں پیش کرتا۔ کسی کے گھر سے کھانا نہیں منگوایا جاتا تھا۔ یہاں پر راتیں بالعموم جنگل میں گزرتی تھیں۔ اور دن کو اکثر و بیشتر آوان شریف چلے جاتے تھے۔ آہستہ آہستہ منازل سلوک یکے بعد دیگرے طے ہوتی گئیں۔ اور اب وقت آگیا کہ خود فارغ التحصیل ہو کر دوسروں کی تعلیم کا بندوبست

کیا جائے" [۱۲]

مستری احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ ان کا ذکر مؤلف مقاماتِ محمودؒ اس طرح کرتے ہیں:

"مستری احمد بخش صاحب ساکن رتہ امرال مشمولہ راولپنڈی شہر حضور اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے ارادت مندوں اور خلفاء میں سے تھے۔ آپ کا حال آپ کے قال سے زیادہ ممتاز تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو سرکاری ملازمت کے پردے میں مستور رکھا تھا۔ کن کن خوش نصیبوں کو آپ سے فیض ہوا۔ مؤلف ہذا کو علم نہیں مستری صاحب پہلے اولیاء اللہ اور ان کی کرامتوں کے قائل نہیں تھے۔ لالہ موسیٰ میں پہلی مرتبہ حضرت غریب نوازؒ کی قدم بوسی نصیب ہوئی۔ اور آنکھوں پر سے پردہ اٹھا تو آپ کے مرید ہوئے۔ اور بڑے مرتبہ پر پہنچے۔ آخر میں نوکری ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اور راولپنڈی میں اپنے لڑکوں کے پاس رہا کرتے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں عالمِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف رحلت فرمائی اور رتہ میں مدفون ہوئے [۱۳]

کتاب ہذا کے ناشر مستری عبدالرشید صاحب دام ظلہ آپ کے قریبی عزیزوں میں سے ہیں۔ صاحبِ علم و فضل اور مخلص انسان ہیں۔

۱۲۔ ایضاً ص ۶۴ تا ۶۶

۱۳۔ مقاماتِ محمود مؤلف نواب معشوق یار جنگ ص ۳۱۹ - ۳۲۰

"حلقۂ ارادت"

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع تھا۔ پشاور سے لے کر کلکتہ تک کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے۔ چند ممتاز خلفاء، مریدین اور معتقدین کے اسماء گرامی ذیل درج ہیں۔

خلفاء عظام

۱ ۔حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحبؒ سجادہ نشین دربار آوان شریف (گجرات)

۲ ۔ حافظ سید عبداللہ شاہ صاحبؒ ساکن بوکن متصل گجرات شہر۔

۳ ۔ مولوی نور اللہ شاہ سیالکوٹیؒ کشمیری محلہ سیالکوٹ شہر۔

(یہ دونوں صاحبان حقیقی بھائی تھے اور سادات بوکن سے تعلق رکھتے تھے)

۴ ۔مولوی خلیل الرحمٰن صاحبؒ ڈھوک شمس ضلع اٹک۔

۵ ۔ سائیں فتح دین صاحبؒ ساکن مقصود پورہ (ریاست کپورتھلہ)

۶ ۔ سید محمد شاہ صاحبؒ ساکن کوٹ جھرانہ ضلع گجرات۔

۷ ۔مولوی نیاز محمدؒ ایڈووکیٹ ساکن دھوگڑی ضلع جالندھر

۸ ۔ ملا نیاز الدینؒ تیراہی صوبہ سرحد۔

۹ ۔مولانا محمد یعقوبؒ ساکن مامیرہ نزد کھلابٹ (ہزارہ)

۱۰ ۔مولوی عبدالرحمٰن صاحبؒ ساکن پنڈی سریال ضلع اٹک۔

۱۱ ۔سائیں چپ شاہ صاحبؒ

۱۲ ۔ قاضی عبدالسبحان صاحبؒ ساکن کھلابٹ (ہزارہ)
۱۳ ۔ مولوی غلام حسین صاحبؒ ساکن بھوپال ضلع گجرات
۱۴ ۔ بابا شاہ نواز صاحبؒ ساکن بیغہ مدفون گجرات
۱۵ ۔ مولوی باغ دین صاحبؒ بٹالوی ثم پشاوری
۱۶ ۔ سید فتح شاہ صاحبؒ ساکن ملکوال ضلع گجرات
۱۷ ۔ پیر حسین شاہ صاحبؒ ساکن بجرانہ ضلع راولپنڈی
۱۸ ۔ پیر شیر شاہ صاحبؒ ساکن پنڈی میانہ ضلع گجرات
۱۹ ۔ مستری احمد بخش شاہ صاحبؒ امرتسری مدفون رتہ (راولپنڈی)
۲۰ ۔ میاں فضل الدین امرتسری مدفون امرتسر
۲۱ ۔ مولوی سراج الدین صاحبؒ پی اے پوسٹ ماسٹر جنرل (لاہور)
۲۲ ۔ صاحبزادہ علی اکبر شاہ صاحبؒ ساکن نشندور ضلع جہلم
۲۳ ۔ ماسٹر مولابخش صاحبؒ ساکن مجیٹھہ ضلع امرتسر
۲۴ ۔ پیر عبدالکریم اشراقی صاحبؒ سیالکوٹ شہر ۔
۲۵ ۔ نواب معشوق یار جنگؒ الہ آبادی ثم پاکستانی ۔
۲۶ ۔ حافظ محمد علی صاحبؒ ساکن ڈھنگروٹ (کشمیر)

مریدین و مستفضین

۱ ۔ حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ
۲ ۔ نواب غلام احمد خاں سابق مشیر مال ریاست جموں و کشمیر ساکن دھوگڑی

ضلع جالندھر

۳ ۔ نواب غلام حیدر خاں ساکن کھلابٹ (ہزارہ)

۴ ۔ محمد سرور خاں صاحب ساکن کھلابٹ (ہزارہ)

۵ ۔ حکیم ظہور اللہ شاہ صاحب ساکن کشمیری محلہ سیالکوٹ شہر

۶ ۔ پروفیسر ولی اللہ صاحب کلکتہ یونیورسٹی ۔

۷ ۔ میاں غلام جیلانی صاحب منصف فیصل آباد (لائل پور)

۸ ۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب منصف لاہور

۹ ۔ شیخ غلام جیلانی صاحب کورٹ انسپکٹر (جالندھر)

۱۰ ۔ چوہدری غلام غوث صمدانی سابق چیف انجنیئر ریاست بہاول پور جالندھری
ثم پاکستانی ۔

۱۱ ۔ چوہدری کامدار خاں صاحب ساکن کڑیانہ ضلع جالندھر ۔

۱۲ ۔ چوہدری احمد خان رئیس اجنالہ ضلع گجرات

۱۳ ۔ مہر نور احمد خاں ساکن آدان شریف ضلع گجرات

۱۴ ۔ مولانا غلام احمد خطیب جامع مسجد دربار حضرت شاہ دولہ صاحبؒ گجرات

۱۵ ۔ حکیم محمد سعید صاحب ساکن روڑس ضلع سیالکوٹ

۱۶ ۔ مستری غلام علی صاحب گجرات

۱۷ ۔ میاں نصیر الدین صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ملتان ساکن جلال پور جٹاں

۱۸ ۔ خلیفہ محمد شریف (لاہور)

۱۹ ۔ پیر فضل الٰہی دربار حضرت شاہ دولہ صاحبؒ (گجرات)

۲۰ ۔ مولوی عبدالقادر صاحبؒ سابق سفیر کابل (گجرات)

۲۱ ۔ مولوی محمد غوث ایڈووکیٹ (علیگ) ساکن ہری پور ہزارہ

۲۲ ۔ حکیم مولوی احمد دین ساکن برنالہ ضلع گجرات

۲۳ ۔ مولوی احمد اللہ صاحب ساکن ٹبالہ ضلع گجرات

۲۴ ۔ مولوی شرف الدین صاحبؒ ساکن پنڈ دادن خاں ضلع جہلم

۲۵ ۔ مولوی محمد امین صاحبؒ ساکن پنڈ دادنخاں ضلع جہلم

۲۶ ۔ مولوی محمد سعید صاحبؒ ساکن پنڈ دادن خاں ضلع جہلم

۲۷ ۔ مولوی غلام محی الدین صاحبؒ ساکن پنڈ دادنخاں ضلع جہلم

۲۸ ۔ مرزا سید محمد حاجی سرحدی (پشاور)

۲۹ ۔ حافظ نور محمد صاحبؒ (جہلم)

۳۰ ۔ ماسٹر محمد عبداللہ صاحبؒ (جہلم)

۳۱ ۔ بابا نبی بخش صاحبؒ (جہلم)

۳۲ ۔ قاضی محمد شفیع صاحب بی اے (علیگ) ساکن ڈھانچانوالہ ضلع گجرات

معتقدین

۱ ۔ سائیں گوہر الدین صاحب ساکن جنیدھر شریف ضلع گجرات

۲ ۔ سید نصیب علی شاہ صاحبؒ ساکن چھلے شریف ضلع گجرات

۳ ۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحبؒ (دہلی)

۴ ۔ قاضی فضل الدین چشتیؒ گجرات ۔

۵ - حکیم محمد حسن قریشی گجرات -

۶ - میاں محمد بخش صاحبؒ ساکن کھڑی شریف آزاد کشمیر

۷ - مولوی نواب دین ساکن رمداس (ضلع امرتسر)

۸ - مولوی حبیب اللہ صاحب نقشبندی (گجرات)

مندرجہ بالا فہرست مناقب محمودی مرتبہ نواب معشوق یار جنگ، حالات و کرامات حضرت قاضی صاحبؒ مرتبہ مولوی محمد فاضل، تذکرہ حضرت قاضی صاحبؒ مرتبہ حکیم عبداللطیف عارف، حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے ارشادات اور راقم الحروف کی ذاتی معلومات سے مرتب کی گئی ہے - اب ان مقدس ہستیوں میں سے چیدہ چیدہ حضرات کے حالات پیش کئے جاتے ہیں - اور اس کی ابتدا حضرت قاضی صاحبؒ کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحبؒ کے نام نامی سے کی جاتی ہے -

صاحبِ سجّادہ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ

میرے آقا و مرشد حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحبؒ سجادہ نشین حضرت سلطان العارفین قاضی سلطان محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ ماہ شعبان ۱۳۱۰ھ میں آوان شریف میں پیدا ہوئے۔ باپ کا اسمِ گرامی حضرت میاں محمد مسعود تھا۔ جو حضرت قاضی صاحبؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ٹوڈبر شریف والے صاحبزادہ عبدالغفور صاحبؒ نے قطعہ تاریخ ولادت کہا ؎

زتاریخ ہجری آمد ہزار ۔ زیادہ برآن سی صد و دہ شمار
بتاریخ گوئی ز ماہِ شعبان ۔ درآمد دریں ملک شاہ جہاں[عسہ]

آپ ابھی چند ہی سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں۔ باپ نے گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے دوسری شادی کر لی اور آپ کی پرورش کا ذمہ آپ کے عظیم تایا حضرت قاضی صاحبؒ نے اٹھا لیا۔ اس سلسلہ میں جناب مولانا برکت علی شہید مرحوم اپنے ایک غیر مطبوعہ مضمون میں لکھتے ہیں۔

"ابھی آپؒ شیر خوار ہی تھے کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور ماں کی مامتا سے محروم رہ گئے۔ لیکن نعم البدل کے طور پر آپ کو شفیق تایا جان کا سایہ عاطفت نصیب

عسہ۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا سن ولادت عام طور پر ۱۳۰۹ھ مشہور ہے۔ لیکن جب میں نے انہیں یہ قطعہ سنایا تو انہوں نے ۱۳۱۰ھ کی تصدیق کی۔ یہ قطعہ ایک قلمی بیاض مملوکہ سید سبط الحسن ضیغم (لاہور) میں محفوظ ہے۔ سید نور محمد قادری

ہوا۔ اور حضرت صاحب کی خاص نگرانی میں اپنی نانی اور دادی صاحبہ کے ہاتھوں آپ کی پرورش ہونے لگی۔ آپ بچپن میں اپنی نانی صاحبہ کے پاس سوتے تھے۔ وہ سحری کے وقت اٹھ کر وضو کرتیں اور نمازِ تہجد کے بعد دودھ بلوتی تھیں۔ آپ بھی ساتھ اٹھ کر کبھی ان کے پاس بیٹھے جاتے اور کبھی وہ آپ کو پھر سلا دیتیں۔ لیکن جب دودھ بلویا جا چکتا تو وہ آپ کو باسی روٹی پہ مکھن رکھ کر دیتیں۔ مرحومہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ دودھ بلونے کے ساتھ درود مستغاث پڑھا کرتی تھیں۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ آج تک ان کی آواز کی گونج میرے تصور میں محفوظ ہے [1]

جب کچھ ہوش سنبھالا تو حضرت قاضی صاحبؒ نے درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں شروع کرا دیں حضرت قاضی صاحب کی عادتِ مبارکہ تھی کہ ابتدائی کتابوں سے لے کر منتہی کتب تک خود ہی تعلیم دیتے۔ ہاں جب کبھی حضرتؒ کے مریدوں میں سے کوئی صاحب علم آوان شریف حاضر ہوتا تو طلبا اس سے بھی کسبِ فیض کر لیتے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہم سبقوں میں میرے بڑے بھائی سید شاہ ولایت مرحوم (م ۱۹۱۵ء) اور مولوی غلام حسین صاحب ساکن بوئیاں خاص اہمیت کے حامل تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بچپن سے لے کر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال فرمانے تک سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ پیرے شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دینے کے لئے سال میں کئی دفعہ

---

[1] :۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے مختصر حالاتِ زندگی از برکت علی شہید (غیر مطبوعہ) مملوکہ راقم الحروف۔

کھڑی شریف تشریف لے جاتے۔ صاحبزادہ صاحبؒ بھی ہمراہ ہوتے۔ حضرت میاں محمد صاحب مخدوم زادہ ہونے کی وجہ سے بہت شفقت اور محبت سے پیش آتے۔ قاضی صاحبؒ کئی کئی دن تک دربار شریف میں ٹھہرتے۔ اور جب واپسی کا ارادہ کرتے تو میاں صاحبؒ دریا کے پتن تک الوداع کہنے کے لئے آتے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب عربی اور فارسی کے جید عالم تھے۔ خصوصاً جدید عربی سے انہیں بہت تعلق خاطر تھا۔ بیروت، مصر، شام اور عراق میں شائع شدہ جدید مطبوعات منگواتے رہتے۔ ان کا کتب خانہ کئی ہزار کتابوں پر مشتمل ہے۔ جس میں پچاس ساٹھ کے قریب نایاب مخطوطے محفوظ ہیں۔ کشف المحجوب کا ایک نہایت ہی دیدہ زیب قلمی نسخہ ہے۔ قرآن پاک کے مطبوعہ اور خطی نسخے بھی وافی تعداد میں موجود ہیں۔

۲ رمئی ۱۹۱۹ء کو حضرت قاضی صاحبؒ انتقال فرما گئے تو آپ مریدین اور متوسلین کی اتفاق رائے سے صاحب سجادہ مقرر ہوئے۔ اور پورے ترسیٹھ برس چھ ماہ تک اس عظیم ذمہ داری کو آپ نے جس لگن اور ذمہ داری سے نبھایا۔ اس کی مثالیں نظام خانقاہی میں بہت کم ملتی ہیں۔ اس ترسیٹھ سالہ دور میں کئی نشیب و فراز بھی آئے ۱۹۳۴ء میں آپ کے چھوٹے بھائی حافظ فضل نور نے دربار شریف کے انتظامی امور کے سلسلہ میں دیوانی عدالت میں دعوٰی دائر کر دیا۔ آپ نے عدالت میں دعوے دائر کر دیا تو آپ نے عدالت میں بیان دیا: "کہ اگر فضل نور صاحب دربار کا انتظام مجھ سے بہتر کر سکتے ہیں تو میں دربار سے علیحدہ ہونے کا تیار ہوں"۔ آپ کے اس بیان پر ایڈیٹر رسالہ "صوفی" ملک محمد الدین صاحب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین حضرت مولانا قاضی سلطان محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آوان شریف ضلع گجرات میں بڑے پایہ کے بزرگ ہو چکے ہیں۔ ان کے برادرزادہ محبوب عالم صاحب جو ایک متبحر عالم اور باکمال صوفی ہیں۔ صاحب سجادہ ہیں۔ پچھلے دنوں ان کے بھائیوں نے عدالتِ دیوانی میں اُن پر خانقاہ کے انتظام اور آمدنی کے متعلق دعوے دائر کر دیا۔ بجائے اس کے کہ آپ مقدمہ لڑتے اور لوگوں کو تماشا دکھاتے۔ پہلے ہی دن عدالت میں بیان دے دیا کہ میں خانقاہ کے انتظام سے دستبردار ہوتا ہوں۔ اور آمدنی سب بھائیوں کے سپرد کرتا ہوں۔ خانقاہ سے کوئی واسطہ تعلق نہیں رکھوں گا۔ آپ نے اس طرزِ عمل سے ہندوستان کے ان تمام سجادہ نشینوں کے لئے ایک مثال قائم کر دی ہے۔ جو اپنی گدیوں کی آمدنیوں کے روپیہ اور مسلمانوں کی محنت سے کمائی ہوئی دولت مقدمہ بازی میں صرف کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے روحانی کمالات میں روز افزوں ترقی بخشے"۔ ؎۲

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے مندرجہ بالا بیان کے بعد حافظ فضل نور صاحب کو سخت ندامت ہوئی۔ انہوں نے غلطی کا احساس کیا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔ اور پھر تمام عمر صاحبزادہ صاحبؒ کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

آپ کی مجالس حسنہ رشد و ہدایت کا منبع ہوتیں۔ امیر و غریب، عالم و فاضل اور شاہ و گدا سبھی حاضر ہوتے اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق مستفید ہوتے۔ آپ کی ان مجالس کا ذکر آپ کے ہم جلیس مولانا برکت علی شہید مرحوم اور نواب معشوق یار جنگ

؎۲۔ ماہنامہ صوفی منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات دسمبر ۱۹۳۶ء، سرورق کی عبارت

نے اپنے اپنے انداز میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مولانا شہید فرماتے ہیں۔

"حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب سجادہ نشین دربارہ آوان شریف کی شخصیت اپنی ہمہ گیر جامعیت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کی وسعتِ قلب ونظر کی توجہ سے آپ کی محفل میں اس قدر جاذبیت پیدا ہو گئی ہے کہ اس میں کئی مکاتیبِ خیال کے آدمی سما سکتے ہیں اور کسی قسم کا انتشار محسوس نہیں کرتے۔

درویش و تونگر، حاکم و محکوم، زاہد و رند اور خواندہ و ناخواندہ غرض ہر قسم کے آدمی ایک بساط پر بیٹھ کر اپنی اپنی بساط کے مطابق آپ سے فیض اندوز ہوتے ہیں اور اکثر اوقات آپ سلسلۂ گفتگو میں وہ گوہر افشانی فرماتے ہیں جو آپ ہی کے لئے مخصوص ہے آپ کی باتیں برجستہ ہوتی ہیں۔ اور آمد کا وہ عالم ہوتا ہے کہ باید وشاید۔ آپ کی گفتگو میں بے تکلف وہ پھول جھڑتے ہیں جنہیں اگر کوئی بجائے خود چننا چاہے تو اسے سینکڑوں چمنستانوں کی سیر و گردش کرنی پڑے اور ایسے مسائل بھی آجاتے ہیں۔ جن کی تحقیق کے لئے بے شمار کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔ پھر تنوع کا یہ عالم ہے کہ موضوع کی تخصیص نہیں۔ آپ جس موضوع پر بھی اظہار خیال فرماتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ساری عمر اسی میں صرف کر دی ہے بالغرض افادہ کا ایک دریائے ذخار موجیں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے"[3]

نواب صاحب فرماتے ہیں۔

---

[3] حضرت صاحبزادہ صاحب کے مختصر حالاتِ زندگی" از مولانا برکت علی شہید ملوکہ راقم الحروف

"اگرچہ آپ نے علوم جدیدہ نہیں پڑھے۔ لیکن ان کے تقاضوں اور نتائج و عواقب سے کماحقہ آگاہ ہیں۔ آپ کے جوابات مختصر ہوتے ہیں۔ اور صرف مسکت ہی نہیں بلکہ تشفی بخش بھی ہوتے ہیں۔ آپ ہمیشہ جذبات کے مقابلے میں معقولات کے پہلو کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ قرآنِ پاک کے مشکل مقامات کی آپ اس طرح تفسیر فرماتے ہیں کہ گویا زبانِ الہام بول رہی ہے اور معنی سننے والے کے دل میں نازل ہو رہے ہیں ؎

لے حریم یار تک پہنچا دیا
جذبۂ دل بڑھ کے دامن تھام لے
نجم آفندی

انہیں دیکھنا ہو تو دیدۂ دل سے دیکھیے چشمِ مجاز سے دیکھا تو کیا دیکھا۔ الغرض آپ کا وجود مغتنمات سے ہے۔ میرے قلم میں یارا نہیں کہ ان کے فضائل کا احصاء کر سکے" [۴۲]

حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب آخری عمر میں زیادہ علیل ہو گئے تو آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے تیمارداری کا حق ادا کیا۔ اس سلسلہ میں مولانا شہید بیان کرتے ہیں۔

"حضرت قاضی صاحبؒ جب زیادہ بیمار ہو گئے تو ان کے علاج معالجہ اور تیمارداری میں پوری توجہ سے کام لینے لگے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کو کھانا لیے وقت کھاتے اور کھانے کے دوران متعدد مرتبہ حضرت قاضی صاحبؒ کی خدمت میں اٹھ

---

[۴۲] مقاماتِ محمود تالیف نواب معشوق یار جنگ بار اول ۱۹۶۴ء، ص ۲۰۸

کرجاتے دیکھا ہے۔آپ نے ان کی خدمت اور علاج کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔اچھے سے اچھے حکیم بلائے گئے۔اچھی سے اچھی دوائیں منگوائی گئیں۔مگر آپ کو افاقہ نہ ہوا۔یہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی انتہائی پریشانیوں کا دور تھا!

آزادی پسند طبیعت کے لئے یکایک پابندیوں کی پذیرائی محال تھی۔اور مطلق العنانی کو فرائض کے حدود میں رکھنا مشکل تھا۔مگر حضرت قاضی صاحبؒ کی خصوصی توجہ اور سایۂ رحمت کا آسرا تھا۔جو ہر وقت تسلی اور اطمینان کا درس آموز تھا۔حضرت قاضی صاحبؒ سے آپ کی طبیعت کا انداز مخفی نہ تھا۔پریشانیوں کا حال مستور نہ تھا۔ذاتی محبت اور غیر منتہی شفقت کا تقاضا یہ نہ تھا کہ آپ کو تنہا مصیبتوں کے حوالے کر دیا جائے۔اس لئے تدریجاً حضرت قاضی صاحبؒ کی خصوصی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی۔اور فیضانِ نظر کا دریا جوش میں آگیا۔۔۔اور آپ کی طرف نگاہِ التفات پیہم اٹھنے لگی۔یہی فیضانِ نظر تھا جو آپ کو کچھ کا کچھ بنا گیا۔ورنہ مکتب کی کرامت تو آپ دیکھ ہی چکے تھے۔والد کی وفات کے چار سال بعد حضرت قاضی صاحبؒ کی وفات ہوئی۔یہ چار سال آپ نے مختلف کشمکشوں اور معرکہ خیزیوں میں گذارے۔

حضرت قاضی صاحبؒ کی وفات مئی ۱۹۱۹ء کو ہوئی۔یہ المناک سانحہ آپ کے لئے قیامت سے کم نہ تھا۔والدین کا سایہ تو پہلے ہی سر سے اٹھ چکا تھا۔لیکن اس کا احساس آج ہوا۔حضرت قاضی صاحبؒ کی تجہیز و تکفین اور مراسم ضروری سے فارغ ہوئے تو ذمہ داریوں کا کوہِ گراں کھڑا تھا۔حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت قاضی صاحبؒ کی زندگی میں ہی میں تمام انتظامی امور سنبھال لئے تھے۔اس لئے ان کی وفات کے بعد متفقہ طور پر وہی جانشین قرار پائے اور جملہ امور ان کی نگرانی میں انجام پانے لگے۔" ۵ ؎

۵ ؎ حضرت صاحب کے مختصر حالاتِ زندگی از برکت علی شہید مرحوم راقم الحروف

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ شعر و ادب کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ نثر و نظم پر عبور حاصل تھا۔ جس پر شاہد ان کا فارسی کلام اور اردو خطوط ہیں۔ جو انہوں نے مختلف اوقات میں اپنے متوسلین اور معتقدین کو لکھے۔ فارسی کلام کے چند شہ پارے اور چند خطوط ملاحظہ ہوں۔

حضرت قاضی صاحبؒ کی وفاتِ حسرت آیات پر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے اپنے تاثرات کو یوں نظم کا جامہ پہنایا۔

دا دریغا وا اسفا آں شہسوار نازنیں
کس نتواند سفتن در ہائے مدح ان مہیں
مصدرِ سرِ الٰہی معدنِ فیض خدا
مستتر در وے عنایت ہائے رب العالمین
آفتاب عارفاں و مہتاب کاملاں
مقتدائے ہر مکمل، رہنمائے ناقصیں
وقتِ تقریر تکلم آں مہ ظلمت ربا
بس درخشاں شد بالواح صدر رجاہلیں
ہم بہ تصویر حقائق آں جنید وقت خویش
خوش نوا شد بہ قلوب کہتریں ہم مہتریں
مجمع الطاف رحمٰن نیر سلطاں اداں
بود محمود الخلائق آں ستودہ عارفیں

۱۹۲۸ء میں اجمیر شریف حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضر

ہوئے تو مزار شریف کے پاس بیٹھ کر مندرجہ ذیل اشعار کہے ؎

از نعیم منعم و از جود لا محدود
گشتہ مسجودِ ملائک برِ اعزاز آمدی

بہر صید مرغ معنی اے قتیل تیغ لا
سر بکف بنہادہ پویاں از اعجاز آمدی

خلعتِ توقیر در بر تاجِ ملکوتی بر سر
بہر تنظیم دو عالم بس سرافراز آمدی

سر ملکوتی ہم جوشش بہیمی یا عجب
شد مرکب زیں سبب باسوز ہم ساز آمدی

موردِ علم الٰہی منشائے فیض ازل
از جناب کبریا مختار ممتاز آمدی

حضرتِ قاضی صاحبؒ کے خادمِ خاص مہر نور احمد ۲۸ راپریل ۱۹۲۹ء کو فوت ہوئے تو اپنے تاثرات اس طرح بیان کئے ؎

وا دریغا حالِ تخت حضور
یک بیک از ما چساں گشتہ نفور
بے عدیل، بے نظیر، نامور
قدوۂ اصحاب قاضی خوش سیر
بر طریق مستوی اندر حیات
جادہ پیما گشت تا دورِ ممات
از نکاتِ فقر لبریزش لساں
در سیاسیات کوئی راز داں
فلک پیمودہ رہ صدق و صفا
خوش خراماں رفت در دار لبقا

مولوی عبدالقادر صاحب لاہور متوفی ۱۹۲۹ء کی وفات پر کہا ؎

یگّہ تاذِ عرصۂ تسلیم شہباز رضا
جوہرِ معنیِ حقیقت درِ مکنونِ بے بہا
گوہرِ بحرِ لطافت کوکبِ برجِ شرف
مہبطِ الطافِ رحماں موردِ فیضِ خدا
زیبِ اورنگِ شرافت معدنِ سرِ لطیف
ماہرِ علمِ الٰہی مصدرِ یا فعالہا؟
خلعتِ تکریم در بر تاجِ سلطانی بسر
زینتِ بزمِ اداؔنی صدرِ اربابِ ہدیٰ
وا دریغا حسرتا از ما برفت
گشت وکش از فنا پیوست با رازِ بقا

(یہ تمام اشعار بیاض مولوی باغ دین پشاوری ؒ مملوکہ میاں سعید الرحمٰن اور بیاض صاحبزادہ مظہر الحق صاحب دام ظلہٗ سے لئے گئے)۔

آپ کے خطوط مبارک مختصر ہوتے ۔ بات کو بے جا طول نہ دیتے ۔ صرف وہی لکھتے جس کی ضرورت ہوتی ۔ عبارت بہت بلیغ ، جامع اور سادہ ہوتی ۔ جس سے لکھنے والے کی علمی قابلیت اور زبان و بیان پر قدرت ظاہر ہوتی ۔ چند خطوط ملاحظہ ہوں۔

(۱) ۔ ۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۶ء کے دوران راقم الحروف سخت بیمار رہا ہے ۔ یہاں تک دو ماہ کے لئے ڈسٹرکٹ ہسپتال گجرات میں داخل ہونا پڑا ۔ جنوری ۱۹۵۶ء کے آخر میں حضرت صاحبزادہ صاحب ؒ کو سوہاوہ ضلع گجرات سے تار گیا کہ آپ کا مرید نور محمد قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا ہے ۔ تار پڑھنے والے نے جناب صاحبزادہ مظہر الحق صاحب

دام ظلہٗ انہوں نے جب تار پر "نور محمد" کا لفظ پڑھا تو حضرت سے فرمایا کہ سید نور محمد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر حضرتؒ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور مندرجہ ذیل تعزیتی خط میرے چھوٹے بھائیوں سید گلزار محمد اور سید خلیل احمد کو لکھا۔

گجرات ۲۹/۱/۵۶

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

عزیزانِ من زاد صبر ہما و مضاعف اجرہما۔

سلام مسنون بدعا یا مقرون۔ عزیز محترم سید نور محمد صاحب کی بے وقت وفات کی اطلاع بذریعہ تار پہنچی جس سے ہم سب کو بے حد قلق و رنج ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ عزیز مرحوم کا ۲۴/۱/۵۶ کا لکھا ہوا خط اس وقت میرے سامنے پڑا ہے۔ کیا معلوم تھا کہ وہ اس قدر عجلت سے رختِ سفر باندھ رہے ہیں۔ اور سفر بھی وہ جس کے مسافروں کے لئے بازگشت کا ذرہ بھر بھی امکان نہیں اور نہ ہی سکان ارض بوجہ کثافت و مادیت ان سے مراسم و روابط پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر سنت اللہ چوں کہ تخلیقِ نوعِ انسان کے آغاز سے اسی نہج پر جا رہی ہے۔ بوجہ فرطِ غم اس کو بمقتضائے اعاظم و اکابر ہر زخم خوردہ فرد کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ بوجہ فرطِ غم اس وقت زیادہ لکھنے کی ہمت نہیں۔ لہٰذا عزیز محترم کے لئے دعائے مغفرت اور آپ سب کے لئے صبر و استقامت کی استدعا پر ختم کرتا ہوں۔

والسلام دعاگو

احقر محبوب عالم عفی عنہ ؎

؎ :۔ خط حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بنام سید گلزار محمد قادری

خط پوسٹ کرنے کے بعد جناب مظہرالحق صاحب کو میرا خط ڈاک سے ملا تو انہوں نے تار کو دوبارہ پڑھا اور اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی۔ سیّد نور محمد صاحبؒ نہیں بلکہ نور محمد ساکن سوہادہ فوت ہوا ہے اور تلافیٔ مافات کے طور پر اپنے قلم سے مجھے مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"سول لائنز گجرات

۵۶-۱-۳۰ محترمی مکرمی زاد احترامکم اسلام علیکم

ابھی ابھی آپ کا خط ملا۔ خدا کا شکر ہے ایک شدید مغالطہ دور ہوا۔ کل حضرت صاحبزادہ صاحب مغالطہ کی بنا پر آپ کے چھوٹے بھائیوں کو خط لکھ چکے ہیں۔ انہوں نے وہی کچھ لکھا ہے جو ایسے موقعوں پر عموماً لکھا جاتا ہے۔ یہ مغالطہ زیادہ تر مجھ سے ہوا ہے۔ تار پڑھی بھی میں نے تھی۔ میرے مغالطہ کی زیادہ وجہ یہ تھی کہ جن صاحب کی وفات کی اطلاع تھی ان سے ہمارے تعلقات کوئی اتنے گہرے نہیں تھے کہ ان کے پسماندگان میں سے کوئی صاحب ان کی وفات کی اطلاع بذریعہ تار دیتے۔ لہٰذا ان حالات میں ذہن کا آپ کی طرف جانا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ ویسے انسان کا پتہ بھی کیا ہے۔ ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب تار کے پہنچنے کے بعد سے آپ کے خط کے آنے تک نہایت رنج و الم کی حالت میں رہے۔ چوں کہ طبیعت حساس ہے۔ اور ساتھ ہی کمزور بھی۔ لہٰذا ایسے اچانک موقعوں پر اُن کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے

ؔ خط صاحبزادہ مظہرالحق صاحب بنام سید نور محمد قادری۔

حضور میں شکر گذار ہیں اور آپ کی صحت و عافیت کے لئے دعا کرتے ہیں۔

والسلام

خیر اندیش منظہر

خط نمبر ۲

گجرات

۱۴/۹/۵۴ عزیز محترم سید صاحب سلمکم اللہ تعالےٰ

سلام مسنون۔ مقرون بدعا ہائے حصولِ مرام۔ محبت نامہ شرفِ صدور لایا خیر و عافیت معلوم ہو کر تسلی ہوئی۔ الحمد للہ۔ میں نادم ہوں کہ آپ کے سابقہ مودت نامہ کا جواب تحریر نہیں کر سکا۔ اس کی وجہ گرمی کی شدت تھی۔ مجھے آپ اکثر یاد آتے رہتے ہیں۔ تحریرِ خطوط میں تساہل اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

محترمی حافظ صاحب علیہ الرحمت کے اہل و عیال کے لئے دعائے بہبودئی کونین میرے فرائض میں داخل ہے۔ اپنی والدہ محترمہ اور ہر دو عزیزانِ خورد کو سلام و علیکم کہہ دیں۔

دعاگو

محبوب عالم عفی عنہ ؎ۃ

حافظ صاحب سے مراد میرے والدِ مکرم حافظ عبداللہ شاہ صاحبؒ خلیفہ مجاز حضرت قاضی صاحبؒ ہیں۔ والد صاحب کے سب سے بڑے لڑکے سید شاہ ولایت مرحوم حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے ہم درس و جلیس تھے۔ حضرت صاحبزادہ

؎ۃ: خط حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بنام سید نور محمد قادری۔

صاحبؒ والد صاحب کا ذکر بڑی محبت اور احترام سے کرتے تھے۔

خط نمبر ۳

گجرات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ونصلی علی رسولہ الکریم

۲۶/۱/۶۶ عزیز القدر محترمی شاہ صاحب اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ بوجہ مضروب ہونے کے حسب ارادہ ادھر نہیں آسکے۔ اس کائنات میں گاہ بگاہ "عرفت ربی بفسخ العزائم" کا منظر جلوہ گر ہو ہوجاتا ہے۔ صحت عاجل وکامل کی دعا کرتا ہوں۔

محبی چودھری صاحب (چودھری غلام غوث صمدانی) کچھ عرصہ سے رحیم یار خاں میں ہیں۔ اور بیمار ہیں۔ ان کی واپسی اور صحت یابی پر ہی کتاب مل سکتی ہے۔

محترمہ مکرمہ مائی صاحبہ کی خدمت میں سلام مسنون معروض۔ عزیزی گلزار کو راقم اور مظہر کی طرف سے سلام وعلیکم۔

دعاگو

احقر محبوب عالم عفی عنہ [9]

خط نمبر ۴

مولوی غلام محی الدین صاحب مالک "امین برادرز لمیٹڈ کراچی" کی وفات پر ان کی اہلیہ محترمہ کو لکھتے ہیں۔

"اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔ رب قدیر کی قدرت کا حیرت انگیز مظاہرہ

---

[9] خط حضرت صاحبزادہ صاحب بنام سید نور محمد قادری

ہے کہ عیدالفطر کے وقت جہاں تہنیت و مسرت کے فرحت افزا پیغام اور سلام بھیجے جا رہے ہیں۔ وہاں آج عیدالاضحیٰ کے موقع پر تاسف اور تعزیت کا روح فرسا پیغام بھیجنے کا خوشگوار فریضہ ادا کر رہا ہوں۔

ایّام طفولیت میں اس خلوصِ مجسم رفیق کی رفاقت کے خوشگوار لمحات جو ماضی کی حیرت افزا وادی میں گم ہو چکے تھے۔ مرحوم کی مفارقت نے ان کی یاد تازہ کر دی" واسف علیٰ اعراضہٖ عنا" مگر یہ اعراض بموجب فرمانِ مالکِ کون و مکاں "اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعتہ ولا یستقدمون" اضطراری تھا نہ کہ اختیاری ؎

ہر کہ زاد بنا چار بایدش نوشید   ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

صغر سنی کا ابھی دور گزر رہی تھا کہ ہمیں ایک حق شناس، حق پرست شخصیت یعنی حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت نے اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اور کافی عرصہ تک اُس آفتاب رشد و ہدایت کی ضیاء پاشی کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس مرحلہ پر میرا خوش قسمت رفیق باوجود امارتِ جلیلہ کے نہ صرف ارکانِ خمسہ اسلام کی ادائیگی سے مالا مال ہوا بلکہ اذکار طیبہ اور تلاوتِ قرآن پاک کی مداومت کرتا ہوا مجھ سے گوئے سبقت لے گیا۔

گفتگو میں کئی بار مجھ سے اور ان میں تلخ کلامی ہوئی اور اس طرح کئی بار خط و کتابت میں شکوہ و شکایت کا اظہار ہوتا رہا۔ مگر مرحوم کے دل میں وہ جوہر محبت جو ان کی فطرت میں فاطر نے ودیعت کر رکھا تھا۔ نمودار ہوتا رہا۔ "یغفر اللہ لہٗ و یرحم علیہ" مگر مجھے ان کے مقابلہ میں اس نعمتِ عظمیٰ سے بہت کم حصہ ملا تھا۔ یہ اپنا اپنا نصیب ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ"[1]

---

[1] مکتوب حضرت صاحبزادہ صاحب بنام اہلیہ مولوی غلام محی الدین ۱۹ / فروری ۱۹۶۹ء

خط نمبر ۵

مولوی غلام محی الدین صاحب کے صاحبزادے حاجی عبدالجلیل کو لکھتے ہیں۔

"محبت نامہ موصول ہوا۔ خیر و عافیت کا پڑھ کر دل کو تسلی ہوئی۔ معاملاتی پریشانیوں کے بارے میں آپ نے جو لکھا ہے۔ وہ صرف آپ کے لئے نہیں بلکہ خصوصی تعلقات کی بنا پر میرے لئے بھی کافی پریشان کن ہیں۔

عزیز من یہ دور تمام ساکنان کرہ ارض کے لئے بالعموم اور کلمہ پڑھنے والوں کے لئے جہاں کہیں بھی ہوں بالخصوص شدید آزمائش اور سخت امتحان کا پہلو لئے ہوئے ہے! یہ جو کچھ بھی ہے ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ صرف اسی کے فضل و کرم سے نجات مل سکتی ہے۔ میں دعاؤں میں ہر دو مرحوم و مغفور بزرگوں کی آل اولاد کو یاد کرتے ہوئے اپنی زندگی کا اہم ترین فریضہ سمجھتا ہوں۔

آپ نے جو کچھ پڑھنے کا لکھا ہے وہ کافی ہے۔ مگر پڑھنے کے وقت بھی امکان یکسوئی کا خیال رکھا کریں۔ مذکورہ بالا ورد کے خاتمے پر ایک بار کوئی بھی درود شریف اور "استغفر اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، استغفر اللّٰہ الکریم اور استغفر اللّٰہ الغفار الحلیم" پڑھ لیا کریں۔ میری صحت جیسی بھی ہے ٹھیک ہے۔ گاہے بگاہے خیریت و دیگر حالات حاضرہ سے مطلع کرتے رہیں۔ عزیز مظہر کی طرف سے سلام مسنون [۱]

خط نمبر ۶

حضرت قاضی صاحبؒ کے ایک پرانے عقیدت مند ملک شاہ نواز خاں ساکن

---

[۱] مکتوب حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بنام حاجی عبدالجلیل صاحب ۲۴ر جولائی ۱۹۷۹ء

چک نمبر ۱۳/۸/آر ضلع ملتان کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"گرامی نامہ شرفِ صدور لایا۔ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت کی گرامی قدر شخصیت کے بارے میں جن خیالات کا آپ نے اظہار کیا ہے۔ وہ سو فیصد صحیح ہے۔ ایسے بلند پایہ افراد کا اس مادی عالم میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ آپ نے حضرت علیہ الرحمت کی جن عنایات تحدیثِ نعمت کے طور پر اظہار کیا ہے وہ بجا ہے۔ اور آپ یقین رکھیں کہ ان کے ثمرات کا سلسلہ اس دنیا میں ختم ہونے والا نہیں۔ بلکہ ان کا بہت بڑا حصہ آپ دارِ رحمت میں مشاہدہ کریں گے۔ انشاء اللہ و بیدہ التوفیق۔

آپ نے ادھر آنے کا اشتیاق اور کمزوری کے مانع ہونے کا جو لکھا ہے۔ وہ ٹھیک ہے جب انسان کی قوتیں مضمحل ہو جائیں تو اس کی تمناؤں اور التجاؤں کا پورا ہونا از بس مشکل ہے۔

بسم اللہ شریف کے پڑھنے کے بارے میں جو آپ نے دریافت کیا ہے۔ وہ بے شک پڑھا کریں۔ پڑھنے سے پہلے کوئی بھی درود شریف تین، پانچ یا سات دفعہ پڑھ کر بسم اللہ شریف کا ورد جس قدر طبیعت چاہے کرتے جائیں۔ آپ کے لئے اور آپ کے اہل و عیال کے لئے سعادتِ دارین کی دعائیں کرتا ہوں۔ آپ بھی اپنے دعاؤں میں مجھے یاد رکھا کریں [۱۲]

حضرت صاحبزادہ صاحب ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء حج مبارک کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ کے ہمراہیوں میں خادم خاص حافظ محمد سلیمان زاد لطفہ، اور

---

[۱۲] ۔ مکتوب حضرت صاحبزادہ صاحب بنام ملک شاہ نواز خاں ۸ر جولائی ۱۹۷۹ء

قاری محمد انوار صمدانی ایم اے ایل ایل بی علیگ تھے۔ گجرات سے حجازِ مقدس کو جانے اور پھر وہاں سے واپس آنے تک کے عرصہ میں قاری صاحب صاحبزادہ مظہر الحق صاحب دامِ فیضہ کو برابر خطوط لکھتے رہے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے حضرت صاحبزادہ صاحب کے حج کا اجمالی خاکہ یوں بنتا ہے۔

خط مورخہ ۲۱/۲/۶۰

ہم آج ساڑھے دس بجے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور معلم سراج کے پاس مقیم ہیں۔ کل کراچی سے ساڑھے آٹھ بجے چل کر گیارہ بجے دہران پہنچے۔ وہاں سے ساڑھے پانچ بجے سعودی ایئر لائنز کے بوئنگ میں ساڑھے چھ بجے ریاض پہنچے۔ پھر اسی جہاز میں ساڑھے آٹھ بجے جدہ پہنچے۔ رات وہاں قیام کیا۔ صبح بذریعہ ٹیکسی ۵ ریال کرایہ دے کر مکہ شریف آئے۔ احرام دہران میں ہی باندھ لیا تھا۔ طواف اور عمرہ ادا کیا۔ آبِ زمزم پیا۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ حضور (صاحبزادہ صاحبؒ) نے سعی ایک بچہ قسم کی گاڑی میں کی۔ اس کے بعد سر پہ مشینیں پھروائیں۔ اور احرام کھول دیئے۔ چار پانچ دن مکہ شریف ہی میں قیام رہے گا۔ ایک اچھا سا مکان ۶۵۰ ریال میں پورے سیزن کے لئے مل گیا ہے۔

خط مورخہ ۲۶/۲/۶۰

یہاں کے وقت کے مطابق ساڑھے تین بجے صبح تیس روپے کرایہ دے کر بذریعہ ٹیکسی تین سو بیس میل کا سفر طے کر کے مدینہ شریف پہنچے۔ حرم شریف کے قریب ایک معقول مکان ساڑھے چار سو ریال میں دس دن کے لئے مل گیا ہے۔ صبح و شام حرم شریف میں حاضری ہوتی ہے۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دل اور آنکھیں شاد کام ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر ممتاز بیگم (دختر مولوی باغ دین پشاوری) مع اپنی خالہ زاد بہن کے مدینہ شریف میں آئی ہوئی ہیں۔ وہ

ہمارے ساتھ ہی مکہ شریف واپس جائیں گی۔

خط مورخہ ۶/۳/۶۷

آج مدینہ شریف میں آٹھ روز ہوگئے ہیں۔ کل صبح ہم لوگ مع ڈاکٹر ممتاز بیگم اور ان کی خالہ زاد بہن محمودہ بیگم کے بذریعہ کار مکہ شریف جارہے ہیں۔ ۲/۴/۶۷ (۲ را پریل ۱۹۶۷ء) کے جہاز میں براہ جدہ کراچی کے لئے نشستیں بک ہوگئی ہیں۔ ۸ ر ذوالحجہ سے احرام باندھنا ہے۔ حضرت کے قدم معدہ پہ سوجن ہوگئی تھی جو ڈاکٹر ممتاز کی دوا سے ٹھیک ہوگئی۔

خط مورخہ ۱۲/۳/۶۷

مولوی یعقوب صاحب بھی ۱۱ر مارچ کو مکہ شریف پہنچ گئے ہیں۔ ہم مدینہ شریف سے احرام باندھ کر آئے تھے۔ اور یہاں عمرہ ادا کرنے کے بعد کھول دیئے۔ مولوی عبداللطیف صاحب "امین برادرز لمیٹڈ کراچی" والے اپنی بیگم کے ہمراہ ۶/۳/۶۷ کو مکہ شریف پہنچے تھے اور اپنے معلم عبدالعزیز توفیر کے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ۹/۳/۶۷ کو ہم لوگوں کو بھی بڑے اصرار سے ہوٹل میں اپنے ساتھ ٹھہرا لیا۔ انگریزی طرز کا ہوٹل ہے۔ لفٹ لگی ہوئی ہے۔ ہم ساتویں منزل میں رہتے ہیں۔ ایک کمرہ عبداللطیف صاحب اور ان کی بیوی کے لئے ہے۔ اور ایک کمرہ ہمارے لئے۔ ظفر شاہ صاحب بھی مکہ پہنچ گئے ہیں۔

خط مورخہ ۲۵/۳/۶۷

۸ ر ذوالحجہ مطابق ۱۹ ر مارچ کی صبح کو احرام باندھ کر عبداللطیف صاحب کی کار میں سوار ہوکر منیٰ پہنچے۔ منیٰ میں بھی توفیر صاحب ہی کے ہوٹل میں ٹھہرے۔ پانچویں منزل پر قیام ہے لفٹ ہے۔ ۹ ر ذوالحجہ کی فجر کو نماز کے بعد منیٰ سے عرفات میں قبل ظہر پہنچے۔ موسم ابر آلود ہونے کی وجہ سے بہت اچھا ہوگیا ہے۔ عرفات سے بعد نماز مغرب روانہ ہوکر مزدلفہ پہنچے۔ کھلے

میدان میں رات گذارنی ہوتی ہے۔ مزدلفہ سے صبح کی نماز ۱۰ ذوالحجہ کے بعد منٰی کا رخ کیا تھا۔ چار میل کا فاصلہ ٹریفک کے رش کی وجہ سے اتنی دیر سے طے ہوا کہ ظہر کے بعد منٰے پہنچے عصر کے بعد جمرۂ عقبیٰ کو اپنی طرف سے اور حضرت صاحب کی طرف سے سات سات کنکریاں ماریں۔ ایک بکرا اپنی طرف سے اور دو حضور قبلہ کی طرف سے ذبح کئے۔ سر امتیے سے منڈوایا اور ٹیکسی پکڑ کر مغرب سے پہلے حضرت کے پاس ہوٹل میں پہنچ گیا۔ قینچی سے حضور کے سر کے تمام بال کاٹے اور دوسرے کپڑے پہنائے۔ ۲۲ مارچ کو عبداللطیف صاحب کے ہمراہ مکہ شریف واپس پہنچے بطوافِ زیارت کیا۔ سعی صفا و مروہ کا فرض ادا کیا۔ اور حج مکمل ہوگیا اور اب ۲۳ مارچ کو بعد ظہر جمروں پر کنکریاں مارنا باقی رہ گئی تھیں۔ چنانچہ منٰی جاکر دونوں دن ۲۲ اور ۲۳ مارچ کو میں نے حضرت صاحب کی طرف سے اور اپنی طرف سے کنکریاں ماریں۔ سخت بھیڑ تھی۔ حبشی بُری طرح دھکے دیتے ہیں۔ ۲۳ کو مغرب سے قبل مکہ شریف پہنچ گیا۔ ۳۱ کو جدہ پہنچیں گے اور ۲ اپریل کی شام کو کراچی کے لئے روانہ ہوجائیں گے۔ عبدالجلیل صاحب کو کراچی لکھا ہے کہ وہ لاہور کے لئے تین سیٹیں بک کروا رکھیں۔ ہماری فلائٹ کا نمبر PK ۷۳۶ ہے (جناب قاری محمد انور ممدانی صاحب مرحوم کے خطوط سے استفادہ کا موقع مجھے جناب منظہر الحق صاحب دام ظلہٗ کی عنایت سے ملا ہے جس کے لئے میں ان کا از حد شکر گذار ہوں)

حضرت صاحب زادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد میں بڑی پختگی اور صلابت تھی۔ وہ حنفی العقیدہ سنی اور قادری مشرب کے درویش تھے۔ اپنے متوسلین کو ہمیشہ اہل سنت کے مستند اور خوش عقیدہ بزرگوں کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے کی ہدایت کرتے۔ بدعقیدہ لوگوں کی صحبت اور ان کی تصنیفات کے مطالعے سے دور رہنے کی سختی سے ہدایت فرماتے۔ اُن کے سرہانے ایک چھوٹی سی میز پر بہارِ شریعت تالیف مولانا امجد علی اعظمی ؒ پڑی رہتی اور اپنے متوسلین

کو فقہی معاملات میں اس سے استفادہ کرنے کو کہتے۔ قرآن پاک کے اردو ترجموں میں سب سے بہتر ترجمہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ کا قرار دیتے۔ میں یہاں ایک چھوٹا سا واقعہ پیش کرتا ہوں جو میرا چشم دید ہے۔ اور اس واقعہ سے حضرتؒ کے معتقدات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ۱۹۴۵ء میں حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر یکم مئی کو مولانا عبدالرحمٰن فاضل دیوبند مغرب کی نماز کی امامت کر رہے تھے۔ جب انہوں نے ولا الضالین کے ضاد کی ذال کی شکل میں قرآت کی تو مولانا نور اللہ شاہ صاحب سیالکوٹیؒ نے جو مقتدیوں میں شامل تھے۔ نماز توڑ دی۔ اور علیحدہ نئے سرے سے نماز پڑھی۔ ان کی اقتدا میں چند اور حضرات نے بھی ایسا کیا۔ ۲ مئی کی صبح کو جب حضرت صاحبزادہ صاحب اوراد سے فارغ ہو کر برآمد ہوئے تو مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے ان کے حضور میں شکایت کی کہ شاہ صاحب نے کل شام جماعت سے علیحدہ نماز ادا کی ہے۔ اور ان کا یہ فعل میری بےعزتی کا سبب بنا ہے۔ اس بنا پر حضرتؒ نے شاہ صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت کی زندگی میں بھی ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہی امامت کروا رہے تھے۔ اور جب انہوں نے ضاد کو ذال پڑھا تو میرے بڑے بھائی حافظ عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ جیسا کہ میں نے کیا ہے۔ اور جب یہ بات حضرت قاضی صاحبؒ کے حضور میں پیش ہوئی تو انہوں نے فیصلہ بھائی صاحب کے حق میں دے دیا۔ یہ بات سن کر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا۔ اس مسئلہ کا جب پہلے ہی حضرت قاضی صاحبؒ کی زندگی میں فیصلہ ہو چکا ہے تو اس کے متعلق مزید کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔

آپ روزانہ وظائف میں تلاوتِ قرآن شریف اور اوراد قادریہ کے علاوہ قصیدہ بردہ شریف، درود مستغاث، دلائل الخیرات، حزب الاعظم اور حزب البحر اور اورادِ فتحیہ کا

حضرت قاضی صاحب کی طرف سے ارشاد کردہ ترکیب و ترتیب سے ورد کرتے۔ خصوصاً تسبیح حضرت فاطمہ رضؓ کا کثرت سے ورد کرتے۔ اور جب بھی کچھ فرصت کے لمحات ملتے تو تسبیح فاطمہ پڑھنا شروع کر دیتے۔ آیاتِ قرآنی، درود شریف اور دیگر وظائف کی تاثیرات کے قائل تھے۔ اور مریدین کو ان کی استعداد کے مطابق اوراد کی تلقین فرماتے۔ ہاں ایک دو شرطیں لازمی تھیں۔ ایک تو یہ کہ پڑھنے کے وقت مکمل یکسوئی ہو۔ اور دوسرے پابندی سے پڑھا جائے۔ ناغہ نہ ہو۔ تعویذ لینے والوں اور دعائیں کرانے والوں کا تانتا بندھا رہتا جن میں مستورات بھی ہوتیں۔ اور باوجود سخت کمزوری اور بیمار ہونے کے آپ ہر ایک کی بات غور اور توجہ سے سنتے، خود دم کرتے اور حافظ محمد سلیمان صاحب (خادم خاص) سے فرماتے کہ اسے فلاں تعویذ باندھنے اور فلاں پینے کے لئے دے دیئے جائیں اور ساتھ ہی سمجھا دیا جائے۔

آپ کی پوری زندگی سادگی کا عمدہ نمونہ تھی۔ لباس عموماً سفید کھدر کا ہوتا۔ جوانی میں کلاہ بھی استعمال کرتے۔ جس پر طرہ دار پگڑی بندھی ہوتی۔ رنگ کھلتا ہوا گندمی اور بدن چھریرا تھا۔ فوت ہونے سے پندرہ بیس برس پہلے تک بدن میں بلا کی پھرتی اور چستی تھی۔ جوانی میں اعلیٰ درجہ کے شہسوار تھے۔ نیزہ بازی کا بھی شوق فرماتے۔ اور اعلیٰ نسل کی گھوڑیاں پالنے اور رکھنے کا شوق تھا۔ غذا شروع ہی سے بہت سادہ اور زود ہضم استعمال کرتے۔ چھاچھ (لسی) کو بہت پسند فرماتے اور قومی مشروب قرار دیتے اور گرمیوں میں آنے والوں کی تواضع بر فیلی لسی سے کرتے۔ پچھلے پہر چائے کی ایک پیالی اور چند بسکٹ استعمال کرتے۔ غذا عموماً ایک ہلکے سے پھلکے اور شوربہ پر مشتمل ہوتی۔ اور آخری دو، تین سالوں میں تو یہ غذا بھی چھوٹ کر چائے اور بسکٹوں پر مشتمل ہو کر رہ گئی۔ اور آپ چوبیس گھنٹوں میں صرف دو، تین بار ایک ایک پیالی چائے اور دو، تین بسکٹ استعمال کرتے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ ہر آنے والے کو

کو کھانا کھانے پر مجبور کیا جاتا۔ کھانا امیر و غریب، شاہ و گدا سب کے لئے ایک جیسا ہوتا۔
جسٹس عبدالحکیم خاں سابق گورنر صوبہ سرحد بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ ایک دفعہ انہوں نے میری درخواست پر حضرت صاحبزادہ صاحب کی زندگی میں ان پر تفصیلی تاثرات قلم بند کر کے ارسال فرمائے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"حضرت صاحبزادہ صاحب محبوب عالم دام ظلہ سے پہلی ملاقات جنوری ۱۹۷۱ء کے بعد ہوئی۔ جب کہ میری تعیناتی گجرات میں بطور ایڈیشنل سیشن جج ہوئی۔ میرا گجرات کا قیام مختصر تھا۔ چھ ماہ ہی وہاں رہا۔ مگر تبادلہ نزدیک کے مقام جہلم میں ہوا۔ جہاں ڈیڑھ سال سے زائد عرصہ رہا۔ اور اس دوران متعدد بار حاضری دی۔ اگرچہ دو تین اور اصحاب سے جو کہ سجادہ نشین ہیں میرے تعلقات رہے۔ مگر بالعموم میں ان حضرات سے زیادہ میل ملاپ کی طرف مائل نہیں رہا۔ اس کی کئی وجوہات ہیں اور جس چیز سے میں گھبراتا تھا وہ سفارش ہے۔ ہمارے بعض بزرگ سفارش کو بھی شفاعت حسنہ میں شمار کرتے ہیں۔ مگر حضرت صاحبزادہ صاحب نے کبھی بھی مقدمات کے نتائج پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ اغلباً برسبیل تذکرہ بھی انہوں نے ایسی ویسی بات نہیں چھیڑی۔ میں ایسی بات کو فی زمانہ غیر معمولی سمجھتا ہوں اور اس وجہ سے صاحبزادہ صاحب کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

صاحبزادہ صاحب اگرچہ دھیمی آواز میں گفتگو فرماتے ہیں۔ اور زیادہ مباحث میں بھی نہیں پڑتے۔ مگر میرا تاثر یہی ہے کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں اور مطالعہ بہت وسیع ہے۔ مجھے یہ اعزاز حاصل رہا کہ مجھے اپنے دوستوں کی

طرح گردانا۔ کرسی دی، تکیہ دلوایا۔ کھل کر گفتگو کی اور میری رطب یابس بھی سنی۔ شیرینی سے بھی نوازا اور دعاؤں سے بھی مالا مال کیا۔ آپ کا دستر خوان وسیع ہے۔ میں نے تو ہمیشہ اس کو اپنے لئے بھرپور پایا۔[۱۳]

حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ۲۳ سال ۶ ماہ آپ رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران برصغیر کے لاکھوں افراد آپ سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ لیکن آپ باقاعدہ بیعت بہت کم لوگوں کو کرتے تھے۔ ایسے خوش نصیب حضرات جو بیعت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ ان میں سے چند نمایاں نام یہ ہیں۔

۱ ۔ قاری محمد انوار صمدانی مرحوم ایم اے ایل ایل بی (علیگ) شاگرد رشید مولانا سید سلیمان اشرف رحمتہ اللہ علیہ سابق صدر شعبۂ علوم اسلامیہ علی گڑھ یونیورسٹی

۲ ۔ قاضی حبیب الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

۳ ۔ خان محمد زمان خان مرحوم چیف آف اُتمان زئی رئیس کھلابٹ (ہزارہ)

۴ ۔ رانا شبیر احمد خان سپرنٹنڈنٹ انجینیر واہ آرڈننس فیکٹریز۔

۵ ۔ رانا طفیل محمود انجینیر ساکن محمود کوٹ (بہاولپور)

۶ ۔ حضرت صاحبزادہ مظہر الحق صاحب خلف الرشید حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔

۷ ۔ حافظ محمد سلیمان صاحب خادم خاص ۔

۸ ۔ سید منظور حسین شاہ صاحب (گجرات)

---

[۱۳] مکتوب جسٹس عبدالحکیم خان بنام راقم الحروف ۲ رجون ۱۹۸۱ء

۹ ۔ بابا ہاشم علی صاحب (خادمِ خاص) ساکن آوان شریف ضلع گجرات
۱۰ ۔ حاجی عبدالرشید صاحب سلطانی امرتسری ساکن نیوشاد باغ لاہور
۱۱ ۔ جناب علی احمد خاں صاحب لودھی ریٹائرڈ ایڈووکیٹ سپریم کورٹ ساکن چک نمبر ۶۲۸ گ ب ضلع فیصل آباد۔
۱۲ ۔ سیّد محمد عبداللہ قادری ساکن چک نمبر ۱۵ شمالی (گجرات)
۱۳ ۔ سیّد گلزار محمد ساکن چک نمبر ۱۵ شمالی (گجرات)
۱۴ ۔ مولانا محمد فاضل صاحب دربار ڈھانگری شریف (آزاد کشمیر)
۱۵ ۔ سیّد نور محمد قادری (راقم الحروف) گجرات
۱۶ ۔ صوفی حکیم محمد انور ولد حکیم نذر محمد گجرات

حضرت صاحبزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات سے کم وبیش پچیس دن پہلے ۱۲ نومبر ۱۹۸۲ء کی صبح کو ۹ بجے کے قریب زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی ہی برادرم سیّد محمد فاروق شاہ صاحب ولد سید غلام سرور شاہ صاحب ساکن جبال پور رسیداں ماسٹر محمد ارشاد ہاشمی اور ایک اور صاحب جن سے میں واقف نہیں۔ پہلے ہی سے حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت بہت نحیف اور کمزور تھے۔ بولنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ حضرت کے خادم خاص حافظ محمد سلیمان صاحب بھی حضرت کی چارپائی کے قریب فرش پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ کون کون اصحاب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حافظ صاحب نے ہمارے نام بتائے تو ارشاد فرمایا کہ ان چاروں کے لئے نفیس قسم کی چائے بنواؤ۔ اور ساتھ مٹھائی وغیرہ بھی لاؤ۔ حافظ صاحب نے تعمیلِ ارشاد کی اور چند منٹوں میں صاحبزادہ منصور الحق صاحب (جو حضرت کے جوان سال اور جواں بخت پوتے ہیں) چائے

کی ٹرے اور مٹھائی کا ایک تھال لے آئے۔ ہم چاروں نے چائے پی اور خوب سیر ہو کر مٹھائی کھائی۔ تھوڑی دیر کے بعد اجازت لے کر حضرت کے کمرہ سے باہر نکلے تو میں نے سید فاروق شاہ صاحب اور ہاشمی صاحب سے کہا کہ حضرتؒ نے جس طرح ہمیں چائے پلائی ہے۔ اس میں ضرور کچھ راز ہے۔ ہاشمی صاحب نے پوچھا وہ کیا میں نے عرض کیا کہ یہ شاید آخری چائے ہے جو ہم لوگوں نے آپ کے ہاں سے پی ہے۔ اور جن لوگوں نے اکٹھی چائے پی ہے۔ انہیں یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ آئندہ زندگی میں بھائیوں کی طرح رہو۔ اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک بنو۔

آگے جانے سے پہلے یہاں ایک ضروری بات عرض کر دوں کہ ماسٹر ارشاد ہاشمی صاحب جو نقشبندی سلسلہ میں حافظ فضل احمد صاحب (خلیفہ مولانا صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربل شریف) سے فیض یافتہ ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ انہوں نے حضرت کے وصال کے ایک سال بعد حضرت کے مختصر حالات اور ملفوظات پر مشتمل ایک کتاب بنام "ذکر محبوب" شائع کی جس میں مختصر حالات کے علاوہ حضرت کے ۷۰ ملفوظات قلم بند کئے ہیں۔ اور ملفوظات میں چند ایسی باتیں بھی حضرت سے منسوب کر دی ہیں جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ اور تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ یہ الفاظ حضرت کی زبان مبارک سے نکلے ہوں۔ ان کا حضرت سے انتساب صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

"اصل میں پیغمبر محفوظ ہوتے ہیں، بزرگ محتاط اور ہم کچھ بھی نہیں"[۱۴]

حالانکہ اسلامی عقیدہ کے مطابق پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ

---

[۱۴] ذکر محبوب تالیف ارشاد ہاشمی لاہور ۱۹۸۳ء ص ۱۰۷

اور اولیاء عظام محفوظ ہوتے ہیں۔ پیغمبروں کو معصوم کی بجائے محفوظ سمجھنا غلط ہے۔

۲ ۔ ایک اور جگہ درج ہے۔

"عبدیت خدا کو بڑی پسند ہے اور ولایت خدا کے ساتھ بڑے عظیم تعلق کا نام اور یہ نہایت قیمتی عطیہ اور اعزاز ہے۔ لیکن رسالت یا نبوت اعزاز نہیں منصب اور ڈیوٹی ہے۔ اس میں بھٹکی ہوئی انسانیت کی اصلاح اور اصلاح کے بعد اس کے تحفظ کا خشک فریضہ ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مقامِ عبدیت اور ولایت سے جدائی۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ نبوت اتنا مزیدار کام نہیں جتنا ولایت اور عبدیت . . . جو کیفیت، مستی اور مزہ ولایت میں ہے وہ نبوت اور رسالت میں کہاں ۔[15]

اس مختصر سی عبارت میں ولایت کے مقابلہ میں نبوت کی تنقیص کی گئی ہے۔ جامع ملفوظات آپ کے ان گہرے علمی مضامین کو حافظہ میں محفوظ نہیں رکھ سکے۔ اس طرح کتاب کی علمی حیثیت مجروح ہو گئی ہے۔

حضرت صاحب دو سال کی شدید علالت اور نقاہت کے بعد ۷ ردسمبر ۱۹۸۲ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ نمازِ جنازہ حسبِ وصیت مولانا محمد فاضل دربار ڈھانگری شریف ریاست آزاد کشمیر نے گورنمنٹ زمیندار ڈگری کالج کی وسیع و عریض گراؤنڈ میں پڑھائی۔ اجتماع دس بارہ ہزار کے قریب تھا۔ جنازہ کے بعد اپنی مملوکہ زمین متصل عزیز بھٹی ہسپتال میں بولپ بھمبر روڈ سپرد خاک ہوئے جسدِ مبارک کو خادمانِ خاص حافظ محمد سلیمان اور محمد اسلم نے چند دوسرے حضرات کی

---

[15]: ۔ ایضاً ص ۱۴۴

مدد سے لحدِ مبارک میں اتارا۔

آپ کی وفات پر صدر آزاد کشمیر بریگیڈیر محمد حیات نے ایک اخباری بیان میں کہا،

"وہ ایک بلند پایہ روحانی شخصیت تھے۔ جنہوں نے علم و عرفان کی شمعیں روشن کیں۔ ان کی وفات سے ملک و ملّتِ اسلامیہ بالخصوص آزاد کشمیر ایک روحانی پیشوا سے محروم ہو گیا ہے۔ انہوں نے مرحوم کے بلند درجات اور پسماندگان کے لئے صبرِ جمیل کی دعا کی" [۱۶]

آپ کی وفات پر شعرائے کرام نے عربی، فارسی، اردو اور پنجابی میں بے شمار تعزیتی نظمیں کہیں۔ اور تاریخی قطعے لکھے۔ ذیل میں پروفیسر محمد شریف کنجاہی اور فدا حسین صاحب ایڈیٹر "مہر و ماہ" لاہور کی تاریخیں دی جا رہی ہیں۔

دربغل پرورده ی سلطانِ عرفان و صفا
ہمچوں نام خویش محبوبِ دل و جاں آمده
مستنیر از نورِ او یک عمر بام شوق ها
پادِ زہرِ تیره بختی، دردِ پنہاں را دوا
کل نفس ذائقۃ الموت فرمانِ خدا
تا کسے جوئے یاد از قلزمِ معنی جدا
مظہرِ انوار، ہم خورشید آوانے غروب
۱۴۰۳ھ
می شود سالِ وصالِ قاضی محبوبِ ما

شریف کنجاہی

---

[۱۶] روزنامہ جنگ راولپنڈی ایڈیشن - ۱۱ دسمبر ۱۹۸۲ء

شاہِ محبوبؒ، عارف کامل | آج دنیا سے چل بسے ناگاہ
آج واصل بحق ہوئے ہیں وہ | تھے جو سر حیات سے آگاہ
زہد و تقویٰ و فقر کے پیکر | مرد صالح و ہادی ذی جاہ
جاتے جاتے دکھا گئے وہ ہمیں | منزلِ زیست کا نشانِ راہ
مئے عشقِ نبیؐ سے تھے مخمور | رہا ان کا شعار ذکر الٰہ
شاہ محمودؒ فقر کے سلطان | ان کے ہادی و شیخ تھے واللہ

کہیئے ان کا سالِ وصال فدا
"رحلتِ زبدۂ خلائق آہ"

۱۴۰۳ھ قدا حسین فدا

اب آپ کے اکلوتے اور محبوب فرزند صاحبزادہ مظہر الحق صاحب زاد لطفہٗ آپ کے سجادہ نشین ہیں۔ اور درگاہِ عالیہ کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے چار بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ محمود الحق، صاحبزادہ مسعود الحق، صاحبزادہ منصور الحق اور صاحبزادہ مسرور الحق صاحب، اور چاروں درگاہ کے فرائض کی سرانجام دہی میں باپ کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ آخر میں ہم جناب مولانا عبدالمعبود موصلی شامی ثم پاکستانی کا ایک بلیغ اور فکر انگیز قصیدہ درج کرتے ہیں۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ سید عبدالمعبود صاحب نے حضرتِ غوث پاک سیدنا عبدالقادر جیلانی کے ارشاد پر قصیدہ غوثیہ کی شرح "مخزن الاسرار" کے نام سے لکھی۔ اور حضرت غوثِ پاکؒ ہی کے ارشاد پر حضرتِ صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی۔ جسے ۱۳۵۱ھ میں حضرت نے آوان شریف سے شائع کیا۔ سید عبدالمعبود صاحب عربی، فارسی اور اردو نظم و نثر

پر اُستادانہ عبور رکھتے ہیں۔ اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ اور دنیا کے معمر ترین لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

شب کہ از شب ہائے تارِ عمرِ رخشانِ من است
وقت و فکرم صاف از حالِ پریشانِ من است
آمد ارشادِ مبارک از جنابِ غوث پاک
آنکہ فرمانِ معظم واجبِ اذعانِ من است
گفت اے خلف الرشید از خوابِ خوش برخیز زود
باز گو شرحِ کلامم را کہ از شانِ من است
جملہ عالم از کلامِ نظمِ من شد وردِ خواں
لیک حیران و پریشاں ہم ز تبیانِ من است
گرچہ با تفصیل گفتہ بودم ایں اجمال را
لیک کے فہمند افہا میکہ بیگانِ من است
شارحاں بر کشفِ تفصیلات معنی طول داد
وہ رسیدند آں مضامینیکہ از آنِ من است
مختصر ما قلّ ما دلّ بر کلامم شرح گو
تاکہ ظاہر باشد آں معنی کہ از جانِ من است
شعر داناں را بہ تفہیم معانی ذوق دہ

؎ ۔صاحبزادہ محبوب عالم صاحب سجادہ نشین دربار آوان شریف

ورد خواناں را رساں فیضیکہ از خوانِ من است
یازش آں را تحفہ سازد جانب محبوب بر
مسکنِ او را ہدایتی کا ندر آدانِ من است
عالمِ منقول و معقول از فروع واز اصول
پر معارف واقفِ عارف زعرفانِ من است
معدنِ شرع و طریقت ہم حقیقت معرفت
مخزنِ اسرار وہم انوار رحمانِ من است
از عنایت کاملہ خلقِ کریمش داده ایم
مرجع اہل کمال از ملک و مردانِ من است
تحفہ از مقبولیش محبوب عالم می شود
شائق است ہر دل کہ زیر چرخ گردانِ من است
ناگہاں زاں خوابِ خوش بیدار گشتم زود تر
یافتم در خورِ سرور ِروح کہ شایانِ من است
باز در جیبِ تفکر سر فرو بردم کہ زود
گشت القا آں مضامینیکہ برخوانِ من است
کردم آں جملہ مضامین را بسرعت قلم بند
کاغذ و کلکے مہیا در قلمدانِ من است
مخزنِ اسرار الٰہی گفتم آں مرسوم را

من بشوخی طبع خود چوں شیخ شیراز آورم
فلفل اندر ہند گرچہ ایں دُر از دکانِ من است
وسعت خلق کریمش دست من بگرفت وگفت
ہر چہ داری پیشم آور طبع خندانِ من است
حمدِ حق مدح حبیبش ہم ثناء محبوب را
زانکہ او را نظرِ منظوری بہ سخنانِ من است
عزت و اقبال، جاہ و مال روز افزوں شواد
ایں دعا بہر تو تا گردوں گردانِ من است
مظہر الحق را خدایا رفعت اقبال دہ
تا سکون اندر زمین تا مہر تابانِ من است
عبد معبودم ز اولادِ حسن حسنی لقب
مدنی ام موصل وطن خوشتر ز اوطان من است

؎ صاحبزادہ مظہر الحق صاحب فرزند حضرت صاحبزادہ صاحب

نواب معشوق یار جنگ رحمتہ اللہ علیہ

مولوی معشوق حسین خاں المعروف نواب معشوق یار جنگ حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مخلص مریدوں میں سے تھے۔ حضرت قاضی کی مبسوط اور مفصل سوانح "مناقبِ محمودی" (مقاماتِ محمود اس عظیم کتاب کا خلاصہ ہے جو دو دفعہ چھپ چکا ہے) کے مؤلف ہونے کی حیثیت سے امتیازی مقام کے مالک ہیں۔ مناقب محمودی تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحبؒ (م ۱۹۸۲ء) کے ذاتی کتب خانہ میں قلمی شکل میں موجود ہے[1]۔

نواب صاحب افغانوں کی "یارک زئی" شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام خان بہادر عنایت حسین خاں تھا جو اس وقت بدایوں میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ نواب صاحب میٹرک کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے علی گڑھ محمڈن کالج میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہم درسوں میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا حسرت موہانی جیسی ہستیاں شامل تھیں۔ آپ کے ایک ہم درس خان بہادر سید اعجاز علی صاحب اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں۔

"میں نے علی گڑھ سے انٹر ۱۸۹۹ء اور بی اے سنہ ۱۹۰۱ء میں کیا۔ میرے ساتھیوں میں مولانا محمد علی، سید سجاد حیدر یلدرم، مولانا حسرت موہانی، معشوق یار جنگ، حبدالحمید

---

[1] مقاماتِ محمود، استقلال پریس لاہور ۱۹۶۴ء بار اول ص ۲۰

حسن مدراسی، ضیاء اللہ رامپوری اور اشرف خاں وغیرہ تھے۔ ان میں سے نواب معشوق یار جنگ حیات ہیں۔ اور بہادر یار جنگ سوسائٹی شہید ملت روڈ کراچی میں مقیم ہیں۔ آپ مسٹر محمد شعیب وزیر خزانہ پاکستان کے خسر ہیں۔[۲]

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ ریاست حیدر آباد دکن سے بسلسلہ ملازمت منسلک ہوئے۔ نواب صاحب شروع ہی سے علمی و ادبی تحریکات میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ جب آپ کے کالج کے دوست بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب انجمن ترقی اردو ہند کے معتمد (سیکرٹری) مقرر ہوئے تو انجمن کی زبوں حالی کو دیکھتے ہوئے اس کا دفتر بھی حیدر آباد (دکن) میں لے آئے۔ جہاں وہ خود بھی ایک اعلیٰ ملازمت پر فائز تھے۔ اس ابتدائی دور میں جن مخلصین نے انجمن کی امداد و اعانت میں بھرپور حصہ لیا۔ اُن میں نواب صاحب بھی شامل تھے۔ غلام ربانی صاحب اپنی تصنیف "انجمن ترقی اردو کی کہانی" میں لکھتے ہیں۔

"اس زمانہ میں جناب مولوی صاحب (بابائے اردو عبدالحق) نے اپنے احباب میں سے محبانِ اردو کی ایک جماعت ایسی بنائی تھی۔ جو آپ کو علمی مشوروں اور کاموں میں مدد دیتی تھی اور ارکان کے اضافہ کرانے اور عطیے دلوانے میں ساعی رہتی تھی۔ ان بزرگوں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ جناب مولوی ظفر الملک صاحب ایڈیٹر "الناظر" لکھنو

۲۔ مولانا سید ہاشمی صاحب فرید آبادی

---

[۲]۔ ماہنامہ "علیگ" کراچی مارچ ۱۹۶۸ء مضمون سید اعجاز علی ص ۲۹

۳ ۔ مولوی معشوق حسین خاں صاحب المخاطب نواب معشوق یار جنگ

۴ ۔ جناب مولوی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

۵ ۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری صاحب دہلی

۶ ۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب بجنوری بھوپال وغیرہم [۳]

نواب صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی میجر لطافت حسین خاں آئی ایم ایس مرحوم سے انجمن کے لئے ایک کتاب مرتب کروا کر انجمن کی نذر کی ۔ اس کتاب کا ذکر مولوی غلام ربانی صاحب اس طرح کرتے ہیں ۔

"۱۹۱۶ء میں جب کہ انجمن کی مطبوعات انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں ۔ ایک نہایت پاکیزہ کتاب "دیباچۂ صحت" میجر لطافت حسین خاں مرحوم نے انجمن کو عنایت کی جس کو مرحوم نے بڑی محنت سے لکھا تھا ۔ جناب مولوی معشوق حسین خاں (معشوق یار جنگ صاحب) ابتداء سے انجمن کے معین و رفیق ہیں [۴]"

نواب صاحب تالیف سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے ۔ خاص طور پر ترجمہ کرنے میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا ۔ انہوں نے فرانسیسی مصنف موسیو "رینان" کی مایۂ ناز تصنیف "ابن رشد و فلسفۂ ابن رشد" کا اردو ترجمہ کیا جو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن سے نفیس کاغذ و طباعت کے ساتھ شائع کیا ۔ اس کتاب کے علاوہ ان کی تصنیفات [۱] کی اجمالی فہرست حسب ذیل ہے ۔

---

[۳] انجمن ترقی اردو کی کہانی مرتب مولوی غلام ربانی ۱۹۳۹ء، ص ۲۲ - ۲۳

[۴] " " " " " " ص ۴۲

مطبوعہ

۱ ۔ اخبار الصالحین (اولیائے کرام کے حالات) اس کا جدید ایڈیشن حال ہی میں لاہور سے شائع ہوا ہے ۔

۲ ۔ ابن رشد و فلسفہ ابن رشد تصنیف لوسیو رتیاں (ترجمہ) جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ۔

۳ ۔ شرح آداب المریدین تالیف حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا اردو ترجمہ

۴ ۔ العقیدہ تصنیف سید محمد اکبر حسینی کا اردو ترجمہ

۵ ۔ رحیق المختوم تصنیف شیخ شہاب الدین سہروردی کا اردو ترجمہ ۔ یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور سے دوسری بار مع متن ۱۳۸۹ھ میں شائع ہوئی ۔

۶ ۔ الکبریت الاحمر والاکسیر الاکبر تصنیف عبد اللہ بن ابوبکر عیدروس کا اردو ترجمہ ۔

۷ ۔ مقامات محمودؒ خلاصہ مناقب محمودی دو بارہ چھپ چکی ہے ۔

غیر مطبوعہ

۱ ۔ مناقب محمودی (تین ضخیم جلدیں) حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحبؒ کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں ۔

۲ ۔ تاریخ حبیبی تالیف مولانا عبد العزیز کا اردو ترجمہ

۳ ۔ چہل کلمات ، عربی سے ترجمہ

۴ ۔ فتوح الغیب تصنیف حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا اردو ترجمہ ۔

۵ ۔ اسرار العارفین و سیر الطالبین تصنیف شیخ شہاب الدین سہروردی کا اردو ترجمہ[۵]

---

[۵] حاشیہ نمبر ۵ مقامات محمود بار اول ص ۲۲ ۔ ۲۳

نواب صاحب بارگاہِ محمودی میں

نواب صاحب نے آوان شریف حاضر ہوتے اور حضرت قاضی صاحب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے بارے میں مناقب محمودی جلد اول میں تفصیل سے لکھا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"۱۹۱۵ء میں حضرت شاہ عبدالوحید صاحب بہاری رح کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ محبت بھرے الفاظ نکلے تھے" میں تمہیں حضرت قاضی صاحب کا مرید کراؤں گا جو حضرت اخوند صاحب کے خلیفہ ہیں۔ اور حضرت کے خلفاء میں صرف وہی باقی ہیں۔ شاہ صاحب مرحوم جناب فضل شاہ صاحبؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ جو سوات شریف کے مشہور بزرگ حضرت اخوند عبدالغفور صاحب کے خلیفہ مجاز تھے۔ شاہ صاحب اور میرا کوئی بیس برس کا ساتھ رہا۔ وہ مجھے اپنے بچوں کی طرح سمجھتے۔ صوبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ مگر ساری عمر حیدرآباد دکن میں اپنے پیر کے مزار کی جاروب کشی اور ان کے صاحب زادوں کی خدمت میں گزار دی اور وہیں اپنے پیر کی پائنتی میں دفن ہوئے۔

حضرت قاضی قدس سرّہ کا ذکرِ مبارک مولوی فخرالدین احمد صاحب المخاطب نواب فخر یار جنگ سے بھی اکثر رہا کرتا تھا۔ موصوف جالندھر (مشرقی پنجاب کے رہنے والے تھے۔ اور حیدرآباد دکن کی ریاست میں وزیر مالیات تھے۔ ان کی والد ماجد اور چچا حضرت صاحب قدس سرہ کے مرید تھے۔ بلکہ ان کا۔ پورا خاندان حضرت صاحب کے فیض سے بہرہ ور تھا۔

یہ چرچے ہوتے تھے اور کانوں میں حضرت کی باتیں پڑتی تھیں اور دل میں اندر ہی اندر آگ کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔ مگر کوئی شے تھی۔ جو انہیں دبائے رکھتی تھی۔

اس اثناء میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق سے جو میرے قدیم کرم فرما ہیں۔ اورنگ آباد دکن میں جہاں وہ ناظم تعلیمات تھے۔ ملاقات ہوئی اور یہی گفتگو رہی۔ اُن کی زبان سے نکلا کہ کب تک آج کل کرتے رہو گے۔ میں نے ایک سانس ٹھنڈا بھرا اور چپ ہو رہا لیکن اب زیادہ یارائے ضبط نہ تھا۔ دل نے کہا ؎

می نہ روید تخم دل از آب و گل بے نگاہے از خداوندانِ دل

اندریں عالم نیرزی با خسے تا نیا ویزی بہ دامانِ کسے

یہ بھی سنا تھا کہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ اب کسی کو مرید نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو بہت تامل کے بعد، مجھ میں کسی امتحان کی طاقت نہ تھی۔ مگر جلد ہی دل میں یہ کہتا تھا کہ خدا کرے اس مقدس ہستی کے غلاموں میں میرا بھی نام آجائے۔ بالآخر ۱۱ رجب ۱۳۳۴ھ (مئی ۱۹۱۶ء) کی مبارک ساعت آئی اور عشاء کی نماز سے قبل آدان شریف میں مجھے حضور نے اپنے غلاموں میں داخل فرمایا۔ نہایت انکسار سے آپ نے فرمایا کہ جوان آدمی کے پاس جاؤ۔ میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں۔ بندہ نے عرض کیا ؎

ایں نعمتِ من بس کہ منم بندۂ تو ویں عزتِ من بس کہ خداوند توئی[6]

احباب اور ہم نشین

نواب صاحب کے نواب فخر یار جنگ (سابق وزیر خزانہ ریاست حیدرآباد دکن)، بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب اور سید ہاشمی فریدآبادی سے گہرے مراسم تھے۔ فخر یار جنگ کے والد بلکہ پورا خاندان حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب تھا۔ یہ تعلقات یہاں تک بڑھے کہ نواب

---

[6] مناقبِ محمودی جلد اوّل ص ۶۱ تا ۶۴ (تلخیص)

صاحب کی بیٹی کی شادی فخر یار جنگ کے صاحب زادے عشاق احمد اور بھتیجی (کرنل لطافت حسین خاں کی بیٹی) کی شادی فخر یار جنگ کے دوسرے بیٹے نواب مشتاق احمد خاں صاحب سابق ایجنٹ جنرل حیدر آباد دکن سے انجام پائی اور یوں دونوں خواجہ تاش خاندانوں کے تعلقات ہمیشہ کے لئے استوار اور محکم ہو گئے۔

پیر بھائیوں میں سے مولوی بارغ دین صاحب ٹالوی ثم پشاوری (م ۱۹۲۵ء) اور مولوی نور اللہ شاہ صاحب سیالکوٹی سے آپ کے گہرے روابط تھے۔ مولوی صاحب اور شاہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اولین مریدوں میں سے تھے۔ سفر و حضر میں حضرات کے ساتھ ہوتے۔ اس لئے دربار آوان شریف کے متوسلین ان دونوں حضرات کو بڑی محبت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ مولوی بارغ دین ٹالہ کی مشہور ارائیں فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ میاں سر فضل حسین مرحوم سابق وزیر اعظم متحدہ پنجاب، میاں افضل حسین مرحوم سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی اور میاں تصدق حسین خالد مرحوم آپ کے عزیزوں میں سے تھے۔ میاں سر فضل حسین کی حقیقی بہن آپ کی بہو تھی۔ مولوی صاحب کا ذکر ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک خط بنام میاں سعید الرحمٰن نبیرہ مولوی صاحب میں بڑے دل نشین انداز میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"۶ راگست ۱۹۴۷ء کو اپنے چھوٹے بھائی لفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر تحسین حسین خاں مرحوم کے ساتھ حاضر ہوا۔ حضور نے تحسین حسین کی بیعت لی اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ مجھ سے دریافت فرمایا کہ نفی و اثبات کی مزاولت کرتے ہو۔ میں نے اقرار کیا۔ آپ نے اپنے سامنے مجھ سے تکرار کرائی۔ اس کے بعد مولوی بارغ دین صاحبؒ سے ملاقات ہوئی۔ میں

نے ان کے سامنے بھی تکرارِ نفی واثبات کی۔ انہوں نے جس قدر شفقت فرمائی۔ اس کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔ اس کے دوسرے روز بعد (۷، اگست ۱۹۱۷ء) میں حضورِ غریب نواز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور باغ دین صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے میری سفارش کی۔ آدان شریف میں حضرت کا مکان بن رہا تھا۔ حضرت نے اشارہ سے کہا اینٹیں ڈھو کر لاؤ۔ میں مسرت سے پھولا نہ سمایا۔ دوڑا گیا اور اینٹیں لانی شروع کیں۔ میں اینٹیں لاتا جاتا تھا۔ اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنی　　　منت شناس ازو کہ بہ خدمت گذاشت

مولوی باغ دین صاحب نے شعر سنا تو تحسین فرمائی اور حضرت صاحب قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ معشوق حسین یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ آپ خوشنود ہوئے اور مجھے دعا دی۔ یہ ۸ راگست ۱۹۱۸ء کا واقعہ ہے۔ جس کی لذت اب تک میرے کام و دہن میں ہے۔ اور گرامی کا شعر بار بار زبان پر آ رہا ہے۔

منم معشوق لیک از بخت مسعود　　　ایازِ حضرتِ سلطان محمودؒ

آدان شریف میں عرسِ مبارک کے دنوں (یکم مئی تا ۴ رمئی) میں حضرت غریب نوازؒ کے دربارِ عالیہ سے ملحق جامعہ مسجد کے دائیں جانب ایک فراخ حجرہ ہے۔ جس میں عرس کے دوران نواب صاحب کا مستقلاً قیام ہوتا۔ عمِ محترم مولوی نوراللہ شاہ صاحب ہر روز صبح سات آٹھ بجے کے قریب نواب صاحب کے پاس پہنچ جاتے اور علم و عرفان

۲۷۔ مکتوب نواب معشوق یار جنگ بنام میاں سعیدالرحمٰن (پشاور) ۴ ردسمبر ۱۹۶۷ء

کی مجلس قائم ہو جاتی ۔ شاہ صاحب فارسی زبان کے اعلیٰ پایۂ کے شاعر تھے جس پر آپ کی تصنیف "چشمۂ نور" شاہدِ عادل ہے ۔ شاہ صاحب اپنی دلکش اور پُر درد آواز میں حضور غریب نواز کی منقبت میں لکھے ہوئے اپنے فارسی قصائد پڑھتے تو نواب صاحب پر وجد طاری ہو جاتا ۔ چودھری غلام غوث صاحب صمدانی بھی کبھی کبھی اس پاک محفل میں شرکت فرماتے ۔ راقم الحروف کو ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء میں دو دفعہ عم محترم کی معیت میں اس محفلِ روحانی میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ۔ یہ محفل ۸ بجے شروع ہوتی اور پانچ بجے تک جاری رہتی ۔ درمیان میں صرف کھانے اور نماز کا وقفہ ہوتا ۔

زہد و عبادت نواب صاحب مرحوم زہد و عبادت کا مجسمہ تھے ۔ اپنے پیر و مرشد کی طرف سے اجازت شدہ اوراد و وظائف کو بڑی پابندی سے ادا کرتے ۔ ان اوراد و وظائف کے بارے میں تحریر کرتے ہیں ۔

"حضرت صاحب قدس سرہ نے مؤلف ہذا (معشوق حسین خان) کو

کو اسباقِ سلسلہ تلقین فرمانے کے بعد روزانہ سورہ یوسف، سورہ یٰسین اور قصیدہ بردہ پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا ۔ پھر صلوٰۃِ تسبیح کی اجازت عطا فرمائی ۔ اور اس کے پڑھنے کی ترکیب بتائی ۔ دلائل الخیرات اور حزب الاعظم روزانہ ایک ایک منزل پڑھنے کا حکم فرمایا نیز آٹھ رکعت نماز تہجد اور آٹھ رکعت نماز اشراق ادا کرنے کا فرمایا ۔ یہ سب ارشادات مختلف اوقات میں ہوئے [۸]

---

۸ ۔ مناقبِ محمودی جلد دوم خطی نسخہ ص ۴۹۶

آخری دو سالوں میں فالج کے حملہ کی وجہ سے بہت کمزور اور نحیف ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود رمضان شریف کے روزے پابندی سے رکھتے اور نماز کی طرف سے غفلت آخری وقت تک نہ ہوئی۔ آپ کے آخری ایام کے بارے میں آپ کے صاحبزادے محمود حسین خاں ایڈوکیٹ تحریر کرتے ہیں۔

"مرحوم تقریباً دو سال سے فالج سے متاثر تھے۔ اور چلنے سے معذور ہو گئے تھے۔ زبان بھی متاثر تھی جس کی وجہ سے سوائے اللہ اور چند دیگر الفاظ کے منہ سے کچھ نہ نکلتا تھا۔ رضامندی اور خوشنودی کا اظہار صرف ہاتھ سے یا مسکرا کر کیا کرتے تھے۔ اگر ناراض ہوتے تو تیوری پر بل آجاتے، نماز لیٹے لیٹے ادا کرتے۔ ایک شخص سرہانے بیٹھ کر نماز کے الفاظ با آواز بلند ادا کرتا اور دہراتا۔ رمضان میں بھی پورے روزے رکھتے۔ وسط ستمبر میں بیمار ہوئے۔ سانس میں دقت ہونے لگی۔ علاج سے کچھ افاقہ ہوا۔ لیکن چند روز بعد بخار تیز ہو گیا اور نمونیہ کی شکل اختیار کر لی۔ آخر ۲۶/۲۷ ستمبر ۱۹۷۱ء کی درمیانی شب کو اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ [۹]

نواب صاحب کی اولاد کے بارے میں جناب مشتاق احمد خاں صاحب سابق ایجنٹ جنرل ریاست حیدرآباد دکن تحریر کرتے ہیں۔

"آپ کی دو بیٹیاں اور تین بیٹے تھے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ تھے۔

---

[۹] مکتوب محمود حسین خاں ایڈوکیٹ کراچی بنام میاں سعید الرحمٰن پشاور ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء

۱ ۔ محمود حسین خاں ایڈووکیٹ مرحوم کراچی

۲ ۔ وارث حسین خاں ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ بارڈر پولیس مقیم کراچی

۳ ۔ حامد حسین خاں کراچی میں P.B.S کے ایک پٹرول پمپ کے مالک ہیں۔

۴ ۔ رقیہ بیگم زوجہ کرنل عشاق احمد مقیم کراچی

۵ ۔ حمیدہ بیگم بیوہ محمد شعیب مرحوم سابق مرکزی وزیر خزانہ حکومت پاکستان مقیم امریکہ"[101]

۱۰۱۔ مکتوب نواب مشتاق احمد خاں بنام راقم الحروف ۷ راکتوبر ۱۹۹۴ء

ساداتِ بوکن (گجرات)

مولوی سید چراغ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ساداتِ بوکن متصل گجرات شہر سے تعلق رکھتے تھے۔ سیالکوٹ شہر کے ایک ممتاز عالم دین مولوی غلام مرتضےٰ صاحب سے دینی علوم کی تکمیل کے بعد کشمیری محلہ میں مکان خرید کر مستقلاً سیالکوٹ ہی میں آباد ہو گئے۔ آپ حضرت علامہ اقبالؒ کے والد صوفی نور محمد صاحبؒ کے گہرے دوستوں میں شمار ہوتے تھے [1]

حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ دربار آوان شریف ضلع گجرات کے شاہ صاحب سے گہرے مراسم تھے۔ جب کبھی مزاراتِ عالیہ کی زیارت کے لئے سیالکوٹ تشریف لے جاتے تو شاہ صاحب سے ضرور ملتے۔ شاہ صاحب کے تین فرزند حافظ عبداللہ شاہ صاحب، مولوی نوراللہ شاہ صاحب اور حکیم ظہوراللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہم حضرت قاضی صاحبؒ سے بیعت تھے۔ اور اوّل الذکر دونوں حضرات تو خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔

"گوہرِ منیر" کے مصنف سید علی اکبر شاہ صاحب (م ۱۹۸۴ء) ساکن جمال پور سیداں (گجرات) حافظ عبداللہ شاہ اور مولوی نوراللہ شاہ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"میرے محترم ماموں صاحبان حافظ عبداللہ شاہ صاحب اور مولوی نوراللہ شاہ

---

[1] دانائے راز تالیف سید نذیر نیازی مرحوم لاہور ۱۹۷۹ء ص ۶۰

صاحبؒ حضرت قاضی صاحب مرحوم ومغفور کے عقیدت مند مرید اور خلیفہ تھے۔ حافظ صاحب عالم اجل ہونے کے علاوہ بڑے متمول اور صاحب حیثیت آدمی تھے۔ رمضان شریف میں نماز تراویح میں روزانہ چھ سپارے پڑھتے تھے۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ دو تین بھینسیں ہمیشہ رکھتے تھے۔ دودھ خود بلوتے تھے اور مرشد کے فرمان کے مطابق چکی بھی پیستے تھے۔ اور اس دوران درود شریف پڑھتے رہتے یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔

مولوی نوراللہ شاہ صاحب سیالکوٹ میں رہتے تھے۔ جیّد عالم، خوش بیان واعظ اور بلند پایۂ مناظر ہونے کے علاوہ بڑے ظریف الطبع تھے۔ تقریر اتنی برجستہ ہوتی کہ سامعین اکتاتے نہیں تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ کو عشق الٰہی میں بڑی بے قراری رہتی تھی۔ اور شاہ صاحب جب دیکھتے کہ طبیعت زیادہ بے قرار ہو گئی ہے تو کوئی ایسا لطیفہ سنا دیتے تھے جس سے قاضی صاحبؒ ہنس پڑتے اور ان کی طبیعت بحال ہو جاتی ؎٢

حافظ عبداللہ شاہ صاحب ١٨٥٧ء میں کشمیری محلہ شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سیالکوٹ کے علماء سے حاصل کی۔ اس کے بعد درس نظامی کی منتہی کتابوں کی تکمیل کے لئے ملتان چلے گئے اور وہاں برصغیر کے مشہور فاضل مولانا خواجہ عبدالعلیم ملتانی کے درسِ عالیہ میں شریک ہوئے اور دینی علوم کی تکمیل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے والد ماجد کے ارشاد پر حضرت قاضی صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ اور سلسلۂ قادریہ کے مراحل کو طے کیا۔ آپ کے بڑے لڑکے سیّد شاہ ولایت

؎٢ ۔ گوہر منیر (غیر مطبوعہ) تالیف سیّد اکبر علی شاہ جمال پوری ص ٢١ ۔ ٢٢ مملوکہ سیّد منظور حسین شاہ صاحب جمال پوری

نے دینی علوم کی تکمیل آوان شریف میں حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کی حضرت صاحب زادہ صاحب کے ہم درس تھے۔ صاحب زادہ صاحب ان کی ذہانت و فطانت کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ کی حضرت قاضی صاحبؒ سے خط و کتابت بھی رہتی تھی جو عموماً فارسی زبان میں ہوتی۔ آپ کے نام کے کچھ خطوط ابھی تک محفوظ ہیں جنہیں علیحدہ مکاتیب کے باب میں درج کیا جا رہا ہے۔ آپ کا زیادہ وقت قرآن پاک کی تلاوت اور حضرت قاضی صاحبؒ کی طرف سے ارشاد کردہ وظائف میں گزرتا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے خوشنویس بھی تھے۔ آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں اس وقت بھی محفوظ ہیں۔ جن میں سے "النبراس" اور قرآن پاک کے خطی نسخے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

آخری عمر میں پندرہ چک شمالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں آباد ہو گئے تھے اور یہیں ۱۹۴۱ء میں فوت ہوئے۔ مزار شریف مرجع خاص و عام ہے۔ اس علاقہ میں آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ جن میں سے یہ ایک ہے کہ ایک جن مسمی "عبد الغنی" نامی آپ کا مرید تھا۔ اور آپ کے بلانے پر ایک "اژدہا" کی شکل میں حاضر ہوتا تھا۔ اس کے دیکھنے والے ابھی تک کئی اصحاب زندہ ہیں۔ آپ کے تین بیٹے ہیں۔

۱۔ راقم الحروف سید نور محمد قادری

۲۔ سید خلیل احمد ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ہتو والی متصل گجرات شہر

۳۔ سید گلزار محمد قادری

مولوی نور اللہ شاہ صاحب ۱۸۶۵ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ دینی علوم کی تحصیل اپنے بڑے بھائی عبد اللہ شاہ صاحبؒ اور مولانا نور الدین صاحب (م ۱۸۸۴ء) ساکن چکوڑی ضلع گجرات سے کی۔ آپ حضرت قاضی صاحب کے سفر و حضر کے ساتھی

تھے۔آپ کے ساتھ کئی دفعہ سید و شریف پاپیادہ گئے۔ اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے فارسی اردو اور پنجابی میں مشقِ سخن کرتے تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ نے اپنے اور دیگر پیر بھائیوں کے کلام کو جو حضرت قاضی صاحبؒ کی منقبت میں تھا۔ "درچشمہ نور" کے نام سے مرتب کر کے ۱۹۲۰ء میں شائع کیا۔ جس کا زیادہ حصہ آپ کے کلام پر مشتمل ہے۔ ایک قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نورنامت گرچہ دارد خوبی بس بیکراں
گشتہ از وعظ و مباحث مشتہر اندر جہاں
لیک چو بینم عملہائے زبوں و زشتِ تو
ظلمتِ کفر ابد صد ننگ میدارد ازاں
در ہوا و خاک یا زیہا ہمہ عمرت گذشت
روز در حرص و ہوا شب داستاں پاستاں
ہمرہانِ تو شدند و در ترخیمہ زدند
تو بخوابِ غفلتی گو کے رسی با ہمرہاں
نورا اندر منزلِ جاناں اگر خواہی شدن
رو طلب کن مدد رتہا از شہسوار ملک جان
بادشاہِ ملکِ معنی آں کہ خاکِ پائے او
افسر و تاجِ ملائک کحل چشم روشناں
قاضی سلطان محمودؒ آں کہ جا ندعلم
جایک آمد بہر پابوسش عیاں کوہ گراں

چوں سلیماں حکم او بر انس و بر جاں میرود
قیصر و فغفور و خاقاں کمترینش چاکراں

پورا قصیدہ ۳۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور چشمۂ نور یار دوم لاہور ۱۹۷۹ء کے صفحات ۲۷ تا ۳۰ پر پھیلا ہوا ہے۔

مولوی صاحب کی طبیعت میں ظرافت بہت تھی۔ آپ کے کئی لطائف حضرت صاحبزادہ صاحبؒ سنایا کرتے تھے۔ ایک لطیفہ ملاحظہ ہو۔

حضرت قاضی صاحبؒ میانہ پورہ سیالکوٹ میں منصف عبدالرحمٰن کے ہاں مقیم ہیں محفل جمی ہوئی ہے۔ ایک ادھیڑ عمر عورت سلام و دعا کے لئے حاضر ہوتی ہے۔ اور جب واپس چلی جاتی ہے۔ تو حاضرین میں سے مولوی نور اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں۔ حضرت یہ عورت سنت کی بہت پابند ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کیسے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اب تک چار نکاح کر چکی ہے۔ یہ سن کر حضرت قاضی صاحبؒ مسکرا دیئے اور محفل و بہار رجاغ ہو گئی۔

۱۹۴۸ء میں فوت ہوئے اور امام علی الحق صاحبؒ کی درگاہ سے ملحق قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ ایک بیٹی سیدہ غلام فاطمہ تھی جو انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کے مخلص کارکن سید رسول شاہ صاحب سے منسوب تھیں۔

ڈھوگڑی ضلع جالندھر کا لودھی خاندان

جناب علی احمد خاں صاحب لودھی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ راقم الحروف کو ایک خط میں تحریر کرتے ہیں بہ تعمیل ارشاد میں اپنے علم کی حد تک عرض کرتا ہوں۔ حضرت قاضی صاحبؒ کے معتقد تو سبھی لوگ ہیں۔ خواہ وہ خان بہادر غلام احمد خان کی اولاد میں سے ہوں یا حضرت مولوی نیاز محمد صاحب کی اولاد میں سے۔ ان کی نظرِ کرم اور فیض جاری ہے۔ جس نے یاد کیا اُس کو نوازا۔ خان بہادر غلام احمد خاں کے بڑے صاحب زادے نواب فخر الدین احمد خاں بیعت تو نہ تھے۔ مگر بہت معتقد تھے۔ بیعت حضرت الماموں سے تھے۔ خان نیاز رسول احمد خاں دوسرے صاحبزادے بابا شاہ دولہ دلی گجراتی تک بھی اپنی معروضات لے جاتے تھے۔ اور تیسرے صاحبزادے خان بہادر عبدالقیوم خاں کی نسبت بھی بیعت کی شہادت تو نہیں ملتی۔ مگر ان کی اکثر احباب اور عزیزوں کو وصیت یہی تھی کہ ان کو آدان شریف میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ ان کا مدفن حضور کے قدموں میں ہے۔ اور سب سے چھوٹے صاحبزادے ان عبداللطیف خاں صاحب اپنی ہر مشکل اور الجھن کے لئے صاحبزادہ صاحب قبلہ محبوب عالم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

مولوی نیاز محمد صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر حبیب احمد خاں نے صاحبزادہ صاحب سے بیعت کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ قاضی صاحب قبلہ کی نظروکرم ان پہ ہے۔ اس لئے بیعت کی ضرورت نہیں۔

راقم الحروف مولوی نیاز محمد صاحب مرحوم کا سب سے چھوٹا لڑکا ہے۔ اور خوش نصیب ہے کہ اس کو حضرت قبلہ محبوب عالم صاحب سے شرفِ بیعت حاصل ہے

ور رہنمائی پا رہا ہے۔ میری بیوی نے بھی بیعت کے لئے عرض کیا تھا۔ تو ارشاد ہوا کہ آپ لوگوں کی پریشانیاں مشترکہ ہیں اور بیعت کی ضرورت نہیں۔ کرنل وحید احمد خاں معصوم خلف الرشید عبد اللطیف خاں صاحب بھی اکثر حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ نواب فخر الدین خاں صاحب سے انہوں نے بیعت کے لئے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ صاحب زادہ صاحب سے رجوع کریں [1]

خاں بہادر غلام احمد خاں صاحب سیالکوٹ میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے کہ جناب حکیم محمد سعید صاحب روڑس والوں کی معرفت آوان شریف حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔

۱۹۰۳ء کا انجمن حمایت اسلام کا وہ مشہور اجلاس جس میں حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنی مشہور نظم "فریادِ اُمت" پڑھی۔ اس کی صدارت آپ نے ہی کی۔ ہر مشکل اور الجھن کے لئے حضرت قاضی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ حضرت قاضی صاحبؒ سے عرض کیا کہ مجھے کسی وظیفہ کے پڑھنے کی اجازت دی جائے تو آپ نے فرمایا جو تمہارا فرضِ منصبی ہے اسے مستعدی اور دیانت داری سے بجا لانا یہی تمہارا وظیفہ ہے [2]

جتنے دنوں تک آوان شریف میں قیام کرتے زیادہ وقت چکی کی مشقت میں گزارتے عین جوانی میں صرف چھیالیس سال کی عمر میں آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی۔ اس وقت

---

[1] : مکتوب علی احمد خاں لودھی بنام سید نور محمد قادری ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۴ء

[2] :۔ روایت حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ

[3] اقبال اور انجمن حمایت اسلام مرتبہ حنیف شاہد لاہور ۱۹۷۶ء ص ۷۷

[4] :۔ مناقب محمودی قلمی جلد دوم تالیف نواب معشوق یار جنگ ص ۴۶۹

آپ ریاست جموں وکشمیر میں مشیر مال تھے۔

سید عبدالقیوم صاحب جالندھری اپنی خودنوشت "تذکرہ" میں لکھتے ہیں۔

"انگریزی حکومت نے ان کو بطور منتظم ریاست جموں وکشمیر میں بھیج دیا تھا۔ مگر کسی مجرمانہ سازش کی وجہ سے ان کو زہر دے دیا گیا۔ جب ان کا جنازہ دھوگڑی لایا گیا تو مجھے دھوگڑی کے باغ میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھانے کا اتفاق ہوا' اور ان کو اسی باغ ہی میں دفن کیا گیا"۔ [۵]

غلام احمد خاں صاحب کی وفات ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔

مولوی نیاز محمد جالندھری ایڈووکیٹ خان بہادر غلام احمد خاں صاحب کے چھوٹے بھائی تھے اور حضرتِ قاضی صاحبؒ کے جان نثار مرید تھے۔ سر سیّد احمد خاں مرحوم کے قریبی دوست اور محمڈن کالج علی گڑھ کے ٹرسٹی تھے۔ سر سید کے جو مکتوبات سر راس مسعود اور مولوی محمد اسماعیل پانی پتی نے ترتیب دیئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ خطوط کے مخاطب نیاز محمد خاں صاحب ہی ہیں۔ ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو۔ جس سے سر سید کے ان سے تعلقات کے بارے میں اندازہ ہو جاتا ہے۔

"اب یہ امر قطعی فیصل ہو گیا کہ میں سیدھا علی گڑھ سے لاہور جاؤں گا۔ اور ۱۵ اپریل بروز یک شنبہ کو سات بجے صبح انشاءاللہ لاہور پہنچوں گا۔ لیکن جالندھر میں آنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور خدا نے چاہا تو بوقتِ مراجعت میں جالندھر میں ٹھہروں گا۔ جالندھر میں آنے کا مقصد صرف آپ سے ملنا اور

---

[۵] : تذکرہ خود نوشت سید عبدالقیوم جالندھری لائل پور ۱۹۶۱ء ص ۱۳۱

آپ کے پاس ٹھہرنا ہے۔ کچھ وہاں کے چندہ کے اوپر موقوف نہیں بلکہ صرف آپ کی محبت کی خاطر جالندھر آنا مقصود ہے۔"[6]

جب مرشد کے آستانہ پر حاضر ہوتے، ڈھاکہ کے جنگل سے لنگر کے لئے لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے۔ نواب معشوق حسین خاں صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"عدالتوں میں تہلکہ مچا دینے والے قلم کی بجائے ہاتھ میں ایک مضبوط کلہاڑا لیے آستانہ عالیہ سے چھ سات میل دور ڈھاکہ سے لکڑیاں کاٹ کر بھاری سا گٹھا سر پر اٹھائے لا رہا ہے بوجھ قوتِ برداشت سے زیادہ ہے۔ کوئی منچ بوجھ بٹانے کی درخواست کرتا تو جواب صرف شکریہ اور تبسم سے ملتا۔ یہ رئیس کسی خیال میں منہمک، بھاری بوجھ کے نیچے دبا دبا تیز تیز قدم اٹھائے آ رہا ہے۔ کسی اہل سخا کے لنگر میں ایندھن پہنچائے گا۔ اور منہ مانگی مزدوری پائے گا۔ اس انوکھے لنگر والے کو بھی تو دیکھو، جو منہ سے کچھ نہیں بولتا۔ لیکن آنکھوں آنکھوں میں وہ کہہ جاتا ہے کہ لوگوں کو اپنے گھر کی شاہی چھوڑ کر ان کے در کی گدائی میں مزہ ملتا ہے"۔[7]

ایک اور نظارہ ملاحظہ ہو۔

"غریب نوازؒ (حضرت قاضی صاحب) اہل قبور کی زیارت کے لئے پالکی میں جا رہے ہیں۔ علی گڑھ اور نیچری ماحول کے اس رئیس نے ضد کر کے ایک کہار کی جگہ لے لی۔ غریب نوازؒ کے بار بار ہٹانے کی بھی پرواہ نہ کی۔ تیز چلتے گئے۔ راستہ میں ایک گاؤں

---

[6] مکتوبات سرسید مرتبہ اسماعیل پانی پتی لاہور ۱۹۵۹، بار اول ص ۴۲۴

[7] مقامات محمود مرتبہ نواب معشوق یار جنگ لاہور ۱۹۶۴ بار اول ص ۳۲۸ - ۳۲۹

ٹپا۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ خان صاحب اب تو پالکی چھوڑ دیں۔ گاؤں کے لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے کہ کہار آنا سوہنا اور بہٹی آتنی کو بھی (بدصورت) خان صاحب نے جھٹ حاضر جوابی دکھائی اور کہا: بہٹی (دلہن) جیسی کیسی ہو پر ہے کارے بنی"[۸]

نواب فخر یار جنگ کی عقیدت کا ذکر نواب مشتاق حسین خاں صاحب سابق ایجنٹ جنرل حیدرآباد دکن اس طرح کرتے ہیں۔:

"دادا جان کی زندگی میں اُن کی وفات کے بعد ابا جان حضرت قاضی صاحب قبلہ کی خدمت میں بڑی عقیدت کے ساتھ حاضری دیتے تھے جہاں تک مجھے علم ہے۔ انہوں نے گجرات شہر سے آوان شریف کی ۱۸ میل کی مسافت اکثر پیدل طے کی۔ سواری میں بیٹھ کر آستانہ تک پہنچنا ان کی نظر میں سوئے ادبی تھی۔ ایک مرتبہ دسمبر کے مہینے میں ۱۸ میل کا یہ سفر نصف شب کو ختم ہوا۔ یہ بات آداب کے خلاف سمجھی کہ حضرت قاضی صاحب قبلہ کے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائیں اور حضور کے آرام میں خلل آئے۔ مسجد میں رات گذاری۔ اوڑھنے بچھونے کے لئے پاس کچھ نہ تھا مسجد کی چٹائی میں اپنے آپ کو لپیٹ لیا۔ صبح حضرت قاضی صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے۔ ابا جان نے پاؤں دبانے شروع کئے پوچھا "کون"، عرض کیا "ننگ دیں"، حضور نے فرمایا "فخر دیں" پھر فرمایا میں نے حکم دے رکھا ہے کہ مکان کا دروازہ کھلا رہے۔ کیوں نہیں چلے آئے

---

[۸] : ایضاً ص ۳۲۹

ابا جان نے عرض کیا۔ حضور میں نے اسے خلافِ ادب سمجھا اور آرام میں خلل انداز ہونا پسند نہ کیا۔ حضور نے فرمایا۔ تمہاری یہ شب قیام میں شمار کر لی گئی [9]

نواب مشتاق احمد خاں صاحب کو یہ فخر ہے کہ اُن کی رسمِ بسم اللہ حضرت قاضی صاحبؒ کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔ اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں۔

"میرے بزرگوں کے لئے اور میرے لئے میری رسمِ بسم اللہ کی تقریب بڑی اہم تھی۔ اس موقع پر حضرت قاضی سلطان محمود صاحب قدس سرہٗ جن کی ذات سے میرے بزرگوں کو بے حد عقیدت تھی کی بطورِ خاص تشریف فرمائی نے اس کی اہمیت اور ہماری مسرتوں کو دو بالا کر دیا۔ یہ تقریب ان کے دستِ مبارک سے ہماری جالندھر شہر کی کوٹھی میں انجام پائی۔ میں اسے اپنی زندگی کا مبارک ترین شرف سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ علم کی خوشہ چینی میں جو تھوڑی بہت حقیر کامیابی مجھے حاصل ہوئی۔ وہ حضرت قاضی صاحبؒ کی دعاؤں کی برکت ہے۔" [10]

---

[9] حیاتِ فخر تالیف نواب مشتاق احمد خاں لاہور ۱۹۶۶ء ص ۶۸

[10] کاروانِ حیات خود نوشت نواب مشتاق احمد خاں لاہور ۱۹۷۴ء ص ۲۰

188

مولوی باغ دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولوی باغ دین صاحبؒ کے حالات "تذکرہ علما، ومشائخ صوبہ سرحد" جلد دوم مرتبہ محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی پشاوری سے لئے گئے ہیں۔

"آپ کا اسمِ گرامی باغ دین صاحب تھا۔ ۱۸۶۶ء بمطابق ۱۲۸۱ھ پیدا ہوئے۔ چونکہ آپ بٹالہ ضلع گورداسپور بھارت میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی لئے آپ کی تعلیم و تربیت وہاں ہی ہوئی۔ آپ نے بیس برس کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے مغربی تعلیم کو بھی مکمل کیا۔ ۱۳۱۰ھ میں پشاور آکر مقیم ہو گئے۔ اور پھر یہیں کے ہو رہے۔

آپ نے ظاہری تعلیم کے ساتھ باطنی تعلیم اور تزکیۂ نفس کو بھی انتہائی خلوص کے ساتھ حاصل کیا۔ اور درحقیقت تو اللہ تعالے کا ہی آپ پر فضل وکرم تھا جس نے آپ کو سلسلۂ قادریہ کے مشائخ کرام کے زمرہ میں شامل کر دیا۔ آپ قطبِ زماں حضرت غوثِ آدان شریف قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جب سلسلۂ قادریہ عالیہ نقشبندیہ کے اسباق، معمولات اور اشغال کو مکمل کر لیا۔ تو مرشد ارشد نے سلسلۂ نقشبندیہ اور قادریہ میں آپ کو خلافت سے نواز کر صاحبِ مجاز کر دیا۔ جناب حضرت سید ضیاء صاحب جعفری قادری چشتی نیازی مدظلہ لکھتے ہیں۔

"حضرت قبلہ مرحوم سوات باباجی کے سلسلہ کے کامل و اکمل درویش ہیں اور قادری نسبت و محبتِ غوثیہ میں سرشار ہیں۔ اور یہ کہ آدان شریف کے غوث زماں حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ کے تربیت یافتہ اور با اجازت خلیفہ ہیں۔"[1]

---

[1] : ماہنامہ "ارژنگ" پشاور جلد ۴ شمارہ ۱۰۔۱۱ اکتوبر ۱۹۷۶ء ص ۱۲-۱۳

آپ انتہائی پابند شریعت، زاہد و عابد، بے ریا و بے نمود اور خاموش طبع تھے۔ حد درجہ مرنجاں مرنج، صاحبِ اخلاقِ حسنہ اور بزرگ سیرت انسان تھے۔ آپ پر اپنے شیخ کی خاص نظرِ عنایت و شفقت تھی۔ غیر آباد مساجد کو آباد کرنا آپ کا خاص وصف تھا۔ جناب شیخ صابر صاحب جو کہ آپ کے خاص شاگرد تھے لکھتے ہیں۔

پشاور کے ارد گرد بہت سی ایسی مسجدیں تھیں جو امام نہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد تھیں۔ آپ نے ان کے لئے امام مقرر کئے اور ان کی تنخواہیں خود دیتے تھے۔ ان مساجد کی صفائی مرمت، رسی، لوٹے اور بوریے اپنے خرچ پر فراہم کرتے۔ مساجد سے متعلق ان کی خدمت شہر تک محدود نہ تھی۔ بلکہ پشاور کے قرب و جوار کے دیہات کی مساجد پر بھی اسی طرح خرچ کرتے تھے ؎۲

آپ کے متعلق آپ کے شاگردوں، ملنے والوں اور متوسلین میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ آپ کو کشفِ قبور میں کمال حاصل تھا۔ آپ اکثر حضرت قطب الاولیاء حافظ عبدالغفور نقشبندی، حضرت نوگرہ پیر، حضرت شیخ ابو تراب صاحب اور حضرت سلطان الاصفیاء سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے۔ سید ضیاء صاحب جعفری تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت مولانا کے کرم اور سفارش سے اہل قبور مجھ پر اکثر عنایات فرماتے۔ حضرت قبلہ مولانا کو کشفِ قبور میں کمال دست رسی عطا ہوئی تھی۔ عجیب عجیب واقعات ظہور میں آتے۔ جنہیں بیان کرنے کی اجازت اور طاقت نہیں ؎۳

؎۲ :- ایضاً ص ۲۱ - ۲۲

؎۳ :- ایضاً ص ۱۲

خلیفہ عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں ۔

مولانا مرحوم کو کشفِ قبور کا بہت ملکہ تھا۔ اکثر مزارات پر رہتے اور دو دو تین تین گھنٹے مراقبہ کرتے تھے۔[۳]

آپ پر عشق الہٰی کا جذبہ اتنا غالب تھا کہ قرآن مجید سنتے وقت ایک عجیب قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی اور آپ زار و قطار روتے رہتے۔ خلیفہ عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں۔

"مولانا صاحب مرحوم ماہِ رمضان المبارک میں سنتِ تراویح حضور آغا صاحب کی مسجد میں پڑھتے تھے۔ کیونکہ اس مسجد کے امام سید ولایت حسین شاہ مرحوم تھے اور وہی رمضان میں قرآن پاک سنایا کرتے۔ بہت خوش الحانی اور صحت سے قرآن سے پڑھتے تھے۔ حضرت آغا صاحب کے مرید بھی تھے۔ مولانا کو سنت تراویح میں وجد ہو جایا کرتا تھا۔ اکثر مقاماتِ قرآنی پر مولانا صاحب کی عجیب کیفیت ہو جایا کرتی تھی"[۴]

آپ جب سماع سنتے تو مرغِ نیم بسمل کی طرح عشقِ الہٰی میں تڑپتے۔ فضل الہٰی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنے گھر میں رات کے تین بجے تک قوالی سنتے تھے۔ مگر اس محفل میں صرف چار پانچ آدمی ہوتے۔ قبلہ میاں شریف حسین صاحب، سید لال شاہ صاحب جگر اور دو یا تین اور صاحبان، نہایت اچھی محفل ہوتی تھی۔ حضور مولانا صاحب کو ایسا دیکھا ہے کہ ساری رات زار و قطار روتے رہتے۔ ان کی محفل کی کچھ عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ وہ خود عشق الہٰی میں ایسے سوختہ تھے کہ محفل میں سب کی حالت دگرگوں ہو جاتی"[۵]

---

[۴] ۔ ایضاً ص ۲۷ [۵] : ایضاً ص ۳۲

آپ کا قلب مبارک ذکر الٰہی کے ساتھ جاری تھا۔ جناب محمد اسلم صاحب صابری آپ کے شاگرد تھے لکھتے ہیں۔

"یہ حقیقت ہے کہ قلب مبارک کی دھڑکن آپ کے جامہ کو متحرک رکھتی تھی جب مصروف کلام ہوتے تو دل پر ہاتھ رکھ لیتے۔ اور جب خاموش ہوتے تو لب ہائے مبارک جنباں رہتے۔ اور قلب کے بالائی حصے پر قمیض کی لرزش سے یوں محسوس ہوتا کہ گھڑی حرکت کر رہی ہے اور حضور کے قریب کھڑے ہونے سے ٹک ٹک کی آواز سنائی دیتی تھی" ⁶ے

آپ نے انگریزوں کے خلاف تحریک مجاہدین آزادی کی ہر ممکن اور ہر امکانی طور پر مدد کی۔ اور خصوصاً مسلمانوں کی سربلندی اور فلاح و بہبود کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی۔

میاں سعید الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"اسلام اور اشاعت کے اس علمی مرحلے کو طے کرنے کی جدوجہد کے علاوہ قبائلی علاقوں کی اس تحریک جہاد میں بھی مجاہدین کی معاونت کرتے رہے۔ یہ تحریک جہاد انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے سرحد قبائل میں جاری تھی۔ اور انگریز اسے "ملاؤں کی تحریک" قرار دیتے تھے۔ مولوی صاحب مرحوم ان رقوم کو مجاہدین کے پاس پہنچایا کرتے تھے۔ جو برصغیر کے مختلف علاقوں کے اہل درد مند مسلمان مجاہدین کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ آپ پوری مستعدی اور والہانہ جذبہ کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اور ان کے دینی احساسات کی اس سے تسکین ہو جاتی" ⁷ے

---

⁶ے۔ ایضاً ص ۲۹-۳۰   ⁷ے ایضاً ص ۷

آپ نے تفسیریں شائع کروائیں۔ دینی کتابیں بھی شائع کروائیں۔ اور بقول محمد اسلم صابری کئی ایک دینی کتابوں کو اپنے خرچ پر طبع کرا کر مفت تقسیم کیں۔ جو کہ طالبانِ حق کے لئے زندگی قلب اور روشنئ ضمیر کا سبب تھیں۔ میاں سعید الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں۔

"آپ کی زندگی کا خصوصی مقصد یہ تھا کہ سابق سرحد کے لوگوں میں اسلام کی تعلیم سے مخلصانہ دلبستگی پیدا کی جائے۔ اور ان کا دینی شعور بیدار ہو۔ حصولِ مقصد کے لئے سب سے پہلے قرآن تفہیم اور ادراک کا ذوق وشوق بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں تصنیف وتالیف کا کام شروع کیا۔ علاقہ کی مادری زبان کو افہام وتفہیم کا حقیقی ذریعہ سمجھتے ہوئے پشتو زبان میں قرآن پاک کی تفاسیر بغیر منفعت شائع فرمائیں"۔ شہ

آپ کے مریدین میں جناب آقا سید شاہ صاحب جگر خا قانیٔ سرحد بقیہ حیات ہیں۔ سید ذو الفقار علی صاحب بخاری سابق ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان جناب چاچا محمد یونس صاحب مرحوم چیف آفیسر پشاور، پروفیسر عبدالرحیم صاحب اسلامیہ کالج اور خان عبدالحمید خان صاحب صدر آزاد کشمیر آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں آپ پر درد گردہ کا حملہ ہوا جس کا آپریشن کیا گیا۔ مگر اس بیماری سے آپ تندرست نہ ہو سکے۔ اور ۲۵ راپریل ۱۹۲۵ء بعمر ۶۱ برس مطابق یکم شوال ۱۳۴۳ھ انتقال فرمایا۔

شہ :۔ ایضاً نمبر ص ۹

حضرت میاں محمد صاحب بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں محمد صاحبؒ اپنی لازوال تخلیق "سیف الملوک" کی بدولت شہرتِ عام اور بقائے دوام کی تمام بلندیوں کو چھو چکے ہیں۔ یہ لازوال تصنیف نہ صرف ادبی اور علمی اہمیت کی حامل ہے۔ بلکہ ایک دینی و ملی صحیفہ بھی ہے۔ اور اس کی وجہ سے کئی غیر مسلم اسلام کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ ملک محمد صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"عارفِ کامل و اکمل جناب سید پیر جماعت علی شاہ صاحب محدثؒ علی پوری نے خاکسار سے حضرت قبلہ مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہمارے پاس دو مرد حاضر ہوئے جن میں سے ایک مسلمان اور دوسرا ہندو تھا۔ وہ دونوں تعلیم میں بی اے کے ڈگری یافتہ تھے مسلمان نے دوسرے ہمراہی ہندو کی طرف اشارہ کر کے عرض کی کہ آپ اس کو مسلمان کریں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کس سبب سے مسلمان ہوتا ہے؟ ہندو نے جواب دیا کہ اسلام کی حقیقت سے مجھ کو اس میرے دوست نے آگاہ کیا ہے۔ اس کی صحبت سے میرے دل میں رغبت پیدا ہو گئی۔ مسلمان نے عرض کیا کہ میں بھی ہندو تھا۔ چند مدت سے مسلمان ہوا ہوں۔ شاہ صاحب نے اس سے بھی یہی سوال کیا کہ تم کس وجہ سے مسلمان ہوئے؟ اس نے جواب دیا کہ میں صرف کتاب سیف الملوک پڑھتے پڑھتے اسی کلام کی تاثیر سے دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ اور میرا دوست بھی اسی نور کی شعاع سے دل کی روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے"[1]

حضرتِ میاں محمد صاحبؒ کے جناب قدوۃ السالکین حضرت قاضی سلطان محمود صاحب

---

[1] سیف الملوک جہلمی ایڈیشن مطبوعہ لاہور ۱۹۲۳ء، ص ۵۶۴

دربار آوان شریف ضلع گجرات سے گہرے عقیدت مندانہ تعلقات تھے۔ وہ جب حضرت قاضی صاحبؒ سے ملنے آوان شریف جاتے تو آوان شریف سے اِدھر دو میل دور ایک گاؤں "مل" میں اپنی گھوڑی باندھ جاتے۔ تاکہ اس کی لید اور پیشاب سے آوان شریف کی پاک سرزمین آلودہ نہ ہو۔ اور جب حضرت قاضی صاحبؒ کا گرامی نامہ میاں صاحب تک پہنچتا تو باوضو ہو کر اسے آنکھوں سے لگاتے اور پڑھتے۔ ملک محمد صاحب نے سیف الملوک کے آخر میں حضرت میاں صاحبؒ کی مفصل سوانح عمری ترتیب دے کر شائع کروائی ہے۔ جو کافی بڑے سائز کے ۹۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں حضرت قاضی صاحب اور جناب میاں صاحب کے تعلقات کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ چند مقامات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ "حضرت قبلہ ہر ایک بزرگ عالم دین، فاضل درویش کا ادب کیا کرتے تھے کسی کی نسبت نکتہ چینی نہ کرتے حسن ظن غالب تھا۔ لیکن معاصرین صوفیا سے جناب قبلہ قاضی سلطان محمود صاحب سجادہ نشین آوان شریف کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ قاضی صاحب بلاشبہ ولی ہیں۔ اور قاضی صاحب آپ کو شیرِ کھڑی فرمایا کرتے۔ تاہم دونوں بزرگوں میں دلی اتحاد تھا جب جناب قبلہ نے انتقال فرمایا تو خاکسار کی نظروں میں جہاں تاریک ہو گیا۔ خواب اور آرام جاتا رہا۔ دل میں سخت درد اور غم پیدا ہو گیا۔ اسی غم سے دو ہفتہ کے بعد سخت بیمار ہو گیا ایک ہفتہ تک بیہوش رہا۔ ڈاکٹر اور یونانی حکیم علاج کرتے رہے۔ خاکسار کی موت کی خبر شہر و اطراف میں پھیل گئی۔ آخر ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب اسسٹنٹ سرجن نے میرے ورثا کو بعد

سہ۲ مناقب محمودی تالیف نواب معشوق یار جنگ خطی جلد دوم ص ۸۵ ۴

سہ۳ ایضاً ص ۸۵ ۴

مایوسی سے خبر دی کہ اب زندگی کی امید کم ہے۔ کسی سے حساب کتاب کا معاملہ ہو تو دریافت کر لو۔ تمام گھر میں گریہ و زاری کی آواز آ رہی تھی۔ ناگاہ حضرت جناب قدوۃ الصالحین فخر الاولین والآخرین حضرت قاضی صاحب اوان شریف سے جہلم تشریف لائے۔ اسٹیشن ریل پر کسی نے آپ کو خاکسار کی بیماری کی خبر دی۔ آپ نے سیدھے خاکسار کے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا۔ میں سخت بیہوش تھا۔ میرے شانہ پر دستِ شفقت پھیر کر فرمایا۔ یہ میاں صاحب کی نشانی ہے اور پانی پر دم کر کے مجھے پلایا۔ اسی وقت سے بیماری کی حالت رو بہ صحت ہوتی گئی۔ بعد ازاں چند روز میں ہی میں تندرست ہو گیا۔ یہ سب کرم بخشی جناب کی بطفیل حضرت قبلہ مرحوم تھی [۴۳]

۲۔ سید چراغ شاہ جو دربار جموں میں معزز عہدہ دار تھے۔ کسی بے اعتدالی کی وجہ سے خان بہادر غلام احمد صاحب مشیر مال ریاست کی عدالت سے ملازمت سے برخاست کئے گئے۔ چ بار ہا دربار جہاراجہ صاحب کی طرف سے حضرت قبلہ کی خدمت میں نذر و ہدایائے کر آتے تھے۔ خان بہادر مشیر مال جب دربار شریف کھڑی حضرت قبلہؒ کی زیارت کے واسطے آئے تو حضرت نے ان کی ملاقات سے انکار فرمایا۔ صاف بتلا دیا کہ میں اہل بیتِ نبویؐ کے بے ادب سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا۔ اس وقت خان صاحب نے بعد انتظار ناچار خود حضرت کی خدمت میں آکر عرض کیا: حضرت ہمارا قصور کچھ نہیں۔ چراغ شاہ نے خاص بیت المال میں خیانت کی تھی۔ اس وجہ سے وہ بڑی سزا کا مستحق تھا۔ صرف سزائے موقوفی اس کے واسطے رعایت کی گئی ہے۔ فرمایا اسی قسم کی تاویلات یزید پلید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے برخلاف کرلی تھیں۔ الغرض حضرت قبلہ کی ناراضگی کی وجہ سے خان صاحب بمقام

---

[۴۳] : سیف الملوک مطبوعہ لاہور ۱۹۲۳ء، ص ۴۸۷ - ۴۸۸

آوان شریف بخدمت جناب حضرت قاضی صاحبؒ حاضر ہوئے ۔ اور حضرت قبلہؒ کی ناراضگی کا تذکرہ کیا ۔ جناب قاضی صاحبؒ خود دربار کھڑی تشریف لائے ۔ خان صاحب کو بھی تشریف آوری کی قبل ازیں اطلاع دے رکھی تھی ۔ اسی روز ایک آدمی خاں صاحب کی طرف سے خاکسار راقم اور چودھری سلطان محمد خاں صاحب بیرسٹر کے نام ایک خط لایا ۔ خاکسار اور چوہدری صاحب کو بھی دربار شریف طلب فرمایا تھا ۔ جب وہاں پہنچے تو دربار شریف کے جنوبی طرف خان صاحب کا مقام ہے ۔ وہاں بہت سے خیمے لگے ہوئے تھے ۔ چونکہ مشیرِ مال صاحب جناب قاضی صاحب کے خاص مرید تھے ۔ بعد نماز مغرب جناب قاضی صاحب نے خاکسار کو فرمایا ۔ تم حضرت قبلہ کی خدمت میں جاکر عرض کرو کہ خلوت گاہ سے باہر تشریف لائیں ۔ تاکہ خان صاحب کا سلام ہو ۔ خاکسار ڈرتا ہوا اندر گیا ۔ چوں کہ وہ وقت حضرت کی مصروفیت کا تھا ۔ لیکن جناب قاضی صاحبؒ کا ارشاد تھا ۔ اس کی تعمیل کے واسطے جانا پڑا ۔ حضرت قبلہ تاریکی میں تھے ۔ اس واسطے میں دیکھ نہ سکا ۔ ایک جگہ قریب جاکر کھڑا ہو گیا ۔ آپ نے فرمایا کون ہے ؟ خاکسار نے اپنا نام لے کر عرض کیا کہ قاضی صاحب نے مجھ کو بھیجا ہے کہ حضور کو اطلاع کردوں کہ وہ آپ کے منتظر ہیں ۔

ذرا تامل کے بعد فرمایا چل میں آتا ہوں ۔ تھوڑی دیر بعد آپ مسجد میں تشریف لائے ۔ قاضی صاحب نے خانصاحب کی طرف سے کچھ نقدی بطور نذر پیش کی ۔ چند بار واپس کرتے لیکن قاضی صاحب کے اصرار پر قبول فرمائی ۔ اور خان صاحب کو شاہ صاحب سے عمدہ سلوک کرنے کے واسطے سفارش کی ۔ آپ کو سادات کا نہایت احترام تھا ۔ اگر جناب قاضی صاحب کی سفارش نہ ہوتی تو آپ کبھی رضامندی ظاہر نہ کرتے شہ

شہ ۔ ایضاً ص ۵۰۳ تا ۵۰۵

مندرجہ بالا واقعہ سے جہاں حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وہ قدر و منزلت ظاہر ہوتی ہے جو میاں صاحب کے دل میں تھی۔ وہاں سادات کرام کی محبت اور ان کا احترام بھی نمایاں ہے۔ ایک ماتحت سید اہلکار سے مناسب سلوک نہ کرنے کی بنا پر ریاست جموں و کشمیر کے ریویو منسٹر کو حاضر ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ میاں صاحب اہل بیت اطہار کی محبت کو صوفیائے کرام کی طرح جزوِ ایمان سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک سید نے میاں صاحب کی روانگی کے قریب ان کی جوتیاں ان کے سامنے پہننے کے لئے رکھیں تو آپ نے ان جوتیوں کو پہننے کی بجائے سر پر رکھ لیا کہ ان کو ایک سید کا ہاتھ لگ چکا ہے۔ اور تمام سفر پا برہنہ پورا کیا۔[۶]

حضرت قاضی صاحبؒ کی مدح میں میاں صاحب نے دو رباعیاں بھی تحریر کی تھیں۔ جو ان کی مطبوعہ کتابوں میں شامل نہیں۔ ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

ناں میں سوہنی تے نہ من موہنی جوبن روپ لپیٹی اد یار
ناں کوئی لعل جواہر موتی ہیرا میر سلیٹی اد یار
ناں میں سسّی جوبن رتی آدم جائی بیٹی اد یار
ناں سلطاناں نہیوں کی جاناں گجر دی گجر ہیٹی اد یار[۷]

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میاں صاحب کے پاس رہائش کے لئے دو کمرے تھے۔ جن میں سے ایک بہت بڑا تھا۔ اور

---

[۶] : ایضاً ص ۴۸۶

[۷] :۔ قلمی بیاض مملوکہ سید سبط الحسن ضیغم لاہور

اس کے درمیان سجاوٹ کے لئے لکڑی کا ایک منقش ستون لگا ہوا تھا۔ اُس میں آپ رہتے اور ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں گھوڑی کا سامان، کاٹھی وغیرہ اور خوراک ہوتی جب حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت غازی قلندر کے مزار کی زیارت کے لئے کھڑی شریف جاتے تو کئی دن قیام کرتے اور میاں صاحب بڑا کمرہ حضرت قاضی صاحبؒ اور صاحبزادہ صاحب (جو ابھی بچے تھے) کے لئے خالی کر دیتے۔ اور خود گھوڑی کے سامان والے کمرے میں منتقل ہو جاتے حضرت قاضی صاحبؒ کے ساتھ دس بارہ عقیدت مند بھی ہوتے جو اپنے کھانے پینے کا انتظام اجتماعی شکل میں خود کرتے لیکن حضرت قاضی صاحبؒ اور صاحبزادہ صاحب کے خورد و نوش کا انتظام میاں صاحب بڑے اصرار سے اپنے ذمہ لیتے۔ اور جب حضرت قاضی صاحبؒ رخصت ہونے لگتے تو میاں صاحب دریا کے پتن تک ساتھ آتے۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے تھے کہ میاں صاحب کی وفات سے چند ماہ پہلے حضرت قاضی صاحبؒ کھڑی شریف گئے تو میاں صاحب کافی کمزور ہو چکے تھے۔ اور قاضی صاحب کو رخصت کرنے کے لئے جب ساتھ چلے تو تھوڑی دور جا کر لڑکھڑا گئے تو قاضی صاحبؒ نے کہا آپ بہت کمزور ہیں۔ براہ کرم واپس تشریف لے جائیں اور ہمیں اجازت دیں۔ یہ سن کر میاں صاحب آبدیدہ ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ یہ سعادت شاید میرے نصیب میں نہیں اور جب تک حضرت قاضی صاحبؒ آنکھ سے اوجھل نہ ہو گئے وہیں کھڑے رہے۔

حضرت میاں صاحبؒ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مزار مبارک کھڑی شریف میں زیارت گاہِ عشاق ہے۔

خوانین کھلابٹ

کھلابٹ (صوبہ سرحد) اتمان زئی افغانوں کی بستی تھی۔ جو اب تربیلہ ڈیم کی وجہ سے زیرِ آب آگئی ہے۔ اس بستی کے رئیسوں میں غلام حیدر خاں، محمد سرور خاں اور محمد زمان خان اس دور میں خاص اہمیت کے حامل تھے۔ اور ان کا شمار صوبہ سرحد کے باوقار اور بااثر لوگوں میں ہوتا تھا۔ اول الذکر دو حضرات قبلہ قاضی صاحبؒ سے بیعت تھے اور موخر الذکر حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحبؒ سجادہ نشین دربار آوان شریف (گجرات) کے دامن دولت سے وابستہ تھے۔ اس ضمن میں جب اس خاندان کے ایک لائق فرد جناب فخر الزمان خاں صاحب ریٹائرڈ کمشنر مقیم سول لائنز ڈیرہ اسماعیل خاں سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے ازراہِ کرم مندرجہ ذیل معلومات مہیا کیں۔

"غلام حیدر صاحب رشتہ میں میرے چچا تھے۔ اور محمد سرور خاں ان کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور تقریباً ہم عمر۔ بقول ان کے چچا غلام حیدر خاں صاحب اعلیٰ پایہ کے حکیم تھے۔ حکیم اجمل خاں کے شاگرد رہ چکے تھے۔ اچانک ایسے عارضہ میں مبتلا ہو گئے جس کی تشخیص نہیں ہو رہی تھی۔ ہاضمہ بگڑ گیا تھا۔ اشتہا دن بدن کم ہو رہی تھی۔ طبیعت میں خلجان اور پریشانی رہتی تھی۔ علاج کے لئے بمبئی گئے۔ لیکن خاطر خواہ افاقہ نہ ہوا۔ دل شکستہ اور پریشان گھر لوٹے اور داعیٔ اجل کا انتظار کرنے لگے۔ اسی مایوسی کے عالم میں مولوی یعقوب صاحب (ساکن مماہیر نزد کھلابٹ) نے ان کی رہنمائی کی اور آوان شریف میں حضرت قاضی صاحبؒ کے پاس لے گئے۔ وہیں انہوں نے بیعت کی اور قیام پذیر ہو گئے۔ چند دن کسی کام کو ہاتھ

نہ لگایا۔ ایک دن قاضی صاحبؒ کی نظرِ التفات ان پر پڑی تو تقدیر بدل گئی۔ امارت کا نشہ چور ہوا۔ اور کلہاڑی اٹھا دیگر ساتھیوں کے ہمراہ لنگر کے لئے لکڑیاں لانے کے لئے جنگل جانے لگے۔ یہ مشق چند ہفتے جاری رہی تو معدہ بھی اصلاح پذیر ہونا شروع ہوا۔ اشتہا بڑھنے لگی۔ علیحدہ پکا ہوا پرہیزی کھانا چھوڑ کر لنگر کی روٹی کھانے لگے۔ چند مہینے بعد تندرست گھر لوٹے۔ اس کے بعد لاکھوں روپیہ غریبوں کے علاج پر خرچ کرتے رہے۔ ۱۹۲۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اور تا دمِ مرگ اسی دربار کے ہو رہے۔

محمد سرور خاں بھی انہیں کے ہمراہ آدان شریف جانے لگے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اس آستانہ سے ان کی وابستگی والہانہ تھی۔ جوشِ عقیدت میں حضرت قاضی صاحبؒ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی تعریف و توصیف میں ایسے ایسے الفاظ کہہ جاتے کہ اگر کوئی مولوی سن پاتا تو کفر کا فتویٰ ان پر چسپاں کر دیتا۔ وہ اس دربار کے غلاموں کا بھی غلام اپنے آپ کو سمجھنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ ان کی اولاد کو بھی اس آستانہ سے وہی عقیدت اور وابستگی ہے۔

خان بہادر محمد زمان خاں دوسری نسل میں آتے ہیں۔ کم سنی میں خاندان کے سربراہ بنے۔ رشتہ میں غلام حیدر خاں صاحب کے بھتیجے تھے۔ بزرگوں کی تقلید میں انہوں نے بھی آدان شریف جانا شروع کیا۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے خان بہادر کی تعلیم بہت کم تھی۔ لیکن زندگی میں ہر طرح کی کامیابی و کامرانی انہیں نصیب ہوئی وہ کہا کرتے تھے کہ یہ سب کچھ اسی دربار کی عقیدت کی وجہ سے ہے۔ ورنہ مجھ میں کچھ بھی نہیں۔ انہیں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی فوراً آدان شریف جاتے، مزار شریف پر حاضری دیتے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے نیاز حاصل کرتے۔ ان سے دعا کرواتے اور مطمئن گھر

لوٹتے۔ ایک دفعہ ان کی سکندر مرزا سے ان بن ہوگئی۔ وہ ہزارہ کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ سکندر مرزا جابر قسم کا حاکم تھا۔ انتہائی کوشش کے باوجود خان بہادر صاحب کا بال بیکا نہ کر سکا۔ ان دنوں خان بہادر صاحب کی پریشانی بیان سے باہر تھی۔ دربار پر حاضری دی، دعا مانگی۔ واپس آئے تو سنا کہ گورنر سرحد نے خود درمیان میں آکر راضی نامہ کرا دیا ہے۔

میرے والد کا نام خان محمد نامر خاں تھا۔ نہایت متقی، پابندِ صوم وصلوٰۃ تھے۔ زندگی میں انہیں متحدہ ہندوستان میں بڑے بڑے درباروں پر جانے کا موقع ملا۔ سجادہ نشینوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ لیکن کہیں سے ان کی تسلی نہ ہوئی۔ اور بغیر بیعت کے واپس آ گئے۔ محمد شرد خان صاحب کی رہنمائی میں آوان شریف تشریف لے گئے۔ اس آستانہ کے ماحول کو دیکھ کر ان کو تسلی ہوئی اور مطمئن لوٹے۔ ۱۹۳۳ء میں مجھے آوان شریف ہمراہ لے گئے۔ اس وقت میں ساتویں کا طالب علم تھا۔ چار دن وہاں قیام رہا۔ گندم کی کٹائی کا موسم تھا۔ ہر روز ہم گندم کاٹنے جاتے اور گیارہ بجے واپس لوٹتے۔ اب میں محسوس کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھوں سے محنت ومشقت کر کے حلال کمائی کا سبق عملی انداز میں مریدوں کو دیا جا رہا تھا۔ جب تیراہ بابا (ملا نیاز الدین) ہمارے گاؤں میں آئے تو والد صاحب نے ان سے بیعت کی [1]۔

خان بہادر محمد زمان خان صاحب (م ۱۹۶۷ء) صوبہ سرحد کے ممتاز اور با اثر افراد میں سے تھے۔ وہ ۱۹۳۶ء، ۱۹۴۶ء اور ۱۹۵۱ء میں سرحد اسمبلی کے ممبر رہے [2]۔ کچھ مدت تک صاحب زادہ سر عبدالقیوم خان کی مسلم نیشلسٹ پارٹی میں بھی شامل رہے۔ تحریکِ پاکستان

---

[1] ۔ مکتوب فخر الزمان خان صاحب بنام سید نور محمد قادری ۱۱ر اگست ۱۹۸۱ء

[2] ۔ تاریخ ہزارہ تالیف شیر بہادر خاں پنی لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۷۹

کے زمانے میں خان بہادر علی گوہر خان، سجاد احمد جان (سابق جسٹس سپریم کورٹ) جلال بابا محمد ایوب سواتی اور شیخ محمد احمد ایڈووکیٹ کے شانہ بشانہ ملی و قومی مفاد کے لئے کام کیا[۴۳]
آپ کی شخصیت کے بارے میں شیر بہادر خان پنی تحریر کرتے ہیں۔

" زمانہ حال میں خان بہادر محمد زمان خان مرحوم، مدبر، صاحب الرائے انسان تھے۔ حکام وقت انگریزی و عہد پاکستان میں صاحب اثر تھے۔ ہزارہ میں چیف آف اتمان زئی تھے۔ مزاج منکسرانہ اور طبیعت سادہ تھی۔ سیاستِ ملکی پر خوب نظر تھی۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ گفتگو مدلل، پُراز حکمت اور مؤثر ہوتی تھی[۴۴]

۴۳۔ تاریخ ہزارہ تالیف شیر بہادر خان پنی۔ لاہور ۱۹۶۹ء ص ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۷۹۔

۴۴۔ تاریخ ہزارہ ص ۲۸۴

مولانا قاضی عبدالسبحان صاحب رحمتہ اللہ علیہ

قاضی عبدالسبحان ساکن کھلابٹ (ہزارہ) اپنے دور کے جید ترین سنی علماء میں سے تھے۔ راقم الحروف سے ایک دفعہ جناب مولانا محمد عارف اللہ صاحب قادری نے کہا کہ اس دور میں درسِ نظامی کے جملہ فنون کی کتابوں کے متن اور معانی پر جتنا عبور قاضی عبدالسبحان کو تھا۔ اس کی مثال مشکل سے مل سکتی ہے۔ اور پھر وہ اپنی بات کو طلبا کے ذہن نشین کرانے میں بھی بہت کامیاب رہتے۔

آپ ۱۸۹۸ء میں کھلابٹ کے علوی خاندان میں پیدا ہوئے۔ باپ کا اسم گرامی قاضی مظہر جمیل تھا۔ جو حضرت قاضی سلطان محمود صاحب دربان آوان شریف کے مرید اور شاگرد تھے۔ جب عبدالسبحان صاحب نے ہوش سنبھالا۔ تو باپ نے ساتھ لے جا کر انہیں بھی حضرت قاضی صاحب کا مرید کروایا۔

آپ نے اپنے والد ماجد سے علوم دینیہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد جناب مولانا برکات احمد ٹونکی تلمیذ مولانا عبدالحق خیرآبادی، مولانا غور غشتوی، مولانا حمیدالدین سہروردی مولانا محمد خلیل محدث ہزاروی، مولانا عبداللہ بڈھانوی اور مولانا غلام رسول ساکن انھی ضلع گجرات سے منتہی کتب کی تکمیل کی۔ انھی میں تعلیم کے

سلہ تذکرہ علمائے اہل سنت مرتبہ محمود احمد قادری ۱۳۹۱ھ کانپور ص ۱۷۵

ب: کمالات و کرامات حضرت غریب نواز مرتبہ مولوی محمد فاضل غیر مطبوعہ ص ۲۵۶-۲۵۷

ج: تذکرہ اکابر اہل سنت مرتبہ مولانا اشرف قادری ۱۹۷۶ء ص ۲۲۷

دوران کا ایک واقعہ مولوی عبدالسبحان صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"میں انگھی میں کچھ عرصہ پڑھتا رہا ہوں۔ جب مجھے آوان شریف جانا ہوتا تو میں قدر میرے آنے جانے اور دربار شریف میں دن صرف ہوتے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب رح حضور سرکار آوان شریف رحمتہ اللہ علیہ کے لحاظ سے میرے آئے بغیر سبق نہیں پڑھاتے تھے ایک واقعہ بیان کیا کہ حضور سرکار آوان شریف کا ایک درویش اتفاق سے یہاں (انگھی) آگیا۔ میں نے اپنے والد کا حال پوچھا کہ قبر میں کس حالت میں ہیں تو وہ درویش صاحب قبر پر مراقب ہو گئے اور میرے والد کا پورا حلیہ بیان کر دیا۔ اور اُن کی خوش حالی سے بھی آگاہ کیا۔ فرمایا کرتے تھے جب حضور (قاضی صاحب) کے غلاموں کا مقام اتنا بلند ہے تو پھر حضور کے مقام کی کوئی انتہا ہے۔ وہ سمندر ناپیدا کنار ہیں"[۲]

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ درس و تدریس میں گزارا۔ مدرسہ بیگم پورہ (گجرات) دارالعلوم خدام الصوفیہ (گجرات) دربار شرق پور شریف، مدرسہ احسن المدارس راولپنڈی اور دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں ہزاروں تشنگانِ علوم محمدیہ کو سیراب کیا۔ تصنیف و تالیف سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ مطبوعہ تصانیف میں "مواہب الرحمٰن فی رد جواہر القرآن" (رد تفسیر غلام اللہ) "انوار الاتقیا فی حیاۃ الانبیاء" اور غیر مطبوعہ میں حاشیہ بخاری شریف، حاشیہ مشکوٰۃ شریف، شرح معانی الآثار، شرح طحاوی اور حاشیہ بیضاوی شریف[۳] خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

ج۔ تذکرہ اکابر اہل سنت مرتبہ مولانا شرف قادری لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۲۷

[۲]۔ کمالات و کرامات حضرت غریب نواز مرتبہ مولوی محمد فاضل صاحب قلمی غیر مطبوعہ ص ۲۵۷-۲۵۶

[۳]۔ تذکرہ اکابر اہل سنت مرتبہ شرف قادری لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۲۷

صلابتِ دینی میں اپنی مثال آپ تھے۔ فنِ مناظرہ کے ماہر تھے۔ مخالف مسلک کے بڑے بڑے علماء آپ کے سامنے آنے سے گھبراتے تھے۔ اور مخالفین اہل سنت کو کئی مقامات پر پے در پے شکستیں دیں۔ صلابتِ دینی کا یہ عالم تھا کہ مرض الموت میں احباب کے مشورہ کے باوجود ہری پور کے سب سے بڑے طبیب سے اس لئے رجوع نہ کیا کہ وہ بدعقیدہ تھا۔[۵]

آخری عمر میں اپنے وطنِ مالوف کھلابٹ چلے گئے۔ جہاں ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مزارِ مبارک کھلابٹ کی جامع مسجد میں تھا۔ جو اب تربیلا ڈیم بننے کی وجہ سے زیرِ آب آگیا ہے۔

آپ کے دو صاحب زادے ہیں۔ قاضی غلام محمود ہزاروی اور قاضی سیف الرحمٰن صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ ہری پور ہزارہ۔

حکیم ظفر علی صاحب مرحوم ساکن عمر چک ضلع گجرات نے قطعہ تاریخ وفات لکھا جو حسب ذیل ہے۔

شد روانہ جانبِ خلدِ بریں — آں جناب عبد سبحان بے مثال
بد مریدِ غوثِ اعظم ہم شباب — مظہرِ شانِ محمد لازوال
عالم و فاضل، فقیہِ بے نظیر — پاک صورت، نیک سیرت خوش خصال
چوں بپرسیدم ز دل تاریخ او — "مخزنِ جود و سخا" گفتا بسال

۱۳۷۷ھ

---

[۵] تذکرہ علمائے اہل سنت مرتبہ مولانا محمود احمد قادری ص ۱۷۵

[۶] " " " " ، کانپور ۱۳۹۱ھ ص ۱۷۵

سائیں فتح الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ

سائیں فتح دین صاحبؒ کا شمار حضرت قاضی صاحب کے خاص مریدوں میں ہوتا ہے۔ جب سائیں صاحب کے حالات کے بارے میں ان کے مرید چوہدری محمد یوسف ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس ساکن تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے جواباً تحریر کیا۔

"حضرت قبلہ سائیں فتح الدین المعروف فتے شاہ موضع مقصود پور' ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ آپ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے اوائل عمر ہی سے آپ عبادت و ریاضت کا ذوق رکھتے تھے۔ اس لئے آپ نے گاؤں سے باہر کٹیا بنائی ہوئی تھی۔ اور اس میں اقامت گزیں ہو گئے۔ ایک دفعہ آپ قصبہ ڈھلواں براب جرنیلی سڑک چلے گئے۔ واپسی پر راستے میں ایک بزرگ صورت آپ سے ملے اور انہوں نے آپ کو کچھ نصیحت آمیز باتیں سنائیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ کہ اگر مجھے کبھی ملنا چاہو تو گجرات آجانا اور پھر سائیں صاحب سے فرمایا کہ تم چلو میں ذرا رفع حاجت کر لوں۔ سائیں صاحب چل پڑے اور تھوڑی دور جا کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔

اس واقعہ سے آپ بے حد بے چین ہو گئے۔ گاؤں پہنچ کر تھوڑی دیر ٹھہرے اور گجرات کی طرف روانہ ہو گئے۔ گجرات ریلوے سٹیشن کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں نماز ادا کی اور وہاں موجود لوگوں سے کہا کہ مجھے بتاؤ' اس شکل و صورت کے بزرگ

مجھے کہاں ملیں گے۔ نمازیوں نے یہ بات سن کر آپ کو آوان شریف کا پتہ دیا۔ اور کہا کہ وہاں حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ اس حلیہ کے بزرگ ہیں جس وقت آپ اوان شریف پہنچے تو وہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت قاضی صاحب قبلہ ایک نزدیکی گاؤں میں ایک شادی کے سلسلہ میں گئے ہوئے ہیں۔ آپ پوچھتے پچھاتے شادی والے گھر پہنچ گئے۔ اور حضرت قاضی صاحبؒ کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ نماز ظہر کے وقت آپ کو ملیں گے۔ ظہر کے وقت جب آپ نے قبلہ قاضی صاحب کو دیکھا۔ تو آپ زور زور سے چیخیں مارنے لگے اور پکارا اٹھے کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو مجھے "ڈھلواں" کے راستے میں ملے تھے۔ قبلہ قاضی صاحبؒ نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو لوگوں سے کہا اس شخص کو پکڑ کر باہر چھوڑ آؤ" آپ کے فرمان کے مطابق لوگوں نے سائیں صاحب پکڑا اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ حضرت میاں صاحبؒ (حضرت قاضی صاحب کے چھوٹے بھائی میاں محمد مسعودؒ) نے کہا فکر نہ کریں میں آپ کو آوان شریف میں حضرت کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ جس سے سائیں صاحب کچھ مطمئن ہو گئے۔

جب حضرت قاضی صاحبؒ واپس آوان شریف پہنچے تو میاں صاحب نے حضرت کی خدمت میں سائیں صاحب کو پیش کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مقصود پور واپس جاؤ۔ اور علائق دنیوی سے پاک ہو کر میرے سامنے آؤ۔ یہ حکم سن کر آپ مقصود پورہ واپس آ گئے۔ اور تمام قسم کے علائق دنیوی سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ بیعت ہوئے اور مستقل طور پر آوان شریف میں اقامت گزیں ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ جس میں چکی پیسنے کا وظیفہ

بھی شامل تھا۔ آپ مسلسل اٹھارہ برس آدان شریف میں حضرت قاضی صاحبؒ کی خدمت اقدس میں رہے۔ اٹھارہ سال کے بعد مرشد نے فرمایا کہ سائیں فتاّ اب اپنے گاؤں واپس چلے جاؤ۔ یہ سن کر آپ رونے لگے۔ اور کہا کہ میں آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا حضرت یہ سن کر فرمانے لگے کہ یہاں بھی میں ہوں، وہاں بھی میں ہوں، فکر نہ کرو، اور واپس چلے جاؤ۔

آپ گاؤں واپس آ گئے اور حسب حکم گاؤں سے باہر اپنی زمین میں ڈیرہ بنا کر بیٹھ گئے لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے شادی بھی کر لی۔ ایک دن آپ سید نیاز احمد شاہ کو لے کر موضع ٹاہلی گئے تو ایک سنگی نے آپ کو پانچ سیر جَو دیئے۔ آپ نے وہ نیاز احمد شاہ صاحب کو دے کر واپس گاؤں بھیج دیا۔ اور خود پا پیادہ براستہ گورداسپور آدان شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "صاحبا اٹھارہ سال آپ کے جیل میں رہا اور اس کی قیمت پانچ سیر جَو بڑی"۔ آپ نے بڑے پیار سے فرمایا! سائیں فتا تنگی کے وقت گھاس کھود کر بیچا کرو، اور اس سے اپنی گذر اوقات پوری کر و۔" آپ اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک حضرت قاضی صاحبؒ کے اس حکم پر عمل پیرا رہے۔ آپ اپنی دس کنال زمین کو کاشت کرتے اور جو پیداوار ہوتی وہ ہر سال ماہ چیت کی دوسری جمعرات کو عرس پر خرچ کر دیتے۔

۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے اور اپنے مرید ماسٹر الٰہی کے پاس مقیم ہو گئے۔ اور ۵ راکتوبر ۱۹۴۷ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ عمر ۸۵ اور ۹۰ سال کے درمیان تھی۔ آپ کو احاطہ بی بی پاک دامناں میں دفن کیا گیا۔ ہر

جمعرات کو آپ کے مزار مقدس پر معتقدین کا میلہ سا لگ جاتا ہے۔ آپ کا عرس مبارک ۵/۶ راکتوبر کو منایا جاتا ہے"۔[1]

سائیں صاحب نے حضرت قاضی صاحبؒ کی علامتی قبر بھی مقصود پور میں بنائی ہوئی تھی۔ جس میں حضرت کے تبرکات دفن تھے۔ اس علامتی قبر کا ذکر اس کتاب کے باب "حافظ مظہر الدین اور قاضی صاحبؒ" میں تفصیل سے موجود ہے۔

---

[1] مکتوب چوہدری محمد یوسف بنام سید نور محمد قادری مورخہ ۱۸ر جولائی ۱۹۸۰ء

سیّد محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

مصنف مقاماتِ محمود لکھتے ہیں۔

"آپ کوٹ جھرانہ ضلع گجرات کے رہنے والے ایک کامل درویش اور حضرت صاحب قدس سرہٗ کے بزرگ خلیفہ تھے۔ حکیم احمد دین صاحب فرماتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب نصف شب کے بعد ایک کنویں پر ذکر نفی و اثبات کر رہے تھے کہ ان کے شاگردوں نے دیکھا کہ ان کے بدن کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے ہیں اور کنویں کی چرخی، لکڑی پتھر سب سے لا الٰہ الا اللہ کی آواز آرہی ہے۔ شاگرد یہ دیکھ کر ڈر گئے۔

اخبار الاخیار میں خواجہ بندہ گیسو نواز رحمتہ اللہ علیہ کا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے جبکہ وہ پاک پٹن شریف میں حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر معتکف و مشغول ذکر تھے۔ یہ سب رب العزت کی جلالی تجلیات کے مظاہرے اور کرشمے ہیں [1]

خان بہادر نقی محمد خاں مرحوم ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بھی ایک اپنے ملاقاتی "پیرجی" کا اسی قسم کا واقعہ اپنی خود نوشت عمر رفتہ میں درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ میں نے وکیل صاحب سے جن کے ہاں پیرجی مقیم تھے۔ ان کے حالات دریافت کئے تو وہ کہنے لگے:۔ یہ شب بیدار ہیں اور اللہ ہو کی ضربیں لگایا کرتے ہیں۔ نماز تہجد اشراق اور دوسری نمازیں کبھی قضا نہیں ہوتیں۔ نہ انہوں نے شادی کی اور نہ کوئی دنیا میں ان

---

[1]: مقاماتِ محمود تالیف نواب معشوق یار جنگ لاہور ۱۹۷۴ء ص ۳۲۴ - ۳۲۵

کا قریبی عزیز ہے۔ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ رات کو میرے لڑکوں میں سے کوئی کوٹھے پر چڑھ گیا تھا۔اس نے دیکھا کہ پیر جی کے ہاتھ اور پیر اور سر علیحدہ علیحدہ پڑے ہیں۔وہ بھاگ کر میرے پاس آیا کہ پیر جی کو کسی نے مار ڈالا ہے۔میں دوڑ کر گیا تو وہ بیٹھے ہوئے تھے۔اس کے بعد سے انہوں نے شام کے بعد کسی کو کوٹھے پر آنے سے منع کر دیا تھا اور کنڈی بند کر دیتے تھے ۲ے

مندرجہ بالا واقعہ پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے جلالی کرشمے و مشاہدات ہر زمانہ میں پیش آتے رہتے ہیں۔پیر جی کا واقعہ ۱۹۱۶ء سے تعلق رکھتا ہے جب کہ نقی محمد خاں بنارس میں بطور ایک پولیس افسر متعین تھے۔

ع۲ ۔ سالنامہ ماہنامہ "ساقی" کراچی ۱۹۵۸ء ص ۱۰۰

مولوی محمد یعقوب و مولوی غلام غوث رحمۃ اللہ علیہم

یہ دونوں بھائی ایک چھوٹے سے گاؤں ماہیہ متصل کھلابٹ (ہزارہ) کے رہنے والے تھے۔ مولوی یعقوب صاحب حضرت قاضی صاحبؒ کے بہت ہی پرانے اور جان نثار عقیدت مندوں سے تھے۔ کھلابٹ کا اتمان زئی خاندان آپ ہی کی رہبری میں آوان شریف حاضر ہوا۔ اور سعادت دارین سے بہرہ مند ہوا۔ مولوی غلام غوث صاحب آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے۔ اور ہزارہ کے کامیاب وکیلوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں مصنف تاریخ ہزارہ لکھتے ہیں۔

"مولوی غلام غوث مرحوم ایڈوکیٹ ہری پور (ساکن ماہیہ نزد کھلابٹ) کے ایک دینی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ طبیعت نیک اور مذہبی پائی تھی۔ پیر آوان شریف (پنجاب) کے مرید تھے۔ دوست واحباب کے قدردان تھے۔ قرآن و حدیث کے عالم اور متدین انسان تھے۔ سنہ ۲۱-۱۹۲۰ میں ایڈوکیٹ ہوئے۔ اور ۱۹۶۴ء میں وفات پائی [1]

آپ کے لڑکے ہاشمی صاحب جنہیں فوت ہوئے تین چار سال ہوئے ہیں۔ صوبہ سرحد کے سیکرٹری تھے۔

---

[1] تاریخ ہزارہ تالیف شیر بہادر پنی ص ۴۸۲

حضرت قاضی سلطان محمودؒ
اور
مسیح الملک حکیم اجمل خاںؒ

دہلی کا شریفی خاندان علم وفضل کے لحاظ سے شہر کے ممتاز خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آئمہ اہل بیت، صحابہ کبار اور اولیائے کرام سے سچی محبت وعقیدت اس خاندان کے ہر فرد کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب مولوی محمد اسمٰعیل نے "تقویتہ الایمان" لکھی تو اس کا سب سے پہلا رد شریفی خاندان ہی کے ایک فرد حکیم صادق علیؒ (حکیم اجمل خاں کے حقیقی دادا) کے قلم سے نکلا۔

حکیم صادق علی صاحب کے بیٹے حکیم محمود خاں صاحب کے اپنے عہد کے علمائے کرام اور اولیائے عظام سے گہرے روابط تھے۔ ان کی وفات پر برصغیر کے مشہور فاضل حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ نے درج ذیل قطعہ تصنیف کیا جو ان کے لوح مزار پر کندہ کیا گیا۔

"بکت العیون اما ترید جمودا — ابکت شریفاً صادقاً محمودا

۱۔ ملاحظہ ہو، ماہنامہ اجمل میگزین دہلی فروری ۱۹۳۶ء، ص ۶۰

اسفت لفقد الطب عصر قوامہ　　فاضت وھل باساً تخص فقیداً
املت علیٰ شواہ یوم معادہ　　قبر الذی فی الطب مات حمیداً[۲]

ترجمہ :- "آنکھوں نے آنسو بہائے۔ کیا آنکھوں نے اشک ریزی سے نہ ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ کیا آنکھیں شریف، صادق اور محمود پر گریاں ہیں (حکیم محمود خاں صاحب کے جدِ امجد اور والد بزرگوار کے اسماء بالترتیب حکیم محمد شریف خاں اور حکیم صادق علی خاں تھے۔ تینوں کی رعایت کو ترتیب کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ آنکھیں غمگین ہیں۔ کیونکہ طب نے اپنے مایۂ صحت کو کھو دیا ہے۔ آنکھوں سے اشک رواں ہیں اور کیا ہم سے رحلت اختیار کرکے مفقود ہو جانے والے پر آنکھوں کو کسی عذاب کے خطرے کا احساس ہے۔

حکیم صاحب کی وفات کے وقت آنکھوں نے ان کے مرقد پر بزبانِ حال تحریر کرایا۔ یہ اس شخص کی قبر ہے جس نے فنِ طب میں نیک نامی کی زندگی گزاری اور انتقال کے بعد قابلِ ستائش قرار پایا۔

حکیم محمود خاں صاحب کے سب سے بڑے لڑکے حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں صاحب کے بھی فاضل بریلوی سے گہرے تعلقات تھے۔ حاذق الملک[۳] کی ملی خدمات سے متاثر ہوکر مولانا بریلوی نے اُن کی مدح میں ایک قصیدہ بھی تصنیف کیا تھا۔

---

۲ - ملاحظہ ہو، ماہنامہ اجمل میگزین دہلی فروری ۱۹۳۶ء ص ۷۳

۳ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۱۷

حکیم محمود خاں صاحب کے چھوٹے بیٹے مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب بھی اپنے بزرگوں کی طرح اولیاء کرام سے سچی محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی صاحب مرحوم اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں۔

"مسیح الملک حکیم اجمل خاں کا ذکر ہمارے گھر میں اکثر ہوا کرتا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو ان کی غیر معمولی شہرت تھی۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ ضلع گجرات کے ایک مشہور خدا رسیدہ حضرت قاضی سلطان محمود رحمتہ اللہ علیہ (آوان شریف) کی علالت کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے۔ اور نہ صرف ان سے فیس نہیں لی تھی۔ بلکہ دہلی سے بلا قیمت دوائیں بھی بھجواتے رہے۔ حکیم صاحب مرحوم کو فقراء سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ سرحد کے مشہور اور متقدر درویش بزرگ حضرت بابا مانکی صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب علیل ہوئے تو ان کے بعض متقدر رؤسا نے حکیم صاحب کو ان کے علاج کے لئے بلایا۔ چنانچہ حکیم صاحب وہاں چھ روز قیام پذیر رہے۔ واپسی پر کئی ہزار روپے فیس پیش کی گئی۔ مگر آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ مجھے بھی خدمت کی سعادت حاصل ہونی چاہیئے۔

چاٹگام کے معروف بزرگ مولانا سیّد عبدالحیٌ کے متعلق علی گڑھ کالج کے سیکرٹری نواب وقار الملک مرحوم نے ان سے ذکر کیا۔ حکیم صاحب کو غائبانہ عقیدت ہو گئی اور انہوں نے ایک نظم میں ان سے اس طرح خطاب کیا ؂

تیرے نور جبیں سے ہے طلوعِ صبح نورانی
گریزاں ہے سیہ بختوں کی جس سے شام ظلمانی
تباہی میں ہے کشتی قوم کی اسے ناخدائے من

اندھیری رات ہے اور موج پر ہے بادِ طغیانی

درحقیقت حکیم صاحب کے سارے خاندان کا اہل اللہ سے تعلق رہا۔ شہنشاہ عالمگیر کے زمانہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ سیّد حسن رسول نما سے خصوصاً اس خاندان کو عقیدت تھی۔ ان بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کی دعا سے حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کی زیارت میسّر آجاتی تھی۔ حکیم اجمل خاں اور ان کے اکثر اعزا ان کی درگاہ میں مدفون ہیں"[۴]

مسیح الملک ۱۹۱۲ء میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کے سلسلے میں گجرات تشریف لائے تھے۔ دو دن قیام کیا اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیّت سے بہت متاثر ہوئے۔ جب تک قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے۔ ان کے اور مسیح الملک کے مراسم بہت گہرے رہے۔ حکیم محمد حسن قرشی صاحب جب طبیہ کالج دہلی میں داخلے کے لئے گئے تو حضرت قاضی صاحب کا تعارفی رقعہ لے کر گئے جس کی وجہ سے انہیں وہاں داخلہ ملا۔ قرشی صاحب اپنے مضمون "مسیح الملک حکیم اجمل خاں" میں فرماتے ہیں۔

"حضرت قاضی صاحب مرحوم اور والد صاحب مرحوم میں گہرے مراسم تھے۔ جب میں نے دہلی کے لئے رختِ سفر باندھا تو بھائی صاحب مرحوم نے حضرت قاضی صاحب مرحوم سے ایک سفارشی خط حاصل کیا۔ میں نے اسے حکیم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ جس کی وجہ سے ان کی توجہ مبذول ہوئی"[۵]

---

[۴] روزنامہ کوہستان راولپنڈی ۴ جنوری ۱۹۶۳ء مضمون حکیم محمد حسن قرشی

[۵] طبیہ کالج میگزین لاہور فروری مارچ ۱۹۶۳ء ص ۹

اس کے علاوہ ہمیں حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک اور تعارفی رقعہ بنام مسیح الملک ملتا ہے۔ جو انہوں نے میرے والدِ مکرم حافظ عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے بڑے بیٹے شاہ ولایت مرحوم کی علالت کے سلسلے میں لکھ کر دیا تھا۔ رقعہ فارسی انشاء کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"بحر مواج فیوض گزار ساز دہلی دام ظلہم الظلیل۔

تسلیم بہ تعظیم۔ اگرچہ ذات معدنِ برکات فی ذاتہ لیس کمثلہ فی ایصال فوائد۔ مگر سائل مطلب خود مولوی حافظ سیّد عبداللہ شاہ جیو بابت فرزند دلبند خود شاہ ولایت باعث بر تحریر عرضی ایں جانب آمد۔ گستاخی معاف برحال زار او نظرِ مرحمت گلستانِ اقبالِ خنداں۔

سلطان محمود از سیالکوٹ ۱۵ ربیع الثانی"[6]

مسیح الملک اجمل خاں کی انگوٹھی کا سجع "انبیاء جملہ اند و محمد اجمل" بھی حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہی کا تصنیف کردہ ہے۔ مشہور ادیب جناب محمد زکریا مائل نے اپنے ایک مضمون "شاہ مبارک آبرو" میں اس سجع کی بہت تعریف کی ہے لکھتے ہیں:۔

---

[6] مقاماتِ محمود تالیف نواب معشوق یار جنگ استقلال پریس لاہور ۱۹۶۴ء ص ۳۴۷ ص ۳۴۸ عسہ قریشی صاحب کے والد قاضی فضل الدین متوفی ۱۹۰۸ء بلند پایۂ مصنف اور فارسی زبان کے خوش گو شاعر تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب سیال شریف سے بیعت تھے۔ حضرت قاضی صاحب سے بھی گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

"زمانہ حال کے کسی شاعر نے حکیم اجمل خاں مرحوم کے نام کا سجع بھی خوب لکھا تھا۔ جو بہت مقبول ہوا۔" انبیاء جملہ جمیل اند و محمد اجمل" ؎

اس نادر سجع کے حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہونے کی تصدیق حضرت صاجزادہ محبوب عالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ دم ۱۹۸۲ء سجادہ نشین (دربار آوان شریف) اور حکیم محمد حسن قرشی صاحب مرحوم نے کی تھی۔ میں نے یہ سجع مسیح الملک صاحب کے پوتے حکیم محمد نبی خاں جمال سویدا صاحب کو لکھ بھیجا تو وہ بہت خوش ہوئے اور جواباً تحریر فرمایا۔

"تحقیق کے ساتھ جو سجع آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ خوب ہے شکریہ۔ یہ سجع اپنے پاس محفوظ کر لیا ہے" ؎

مسیح الملک صاحب کی گجرات میں تشریف آوری اور حضرت قاضی صاحب کے علاج کے حالات نواب معشوق حسین یار جنگ بہادر مترجم "ابن رشد و فلسفہ ابن رشد" نے تفصیل سے اپنی غیر مطبوعہ تصنیف۔ "مناقب محمودیہ" میں بیان کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

"آپ نے اپنی صحت کی کبھی پرواہ نہ کی۔ مگر چند اربابِ خلوص و محبت ہر وقت آپ کے لئے مضطرب رہتے۔ حتیٰ کہ مولوی نیاز محمد خاں نے ایک دفعہ

حواشی ؎ : اردو نامہ کراچی اپریل ۱۹۶۱ء ص ۷

؎ : مکتوب حکیم محمد نبی خاں جمال سویدا بنام سید نور محمد قادری ۳۱ مارچ ۱۹۸۲ء

آپ سے اصرار کیا کہ آپ دہلی چل کر حکیم اجمل خاں صاحب سے علاج کرائیں۔ آپ نے دہلی جانا قبول نہ فرمایا۔ حکیم احمد دین صاحب نے کہا۔ میں آپ کا قارورہ لے کر دہلی جاتا ہوں۔ حکیم صاحب کو دکھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اس میں مضائقہ نہیں۔ غرضیکہ حکیم احمد دین، میاں صاحب (حضرت قاضی صاحبؒ کے چھوٹے بھائی میاں مسعودؒ صاحب) اور ایک اور شخص غلام سرور صاحب دہلی گئے۔ دہلی پہنچ کر نواب فیض احمد خاں صاحب کی وساطت سے حکیم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ حکیم صاحب نے آپ کا دستی رقعہ پڑھا۔ اور فرمایا کتنے شستہ الفاظ ہیں پھر آپ کا قارورہ دیکھا۔ اور حکیم احمد دین صاحب سے حال سنا۔ اور جوارش شہنشاہی تجویز فرمائی۔ اور رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا کہ دوا کے استعمال کے نتیجہ سے مطلع کرنا اور میں بھی ایک ہفتہ عشرہ میں انشاء اللہ وہاں آجاؤں گا۔ ایسے بزرگوں کی خدمت کرنا میں اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں۔ حکیم صاحب مرحوم بہت خدا دوست آدمی تھے۔ بزرگوں سے عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے اجداد و اہل خاندان کو حضرت سید حسن رسول نما قدس سرہٗ العزیز سے خاص عقیدت تھی اور اکثر ان کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔ اسی حسنِ عقیدت سے ان میں اولیاء اللہ کی ایک حد تک محبت پیدا ہو گئی تھی۔ حضرت قاضی صاحبؒ کی زیارت کا اسی وجہ سے شوق ہوا۔ حکیم احمد دین صاحب نے گجرات پہنچ کر جوارش مذکور ہدایت کے مطابق استعمال کرائی اور نتیجہ سے حکیم صاحب ممدوح کو مطلع کیا۔ حکیم صاحب اطلاع ملتے ہی گجرات تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ نواب فیض احمد خاں صاحب بھی تھے جو محض آپ کی قدمبوسی کے لئے تشریف

تھے۔ حکیم صاحب نے حضرت صاحب قدس سرہ العزیز کو اچھی طرح دیکھا اور یہ رائے قائم کی کہ سخت ریاضتوں اور بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کرنے سے آپ کے قوائے جسمانی کمزور ہو گئے ہیں۔ عرق فواکہ اور عرق ماءاللحم تجویز فرمایا اور ساتھ سونے کا کشتہ بھی استعمال کروایا۔ حکیم صاحب کا علاج مسلسل کئی برس تک ہوتا رہا۔ حکیم صاحب حضرت قدس سرہٗ کو برابر خط لکھتے رہے۔ اور مخدوم المخادیم کے لقب سے خطاب کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو "الارذل اجمل" لکھتے اور حضرت صاحب قدس سرہٗ آپ کو ابر رحمت سے خطاب کرتے۔

بعض مقتدر عقیدت مندوں کا خیال تھا کہ حکیم صاحب کی خدمت کی جائے لیکن حکیم صاحب نے کہا کہ یہ میری ناخوشی کا باعث ہوگا۔ حکیم صاحب دو دن گجرات میں رہ کر دہلی واپس تشریف لے گئے۔ دوران قیام میں حضرت صاحب سے مختلف موضوعات پر گفتگو رہی۔ حکیم صاحب خود بڑے عالم، ادیب اور حافظِ قرآن تھے۔ تصوف سے ذوق رکھتے تھے۔ حضرت صاحب کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔ اور چلتے وقت ایک جبہ اور ایک مصلا تبرکاً قبول فرمایا"۔ ۹

---

۹ :۔ مناقب محمودیہ خطی تالیف نواب معشوق یار جنگ مملوکہ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ سابق سجادہ نشین حضرت قاضی صاحب جلد سوم ص ۵۵۰ تا ۵۶۰۔

حضرت قاضی صاحبؒ کا ذکر حافظ مظہر الدین کے خطوط میں

حافظ مظہر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ موجودہ دور کے سب سے بڑے نعت گو تھے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔ اور اُن کی نعت کا ہر شعر اس کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ کون ہے جو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ استغاثہ پڑھے اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے سہ

ادھر بھی کوئی ابرِ رحمت کا چھینٹا ادھر بھی نظر بے سہاروں کے والی
نگاہوں میں ہے تیری بخشش کا عالم کھڑے ہیں تیرے در پہ تیرے سوالی
کبھی اک زمانے میں تھی وجہ نازش تیرے نام لیواؤں کی شانِ عالی
مگر اب تو ہے عبرتوں کا فسانہ ہم اہلِ مصیبت کی آشفتہ حالی
ہمیں پھر عطا ہو جلالِ بوذرؓ ہمیں پھر عنایت ہو شانِ بلالیؓ
دمکتے رہیں تیرے گنبد کے جلوے، سلامت رہے تیرے روضے کی جالی
بجا ہے کہ ہم تشنگانِ کرم کا، عمل کی حقیقت سے دامن ہے خالی
مگر یہ شرف بھی کوئی کم نہیں ہے تری ذات سے ایک نسبت ہے عالی
جہاں سے ملی تھی بصیریؒ کو چادر، جہاں کیف ساماں تھی روحِ غزالیؒ
وہاں لیکے آیا ہوں کلیوں کے گجرے وہاں لے کے پہنچا ہوں پھولوں کی ڈالی
شبِ زندگی کی سحر کرنے والے خذف کو حریفِ گہر کرنے والے
عرب تیرے فیضانِ رحمت کا طالب عجم تیری چشمِ کرم کا سوالی

آپ برّصغیر کے مشہور خطیب اور واعظ مولانا مولوی نواب الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ ستکوہی کے فرزندِ ارجمند تھے۔ مولانا نواب الدین صاحب کی پوری زندگی اعلاءِ کلمتہ الحق کے لئے وقف تھی۔ خصوصاً فرقہ قادیانیہ کی تلبیسات کو جس طرح انہوں نے طشت از بام کیا ہے۔ اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ مولانا کے اپنے دور کے اکابرین مثلاً مولانا احمد رضا خاں صاحب، سلطان العارفین حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ، سائیں فتح دین صاحب، خلیفہ مجاز حضرت قاضی صاحب اور پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحبؒ دربار علی پور شریف رحمتہ اللہ علیہم سے خصوصی تعلقات تھے۔

حافظ مظہر الدین صاحب بھی "الولد سر لابیہ" کے پورے پورے مصداق تھے۔ ان کی زندگی بھی ایک سچے اور با عمل مسلمان کی زندگی تھی۔ وہ وہ صرف اعلیٰ پایہ کے شاعر ہی نہ تھے۔ بلکہ بہت بڑے عالمِ دین اور صاحبِ کرامت بزرگ بھی تھے۔ دینی علوم کی تکمیل انہوں نے لاہور میں حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے کی۔ اور زندگی بھر اپنے استادِ مکرم سے نیاز مندانہ تعلقات قائم رکھے۔

۱۹۷۸ء کے موسمِ گرما میں اس فقیر کو بھی حافظ صاحب سے ان کے مکان واقع سید پور روڈ راولپنڈی میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ بڑی محبت اور تپاک سے ملے۔ نہایت ہی سادہ لباس میں ایک تنومند جسم وقار اور تمکنت کا مجسمہ نظر آتا تھا۔ حقہ کے بہت شائق تھے۔ ان کی دلچسپ اور شگفتہ باتوں میں اتنا کیف تھا کہ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ اور جب گھڑی

پر نظر پڑی تو دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ موضوعِ ملاقات زیادہ تر حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ دربار آوان شریف (گجرات) مولانا تواب الدین چوہدری غلام غوث صمدانی، مولوی نیاز محمد جالندھری اور سائیں فتح دین صاحب کی ذواتِ مقدسہ تھیں۔ مندرجہ ذیل خطوط میں بھی زیادہ تر ان ہی حضرات کا ذکر ہے۔ تمام ضروری باتوں کی حواشی میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

خط نمبر ۱

مکرمی سلامِ مسنون۔ نوازش نامہ ملا۔ شکریہ۔

کسی فرد کی زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ میرے اپنے مشاغل ہیں۔ سید عبد المعبود صاحب سے متعلق چند بے ربط سطور اس لئے لکھی گئی ہیں کہ یوں والدِ ماجد کی زندگی کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی۔ اور ہمارے سلسلہ کے لوگ ان سے استفادہ کر سکتے تھے۔ اور موصوف تو یوں بھی بے نقط تفسیر لکھنے والے بزرگ ہیں۔ یہ اعزاز کوئی معمولی نہیں۔

آوان شریف کے سجادہ نشین صاحب سے ملنے کی آرزو بھی ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے والد صاحب کے دوستانہ مراسم تھے۔ میں نے اس عہد کی کئی باتیں والد صاحب کی زبانی سنی ہیں۔ جو وہ مزے لے لے کر بیان کیا کرتے تھے۔ الحمد للہ قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی محبت مجھے ورثہ میں ملی ہے۔

میں ان دنوں اپنے نئے مجموعہ نعت "بابِ جبریل" کی اشاعت کے کام میں مصروف ہوں۔ ساری توجہ اسی پر مرکوز ہے۔ اس لئے نعتیں بھیجنے کے

لئے وقت نہ نکال سکوں گا۔ آپ یہ خدمت حکیم محمد موسیٰ صاحب سے
لیجئے۔ ان کے پاس میرے دونوں مجموعے موجود ہیں۔ انتخاب تو یوں بھی دوسروں
کو کرنا چاہیئے۔ نصیر الدین صاحب کو آپ خود لکھیں میں بھی عرض کر دوں گا۔

والسلام:- مظہر الدین، ۳۰ مئی ۱۹۷۸ء

خط نمبر ۲

گرامی قدر۔ سلام مسنون

کرم نامہ ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔

میرے الفاظ سے اگر دعوے کا کوئی مفہوم نکلتا ہے تو مجھے توبہ کرنی چاہیئے
بعض بزرگوں کے سوانح لکھنے کا خیال تو ضرور ہے۔ لیکن اس راہ میں بعض مشکلات
حائل ہیں۔ اول تو میں سوانح نگار نہیں۔ پھر جن بزرگوں نے دل پہ گہرے نقوش
چھوڑے ہیں۔ پہلے ان کا حق ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے واقعات
میں نے والد صاحب سے زیادہ نہیں سنے۔ چوہدری غلام غوث صاحب، ان
کے بڑے بھائی، نیاز محمد خاں اور سائیں فتح شاہ سے بالعموم باتیں ہوتی تھیں
سائیں صاحب حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت کے خلیفہ تھے۔ مختصر یہ
ہے کہ جن شخصیات نے مجھے متاثر کیا ہے۔ والد صاحب اور پیر مرشد کے ذکر
کے ساتھ کچھ نہ کچھ ان کا ذکر بھی آئے گا، بشرطیکہ یہ داستان لکھنے کی نوبت آئی۔

میرا اپنا مجموعۂ نعت "باب جبریل" پریس میں جانے والا ہے۔ اس کام
کی تکمیل کے بعد دیکھیئے۔ طبیعت کا رنگ کون سی صورت اختیار کرتا ہے۔ ملک
صاحب کے گھر کا پتہ بھی مجھے معلوم نہیں۔ خواجہ ارشد صاحب کو معلوم ہے وہ بہت

دور رہتے ہیں۔ پنڈی آنا ہو تو ضرور تشریف لایئے۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے جن ایام میں والد صاحب کا قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آنا جانا تھا ممکن ہے صاحبزادہ صاحب سن شعور کو نہ پہنچے ہوں۔

والسلام منظر الدین، ۲۰ جون ۱۹۷۸ء

خط نمبر ۳۔

گرامی قدر سلامِ مسنون، کرم نامہ ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ

خواجہ ارشد صاحب جمعہ کے روز آیا کرتے تھے۔ کوئی ایک ماہ سے یہ سلسلہ بند ہے۔ اُن کی کوٹھی بن رہی ہے۔ اور گرمی بھی بے پناہ تھی۔ نہ آنے کی یہی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ان کا پتہ بھی یاد نہیں۔

جن بزرگوں کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اُن کی صحبتیں بڑی کیف آور تھیں۔ آج تک وجدان متکیف ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی محبت بھی مجھے انہیں سے ملی ہے۔ اس وقت کوئی محفل ایسی نہیں جو میری روح کو تازگی بخش سکے۔ جہاں گیا ہوں، بے کیف ہو کر اٹھا ہوں۔ عشق کا تو کہیں نام و نشان نظر نہیں آیا۔

سائیں صاحب نے ایک نقلی مزار بنا رکھا تھا۔ جس میں قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تبرکات دفن تھے۔ ایک دفعہ والد صاحب گئے تو مزار غائب تھا والد صاحب کے استفسار پر سائیں صاحب نے بتایا کہ قاضی صاحب علیہ الرحمت خواب میں آئے تو بڑے غضب ناک تھے۔ ڈنڈے سے مجھے مارنا شروع کر دیا کہ تم نے مجھے مردہ سمجھ رکھا ہے۔ میں بیدار ہوا تو بدن پر ڈنڈے کے نشانات

تھے۔ یہ نشان میں نے بھی دیکھے ہیں۔ غالبًا اس وقت میری عمر چھ سال کی ہوگی۔
والسلام۔ منظہر الدین ۲۷ رجون ۱۹۷۸ء

حواشی

۱ ۲۴ رمئی ۱۹۷۸ء کے نوائے وقت میں حافظ مظہر الدین صاحب مرحوم کا ایک دل چسپ اور معلومات افزا مضمون سید عبدالمعبود صاحب دام ظلہٗ کی شخصیت پر شائع ہوا۔ حافظ صاحب نے اس مضمون میں سید صاحب کی علمی و عملی خوبیوں پر تفصیل سے لکھا ہے۔ مجھے ایک سلسلہ میں سید صاحب سے رابطہ کی ضرورت تھی۔ اور وہ یوں کہ سید صاحب آج سے ۵۵ سال قبل گجرات شہر میں بطور خطیب مقیم تھے۔ آوان شریف اکثر حاضر ہوتے۔ آوان شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب دام ظلہٗ سے اُن کے گہرے مراسم تھے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی ارشاد پر سید صاحب نے صاحبِ سجادہ کی منقبت میں ایک فارسی قصیدہ بھی تصنیف کیا جو سید صاحب کی تالیف "شرح قصیدہ کے شروع میں درج ہے۔ سید صاحب کی یہ تالیف ۱۳۴۲ھ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہتمام سے آوان شریف سے شائع ہوئی تھی۔ شرح قصیدہ غوثیہ کے آخر میں سید صاحب کا تصنیف کردہ شجرۂ قادریہ بھی چھپا ہوا ہے جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

عبد معبود است از موصل نبیرۂ غوث پاک
از خدا خواہد عروج از زخاک تا سماک

میں ان دنوں حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ دربار

آوان شریف ضلع گجرات کی سوانح کے لئے مواد جمع کر رہا تھا۔ میری خواہش تھی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب زاد لطفہ کے بارے میں سیّد عبدالمعبود صاحب کے تاثرات کتاب میں شامل کردوں۔ لیکن افسوس باوجود کوشش کے سیّد صاحب سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ ۴ خط ارسال خدمت کئے لیکن جواب سے محروم رہا۔

۲۔ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب دام ظلہ سجادہ نشین دربار آوان شریف آپ حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی بھتیجے اور سجادہ نشین ہیں۔ عربی فارسی اور اردو پر عبور تامہ رکھتے ہیں۔ فارسی کے قادر الکلام شاعر ہیں۔

۳۔ حضرت قاضی سلطان محمودؒ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۹۱۹ء) سلسلہ قادریہ کے عظیم بزرگ تھے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ، چوہدری غلام غوث صمدانی، مولوی نور اللہ شاہ نور سیالکوٹی۔ حافظ عبداللہ شاہ صاحب اور نواب معشوق یار جنگ جیسی صاحب علم و فضل ہستیاں آپ کے دامنِ دولت سے وابستہ تھیں۔

۴۔ دربار گولڑہ شریف کے صاحب سجادہ سید غلام معین الدین صاحب دام ظلہ کے فرزند ارجمند، اردو اور فارسی کے بلند پایہ شاعر۔

۵۔ فارسی زبان کی بلند پایہ مثنوی، مثنوی صمدانی کے مصنف، فارسی زبان کے اساتذۂ سخن میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی شہرہ آفاق مثنوی کے شروع میں جناب عبدالوہاب عزام سابق سفیر مصر در پاکستان کی عربی تقریظ بھی شامل ہے ۱۹۷۳ء میں فوت ہوئے اور اپنے مرشد کے مزارِ مبارک کے پائین میں ابدی نیند سو رہے ہیں

۶۔ نام چوہدری کامدار خاں۔ آج کل آپ کے ایک پوتے رانا شبیر احمد خاں صاحب واہ آرڈننس فیکٹری میں سپرنٹنڈنٹ انجینئر (S.E) ہیں۔

۷۔ نواب مشتاق احمد خاں صاحب سابق ایجنٹ جنرل حیدر آباد دکن مقیم ماڈل ٹاؤن لاہور کے دادا نواب غلام احمد خاں کے چھوٹے بھائی۔ سر سید احمد خاں کے گہرے دوست حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے چہیتے مریدوں میں سے تھے

۸۔ سائیں فتح شاہ (صحیح نام سائیں فتح دین ہے) ساکن مقصود پورہ ریاست کپورتھلہ حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حافظ صاحب کے والد مولوی نواب دین صاحب سائیں صاحب سے بہت متاثر تھے۔ اور ان کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد لاہور میں فوت ہوئے۔

۹۔ ملک صاحب سے مراد ملک غلام نبی ہیں جو اُن دنوں سید عبد المعبود صاحب کے میزبان تھے (ملاحظہ ہو" نوائے وقت ۲۴ مئی ۱۹۷۸ء)

۱۰۔ بہت سے بزرگانِ دین کے مزارات مختلف جگہوں پر مشہور ہیں۔ مثلاً حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزارات پانی پت اور کرنال ہیں، مزار تو اصل میں ایک ہی جگہ ہوتا ہے۔ دوسری جگہوں پر عقیدت مندوں نے تبرکات مثلاً گودڑی عصا اور پیالہ وغیرہ دفن کئے ہوتے ہیں۔ اور اوپر قبر کا نشان بنا دیا جاتا ہے اور عوام میں یہ مشہور ہو جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کی قبر کئی جگہوں پر ہے۔ حالاں کہ ایک کے علاوہ دوسری قبریں علامتی ہوتی ہیں۔ جن میں صرف تبرکات ہی دفن ہوتے ہیں۔ مثلاً حال ہی میں ترکی میں حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی علامتی قبر بنائی گئی ہے جسٹس جاوید اقبال صاحب ۱۹۷۸ء میں جب سیاحتِ ترکی کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے حضرت علامہ کی اس علامتی قبر کو دیکھا۔ جس کا ذکر اپنے سفر نامۂ ترکی میں اس طرح کرتے ہیں۔

"جب مزارِ رومی سے باہر نکلتے ہیں تو اسی احاطہ میں دو علامتی قبریں بنی ہوئی ہیں۔ ایک علامہ اقبال کی اور ایک ترکی کے مشہور اسلامی شاعر عاطف کی علامہ اقبال کی قبر میں اُن کے مزار واقع لاہور سے لے جائی گئی مٹی دفن ہے"

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۹ر جولائی ۱۹۷۸ء)

جاری ہے چکی کی مشقت بھی

حضرت قاضی صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں شاہ و گدا کی کوئی تمیز نہ تھی۔ یہ ایک سے اصلاحِ نفس اور تزکیۂ نفس کے لئے جسمانی مشقت لی جاتی تھی۔ مشہور مقالہ نگار میجر معین باری (میاں عبدالباری سابق صدر پنجاب مسلم لیگ کے بیٹے) راقم الحروف کے نام ایک خط میں تحریر کرتے ہیں۔

"میری دادی (والدہ میاں عبدالباری) کہا کرتی تھیں کہ ہم آوان شریف جاتے تو وہاں کوئی نہ کوئی کام کرنا پڑتا۔ آرام سے بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ میں چکی پیسا کرتی اور تمہارے دادا کھیتوں میں کام کرتے"[1]

نواب غلام احمد خاں ریاست جموں و کشمیر میں مشیر مال تھے۔ حالات نے ایسی شکل اختیار کر لی۔ انہیں خدشہ ہو گیا کہ میری جگہ کسی اور کو مشیر مال مقرر کیا جا رہا ہے اسی ادھیڑ بن میں آوان شریف پہنچے اور کئی دن تک چکی پیستے رہے۔ آپ کے پوتے نواب مشتاق احمد خاں سابق ریذیڈنٹ جنرل ریاست حیدر آباد دکن اس سلسلہ میں ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"ایک دفعہ جب کشمیر میں مشیر مال کے تقرر کا مسئلہ درپیش تھا اور ڈر تھا کہ اس جگہ کسی اور کا تقرر نہ ہو جائے۔ اس ذہنی الجھن میں آوان شریف جا کر کئی روز برابر چکی پیستے رہے۔ اور کہا جب تک حضرت والا میری کامیابی کے لئے

1ـ مکتوب معین باری بنام راقم الحروف ۲۲ اپریل ۱۹۸۰ء

دعا نہیں فرمائیں گے میں چکی پیستا رہوں گا۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے
فرمایا۔ اب بس کرو۔ اللہ بہتری کرے گا ۔ ۲؎

میاں غلام جیلانی منصف کا بیٹا میاں عبدالباری ۱۹۱۵ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے چند طالب علم ساتھیوں کے ساتھ کابل کی طرف ہجرت کر گیا تو اس کی واپسی کے لئے دعا کرانے کے لئے میاں غلام جیلانی صاحب آوان شریف حاضر ہوئے تو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

" غلام جیلانی ہر روز چار سیر گندم پیسا کرو۔ اور آٹا غریبوں میں تقسیم کر دیا کرو۔ عبدالباری واپس آجائے گا۔ ۳؎

آوان شریف سے ۴، ۵ میل کے فاصلہ پر ریاست جموں وکشمیر میں ایک جنگل بنام "ڈھاکا" واقعہ ہے۔ وہاں جا کر لکڑیاں کاٹنا اور پھر انہیں پیدل سر پر باندھ کر لانا بھی ایک مشقت تھی۔ اور یہ مشقت چکی کی مشقت سے بھی زیادہ محنت طلب تھی۔ ایک دفعہ آپ نے کھلابٹ ضلع ہزارہ کے رئیس زادہ نواب غلام حیدر خاں کو سنگیوں (حضرت قاضی صاحب اپنے مریدوں کو سنگی کے لفظ سے پکارتے۔ اردو میں اس کے معنی ساتھی اور رفیق کے ہیں) کے ساتھ ایندھن لانے کے لئے ارشاد کیا۔ نواب صاحب ان دنوں بیمار تھے اور بہت کمزور تھے۔ ان پر جو بیتی اسے نواب صاحب نے ملا محمد یعقوب صاحب مماہیا کی زبانی مناقب محمودی میں اس طرح بیان کیا ہے۔

۲؎ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اگست ۱۹۷۷ء مضمون نواب مشتاق احمد خان ص ۷۶
۳؎ روایت حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

" خان غلام حیدر خاں صاحب رئیس کھلابٹ کو دل کے دورے پڑا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو غلام حیدر خاں کو بلا لیا جائے۔ آپ نے فرمایا "اچھا" جب غلام حیدر صاحب آئے تو کمزور تھے۔ اور بیٹھے بیٹھے آپ کو پنکھا جھلا کرتے تھے۔ چند روز بعد حضور نے فرمایا کہ جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر لاؤ! اس حکم کی انہوں نے اس طرح تعمیل کی کہ آوان شریف سے تین میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا، وہاں لکڑہارے لکڑیاں بیچنے آیا کرتے تھے۔ غلام حیدر خاں نے ان سے لکڑیاں خریدیں اور اٹھوا لائے۔ وہ بوجھ آٹھ دس آدمیوں کا تھا۔ حضور قدس سرہ العزیز نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ایک آدمی اتنی لکڑیاں کیسے لا سکتا ہے۔ تب خاں صاحب نے کل واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ایسی لکڑیاں نہیں چاہئیں۔ اب تم خود ڈھاکا جاؤ اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ۔ غرض کہ غلام حیدر خاں صاحب ڈھاکا گئے اور دو ایک لکڑیاں سر پر رکھ کر لائے۔ آپ نے شاباش دی اور فرمایا کہ ایسے کاموں کا مقصد لنگر کیلئے لکڑیاں اکٹھا کرنا ہی نہیں۔ بلکہ نفس کشی مقصود ہے"[۱۳]

موضع دھوگڑی ضلع جالندھر کے افغان خاندان کے رئیس زادہ مولوی نیاز محمد وکیل بھی ڈھاکا کے جنگل سے لکڑیاں لانے والوں میں شامل ہوتے۔ چوہدری غلام غوث صاحب صمدانی اپنی مثنوی میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

---

[۱۳] مناقب محمودی تالیف نواب معشوق یار جنگ خطی نسخہ جلد دوم ص ۸۳

"خواجہ بیں بر سرش ہیزم کشاں
بہر لنگر خانۂ پیرِ آدواںؔ[شہ]

اس مشقت میں ایک خاص بات یہ بھی کہ آدمی کا جو مستقل پیشہ ہوتا تھا۔ اسے نہیں بلکہ اس کی بجائے کوئی اور کام اس کے سپرد کیا جاتا۔ ایک دفعہ امرتسر کے اللہ بخش درزی آدواں شریف حاضر ہوئے تو حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب نے انہیں لنگر کے لحاف اور رضائیاں مرمت کرنے پر لگا دیا۔ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت کو معلوم ہوا تو انہوں نے پسند نہ کیا۔ اس واقعہ کو نواب معشوق یار جنگ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"اللہ بخش صاحب درزی ساکن سلطان ونڈ من مضافاتِ امرتسر ایک بزرگ سنگی تھے۔ وہ ایک مرتبہ آدواں شریف آئے تو میاں محبوب عالم دام ظلہٗ نے کہا لنگر کے کچھ لحاف اور توشکیں مرمت طلب ہو گئی ہیں انہیں ذرا درست کر دیجئے۔ اللہ بخش نے کہا کہ حضرت صاحب کہیں ناخوش نہ ہوں۔ محبوب میاں نے فرمایا یہ بھی تو لنگر ہی کا کام ہے۔ غرض کہ انہوں نے تمام دن یہی کام کیا۔ شام کے وقت جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا دن کو کیا کرتے رہے۔ عرض کیا کچھ لحاف درست کئے اور کچھ توشکیں ٹھیک کیں۔ آپ نے اس پر ناخوشی کا اظہار فرمایا کہ یہ بھی کوئی کام ہے اللہ بخش نے جا کر محبوب میاں سے سب حال عرض

شہ مثنوی صمدانی لاہور ۱۹۵۵ء ص ۲۵۱

کیا۔انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ حضور یہ بھی تو لنگر ہی کا کام ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کام تو وہ گھر بیٹھے بیٹھے کیا کرتا ہے۔ اس سے اسے کیا فائدہ ہوگا سوائے اس کے کہ تمہارے لنگر کو کچھ فائدہ ہو' اور کچھ نہیں۔

دوسرے روز اللہ بخش قریب کے گاؤں سے تھوڑا سا چارہ سر پر اٹھا کر لائے اور جب شام کو حضور نے پوچھا تو چارہ لانے کا ذکر کیا۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ چارے کے کم یا زیادہ ہونے کی بحث نہ تھی۔ اس سے نفسِ امارّہ کو جو ضرب لگی وہ اصل شے تھی"۔ ۵٦

مریدین و مخلصین نہ صرف جسمانی مشقتیں کرتے بلکہ اس پر فخر بھی کرتے بلکہ اب بھی ان کی اولادیں اس بات پر فخر کرتی ہیں کہ میرا باپ حضرت کے لنگر کے لئے کام کرتا تھا۔ اور میری والدہ یہ۔ چند سالوں کی بات ہے کہ آوان شریف جاتے ہوئے بس میں بابا نبی احمد صاحب جہلمی کا ساتھ ہو گیا۔ ایک تو انہوں نے بس سے اتر کر سیدھا دربار شریف لے جانے کی بجائے آوان شریف کی گلیوں میں پھرایا۔ اور کہا کہ میں نے بچپن میں اپنی آنکھوں سے حضرت قاضی صاحب کو ان گلیوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے۔ اس لئے جب آوان شریف حاضر ہوتا ہوں تو اپنے آقا کی پیروی میں ان گلیوں کا ایک دفعہ ضرور چکر لگاتا ہوں دوسرے حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ کے رہائشی مکان کے ساتھ ایک افتادہ جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہاں حضرت کے لنگر کا تندور تھا۔ جہاں میری والدہ روٹیاں لگایا کرتی تھی اور اسے بڑے فخر کے ساتھ دہرایا۔ بابا نبی احمد صاحب سچے عاشق تھے۔

---

۵٦ :۔ مناقب محمودی جلد دوم خطی نسخہ ص ۸۲

۱۲ رجمادی الثانی ۱۴۰۱ھ کو جہلم میں فوت ہوئے اور حسب وصیت ۱۳ رجمادی الثانی کو آوان شریف حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پائیں میں دفن ہوئے۔ قبر پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔

"شیخ نبی احمد ولد شیخ نور محمد" نیا محلہ جہلم
وفات ۱۲ رجمادی الثانی ۱۴۰۱ھ
گر نہ باشد لامِ لطف دستگیر
در خجالت تا ابد مانیم ما
میکنم دریوزۂ وصل ترا
شیئاً للہ از گدایا نیم ما"

حضرت نے کئی مستقل مزاج مریدین کو تمام عمر کے لئے مشقت میں ڈال دیا تھا۔ مثلاً میرے والد عبداللہ شاہ کو چکی پیسنے کے ساتھ وظائف اور اوراد پڑھنے کی ہدایت تھی۔ چنانچہ پہلے وہ ہر روز نماز کے بعد دو سیر گندم پیسا کرتے اور پھر جب کچھ کمزور ہو گئے تو ہر روز بھینسوں کے لئے چار سیر دالا (ونڈا) دلتے۔ وہ ۵ ردسمبر ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء کو تقریباً اسی سال کی عمر میں فوت ہوئے اور فوت ہونے سے صرف ایک مہینہ پہلے وہ شدید بیماری اور کمزوری کی وجہ سے اس وظیفہ کو ادا نہ کر سکے۔

سائیں فتح دینؒ ساکن مقصود پورہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ تمام علائق دنیوی سے کنارہ کش ہو کر (جس میں بیوی کو طلاق بھی شامل ہے) بیس سال تک آوان شریف میں چکی پیستے رہے، ہل چلاتے رہے اور چارہ کاٹتے رہے۔ تب منزل مراد کو پہنچے۔
حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات (۱۹۱۹ء) کے بعد بھی ۱۹۴۷ء

تک جسمانی ریاضت کا یہ سلسلہ کسی نہ کسی طرح جاری رہا۔ فخر الزمان خاں صاحب ریٹائرڈ کمشنر حال مقیم سول لائنز ڈیرہ اسماعیل خاں اپنے ایک خط میں مجھے تحریر کرتے ہیں ۔

"۱۹۳۳ء میں والد صاحب مجھے اپنے ہمراہ آوان شریف لے گئے ۔جب میں ساتویں جماعت کا طالب علم تھا ۔چار دن ہم وہاں قیام پذیر رہے ۔گندم کی کٹائی کا موسم تھا۔ ہر روز ہم سب گندم کاٹنے جاتے اور گیارہ بجے واپس آتے ہیں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھوں سے محنت و مشقت کر کے حلال کمائی کا سبق عملی انداز میں مریدوں کو دیا جا رہا ہے"۔ ؎

۱۹۴۵ء میں عرس کے موقع پر راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ صوبہ سرحد کے ایک مردِ آہن نواب محمد زمان خاں رئیس کھابٹ جو کئی سالوں تک سرحد اسمبلی کے رکن رہے ہیں ۔ اپنے چند ساتھیوں سمیت گوبر کے ایک بڑے ڈھیر (روڑی) کو ٹوکریوں میں اٹھا اٹھا کر آوان شریف سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر لنگر کی زمینوں میں ڈال رہے تھے اور سب سے بڑی ٹوکری نواب صاحب نے خود اٹھا رکھی تھی ۔

؎ مکتوب فخر الزمان خاں صاحب بنام راقم الحروف ۱۱ اگست ۱۹۸۱ء

معاصرین مشائخ کرام کی نظر میں

حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اپنے دور کے مشائخ کرام سے بہت اچھے مراسم تھے۔ اور وہ بھی حضرت قاضی صاحبؒ کے علوئے مرتبت اور تقدس کا دل سے احترام کرتے۔ نواب معشوق یار جنگ تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ نے جو اس ملک میں مشہور محدث نقشبندی درویش گذرے ہیں۔ مولف ہذا سے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ امراء سے استغنا کی صفت میں جو تے حضرت قاضی صاحبؒ میں دیکھی کسی میں نہیں دیکھی" [1]

حافظ محمد علی صاحبؒ ٹنگروٹ والے بیان کرتے ہیں۔

"سید نور اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے تھے کہ حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ دربار علی پور شریف حضرت قبلہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا کمال یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے کثرت سے حرمین شریفین کی حاضریاں دی ہیں لیکن حضرت صاحب آوان شریف رحمتہ اللہ علیہ جیسا مجاہد فقیر جو اپنے آپ کو چھپائے کبھی نہیں دیکھا ہے" [2]

---

[1] ۔ مقامات محمود ص ۲۰۰

[2] حالات و کمالات حضرت غریب نواز قلمی ص ۳۴۶ - ۳۴۷

سیرتِ امیرِ ملت کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کسبِ فیض کے لئے حضرت قاضی صاحبؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ کتاب کے مرتب پیر سید اختر حسین صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

"ایک بار حضرت قبلہ عالمؒ کنویں کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک مائی حاضر ہوئی۔ اور اس نے تھوڑے سے بتاشے خدمتِ والا میں پیش کئے۔ آپ نے اس کی دلداری کے لئے اپنے حصہ میں بتاشے لے لئے۔ وہ چلی گئی تو مجھ سے فرمایا اختر یہ بتاشے لے لو۔ میں حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ مجھ سے حضور نے پہلے ہی کیوں نہ فرمایا کہ لے لو۔ اتنے قیمتی حصہ میں مٹھاس کا اثر آگیا تو کیڑا لگ جائے گا یا مکھیاں اس پر بیٹھنے لگیں گی۔ حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا۔ مسئلہ ستو میں آوان شریف والے حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک مائی آئی۔ اس نے دو پیسے نذر پیش کی۔ آپ نے وہ آنکھوں سے لگائے اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں مائی نے نہیں دیئے۔ اس نے تم کو کیوں نہ دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بھیجے ہیں۔ حضرت قبلہ کی زبانِ مبارک سے یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ اس حکایت کے بیان سے میری تعلیم مقصود ہے" [۳]

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دربار گولڑہ شریف کے ایک مرید غلام محمد چشتی ساکن میرا شریف بیان کرتے تھے کہ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ جب

---

[۳] سیرت امیر ملت مرتبہ سید اختر حسین لاہور ۱۳۹۴ھ ص ۲۹۳ - ۲۹۴

حضرت صاحب آوان شریف والوں کے کمالات بیان کرتے تو یوں فرمایا کرتے تھے کہ وہ تو سلطان ہیں۔ ان کا کیا کہنا ہے اور وہ ان کو حضرت بایزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہم کے زمرہ میں شامل فرماتے تھے[4]

مرتب "حالات وکرامات حضور غریب نواز" کے مرتب ان ہی مولوی غلام محمد صاحب کی زبانی ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں۔

"میں علاقہ سون سکیسر میں پڑھتا تھا کہ حضرت مولانا سراج الدینؒ بن حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ دربار موسٰے زئی شریف دورہ میں تشریف لائے تو میں نے بھی قدم بوسی حاصل کی۔ مجھ سے حضرت صاحبؒ دریافت فرمانے لگے کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ضلع گجرات! فرمانے لگے کہ تم سے آوان شریف کس قدر فاصلے پر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پندرہ یا سولہ کوس کا فاصلہ ہے تو حضرت خواجہ صاحب آوان شریف کے تعلق کی وجہ سے مجھ سے بہت محبت کرنے لگے[5]

اسی کتاب کے مرتب ایک اور واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"حاجی نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے تھے کہ جب حضور سرکار آوان شریف رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر اخباروں میں شائع ہوئی تو میں اس وقت سرہند شریف حاضر تھا۔ سجادہ نشین صاحب نے جب سرکار آوان شریفؒ کے وصالِ مبارک کا پڑھا تو فرمایا آج ہندوستان اور پنجاب کے ولیوں کے بادشاہ رحلت فرما گئے ہیں حاضرین

---

[4] حالات وکرامات حضرت غریب نواز ص ۳۴۳ - ۳۴۴

[5] " " " ص ۳۴۵ - ۳۴۶

نے پوچھا کہ حضرت وہ کون بزرگ ہیں تو فرمایا کہ آوان شریف ضلع گجرات پنجاب کے قیام پذیر تھے"۔[۶]

حضرت پیر نیک عالم صاحبؒ ساکن گوڑہ سیداں حضرت قاضی صاحبؒ کی ذاتِ گرامی سے بہت متاثر تھے۔ ایک دفعہ انہیں حضرت کے طفیل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس واقعہ کا ذکر ان کے مجموعۂ کلام کے مرتب سید مراد علی شاہ صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"شاہ صاحب بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ پشاور میں ایک غیر آباد مسجد میں حضرت صاحب آوان شریف رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ کی صحبت کی برکت اور یمن سے اس مجلسِ مبارک میں مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ تھوڑی سی غنودگی آگئی۔ جس میں سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مع صحابہ و اولیاء زیارت نصیب ہوئی اور اس مجلس مبارک میں حضرت صاحب آوان شریف کا بلند مقام معلوم ہوا۔[۷]

یک زمانہ صحبتے با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی مولوی فقیر اللہ صاحبؒ کے نزدیک حضرت کا جو مقام تھا۔ نواب معشوق حسین خاں صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"مشائخین عصر میں سے مولوی فقیر اللہ صاحب کا نام نامی سب پر مقدم ہے۔ آپ ایک کامل درویش حضرت اخوند صاحبؒ کے خلیفہ اور حضرت قدس سرہ کے پیر بھائی تھے

---

[۶] حالات و کرامات ص ۲۵۰

[۷] مجموعہ سی حرفی ہا وغیرہا از پیر نیک عالم بار چہارم اپریل ۱۹۷۰ء ص ۴۰

شمالی کوہستان کے علاقہ میں آپ رہا کرتے تھے۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ساکن ڈھوک شمس آپ سے اکثر ملتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وہ مولوی فقیر اللہ صاحب سے ملنے گئے تو وہ اس وقت وعظ فرما رہے تھے۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہمارے حضرت صاحب تو وعظ نہیں فرمایا کرتے۔ اور یہ صاحب وعظ کرتے ہیں۔ اس خیال کا آنا تھا کہ مولوی فقیر اللہ صاحب نے جو مشرف القلوب تھے۔ ان کی طرف منہ کیا اور فرمایا۔ تمہارے حضرت صاحب کا کیا کہنا، عشق کی جو آگ ان کے دل میں ڈالی گئی ہے۔ کاش اس کی ایک چنگاری فقیر اللہ کے حصہ میں آتی۔ اور ان تمام سامنے کے پہاڑوں کو جلاتی ہوئی فقیر اللہ کو بھی خاکستر کر دیتی۔ شہ

جناب مولانا غلام محی الدینؒ ساکن جلال پور جٹاں (م ۱۹۵۴ء) قلندر منش بزرگ تھے۔ ان کی حضرت قاضی صاحبؒ سے عقیدت و خلوص کا ذکر نواب صاحب "مناقب محمودی" میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"حضرت غلام محی الدین صاحبؒ مؤلف ہذا سے فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں اکثر آتا جاتا رہا ہوں۔ اس زمانہ میں اہل خانقاہ میں کوئی درویش پایا تو حضرت قاضی صاحبؒ کو پایا۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک روز اچانک میرے دل میں کچھ خیال گزرا اور میں نے دعا کی کہ اے میرے مولا اپنی عنایت سے مجھے کسی بزرگ سے ملا دے تاکہ میں مستفیض ہو سکوں۔ اس کے چند ہی روز بعد جب کہ میں سو رہا تھا۔ خواب میں دو آدمی مولوی صورت میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

شہ مناقب محمودی جلد دوم قلمی غیر مطبوعہ ص ۳۸۱

لا رہے ہیں۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور بڑی تعظیم و تکریم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا اور عرض کیا کہ چیونٹی کے گھر سلیمان کا آنا مبارک ہو۔ اور دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ٹھٹھہ مو سے جا رہا ہوں۔ راستہ میں تم سے ملنے ٹھہر گیا۔ میں نے عرض کیا کچھ چائے وغیرہ حاضر کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس کا عادی نہیں ہوں لیکن تمہاری خاطر پی لوں گا۔ میں دوڑا ہوا اندر والدہ صاحبہ کے پاس گیا۔ اور کل حال عرض کیا کہ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ والدہ صاحبہ نے بڑی محبت سے چائے اور سویاں تیار کیں اور میں نے لاکر حضور میں پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سویاں تناول فرمائیں اور چائے نوش کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نماز پڑھ لوں۔ میں نے نماز کا انتظام کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔

اس خواب کے دوسرے ہی دن میں اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہ مولویانہ صورت کے دو صاحب پانی پینے آئے۔ ان کی وضع قطع دیکھ کر میں نے کہا کہ مجھے آپ صاحبوں میں حضرت قاضی صاحب کے سنگیوں کی مہک آرہی ہے۔ کیا واقعی آپ کو حضرت قاضی صاحبؒ سے نسبت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت قاضی صاحبؒ کے سنگی ہیں۔ اور حضرت صاحبؒ قدس سرہٗ صبح کی نماز کے بعد سے آپ کے مکان کی ملحقہ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ لیکن حکم ہے کہ کسی کو اطلاع نہ دی جائے۔ میں اٹھا اور مسجد میں حاضر ہو کر حضرت صاحب سے ملا تو جس طرح جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ آپ کو دیکھا اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں ہوئی تھیں۔ وہی آپ سے ہوئیں۔ اور جس طرح چائے اور سویاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھیں اسی طرح آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ اور میں دیکھ رہا تھا کہ جو واقعہ خواب میں گذرا تھا وہ بعینہٖ بیداری میں گزر رہا ہے پھر عصر

کی نماز کے بعد آپ ٹھٹھہ موسےٰ کی طرف تشریف لے گئے ۹؎

مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ لاہور کے ممتاز عالم اور بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ کی "تفسیر نبوی" کو بلند پایۂ علمی مقام کی حامل ہے۔ ایک دفعہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر تشریف لائے۔ کچھ عرصہ سر جھکا کر بیٹھے رہے۔ پھر سر اوپر اٹھا کر فرمایا کہ یہ بزرگ نہایت اچھی حالت میں ہیں اور نہایت فیاض ہیں۔ ۱۰؎

حضرت شاہ عبدالوحید بہاری کی عقیدت کا ذکر نواب صاحب یوں کرتے ہیں۔

"حضرت شاہ صاحب جناب حضرت اخوند عبدالغفور صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت اخوند صاحبؒ کے خلیفہ حضرت شاہ فضل اللہ الٰہ آبادی کے خلیفہ تھے جب آپ کے سامنے جاتے تو قدم بوسی کر کے دور کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ حضرت اخوند صاحبؒ کے مقام پر آپ ہی فائز ہیں"۔ ۱۱؎

۹؎ مناقبِ محمودی جلد دوم قلمی ص ۳۸۲ تا ۳۸۴

۱۰؎ مقاماتِ محمود تالیف نواب معشوق یار جنگ ص ۳۷۵-۳۷۶

۱۱؎ ایضاً ص ۳۷۷

آخری ایام

۱۹۱۱-۱۲ء کے لگ بھگ سے آپ بیمار رہنے لگے۔ کمزوری بڑھ گئی۔ حکیم مفتی محمد سلیم اللہ لاہوری اور مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی کا علاج ہوتا رہا جس سے وقتی طور پر کچھ افاقہ ہوا۔ لیکن اپنے برادرِ خورد میاں محمد مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۱۵ء) کی وفات کے بعد تو آپ کی کمزوری اور نقاہت اس حد کو پہنچ گئی کہ چلنے پھرنے میں تکلیف محسوس ہونے لگی۔ اب آپ نے جہاں کہیں جانا ہوتا۔ ڈولی میں سفر کرتے۔ جسے آپ کے عقیدت مند بڑے فخر و مباحات اور محبت سے اٹھاتے۔ وفات سے صرف دو سال پہلے کی حضرت کی بیماری اور نقاہت کا ذکر نواب معشوق حسین خاں صاحب اس طرح کرتے ہیں۔

"۱۷ محرم الحرام ۱۳۳۵ء کو جب کاتب الحروف حاضر خدمت ہوا تو حضور پُر نور موضع برناالہ میں تشریف فرما تھے۔ ضعف بہت غالب تھا۔ ہاتھوں میں رعشہ تھا اور بدقت بستر سے اٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ ڈولی پر برنالہ سے آوان شریف تشریف لائے۔ دل و دماغ اور جگر سب ماؤف ہو گئے۔ مگر اس زمانہ میں آپ کا روحانی فیض بہت جاری رہا۔ فیوض و برکات کا سمندر موجیں مار رہا تھا۔ اور پیاسے دور و نزدیک سے آتے اور سیراب ہوتے۔

اُسی زمانہ میں میرا چھوٹا بھائی کرنل تحسین حسین خاں اور خاندان کے بعض افراد بھی حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ مولوی اکرام الحق صاحب صدر مدرس مدرسہ شاہی مسجد لاہور سفلی امراض میں مبتلا ہو کر آئے اور چند دن آوان شریف میں رہ کر اور شفا پا کر صحیح الحال واپس آئے بجز ۱۹۱۸ء

ہیں نوڈیرہ شریف سے ملا یوسف اور صاحبزادہ عبدالمجید وغیرہ آتے ہیں ۔ اور اپنا حصہ لیتے ہیں ۔ اس زمانہ میں آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے ۔

صبا یا آں طبیبِ عشق حال مولوی بگو

بسا عمر بیست کایں بیمار سر برآستان دارد

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب فرماتے ہیں :۔ کہ وصال سے چار پانچ ماہ قبل میں نے دیکھا کہ آپ پلنگ پر آرام فرما رہے ہیں ۔ اور چہرہ مبارک بشاشت سے تمتما رہا ہے ۔ یا تو پہلے کروٹ بدلنے کی قوت نہ تھی ، یا اب چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں ۔ میں نے دوڑ کر آپ کو پیچھے سے سہارا دیا ۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ بہت جلد اچھا وقت آنے والا ہے ۔ میں نے چہرہ کی بشاشت اور جسم مبارک میں کسی قدر توانائی دیکھ کر گمان کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو صحت ہو جائے گی ۔ لیکن چار پانچ ماہ بعد آپ کا وصال ہو گیا ۔ تب میں سمجھا کہ اچھا وقت آنے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ دنیا کا یہ جھمیلا ختم ہونے والا ہے اور رفیقِ اعلیٰ کی صحبت نصیب ہو گی ۔

صاحبزادہ صاحب مزید فرماتے ہیں :۔ کہ وفات سے تین چار ماہ قبل حضرت صاحب قدس سرہ العزیز نے حکیم احمد دین صاحب اور مجھے بلایا اور اپنے مرض کی تکالیف بیان کیں اور فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میں دیوانہ ہو رہا ہوں ۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ جو کوئی دیوانہ ہوتا ہے وہ خود یہ نہیں کہتا ۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ بیٹھ " منطقیا " [1]

صاحبِ " گوہر منیر " حضرت سائیں گوہر الدین صاحب کی زبانی تحریر کرتے ہیں ۔

---

[1] مناقبِ محمودی قلمی تلخیص جلد سوم ص ۵۷۰ تا ۵۸۵

"کثرتِ مجاہدہ اور ریاضت کی وجہ سے آخری عمر میں آپ کو رعشہ ہو گیا تھا۔ ہاتھ زور سے کانپتے تھے۔ تہمد باندھتے اور روٹی کھانے میں تکلیف ہوتی۔ جب وہ اس حال میں تھے تو میں ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پانچ چھ درویش آپ کو کھانا کھلا رہے ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں پنکھا تھا۔ ایک کے ہاتھ میں طشتری تھی جس میں کھانا تھا۔ ایک کے ہاتھ میں رومال تھا۔ ایک کے ہاتھ میں پانی کا گلاس اور ایک کے ہاتھ میں چمچہ تھا۔ جس سے وہ طشتری سے کچھ کھانا اٹھا کر آپ کے منہ میں بطورِ لقمہ ڈالتا۔ اور بڑے اصرار سے آپ صرف چند لقمے کھاتے۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ وہ اپنے برگزیدہ بندوں کی کس طرح خدمت کرواتا ہے۔ اور مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالےٰ جنت میں اپنے نیک بندوں کی اسی طرح خدمت کرائے گا۔ ع

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ماست [2]

حکیم عبداللطیف صاحب عارف بیان کرتے ہیں۔

"زندگی کے آخری چار سال متواتر آپ چارپائی سے نہیں اٹھ سکتے تھے۔ بے حد اضطراب رہتا تھا۔ کبھی کبھی آپ اس اضطراب کو کم کرنے کے لئے فرماتے تھے کہ مجھے فلاں مزار شریف کی زیارت کے لئے لے چلو۔ مگر باوجود ان حالات کے نماز پنجگانہ باجماعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور ہر نماز تازہ وضو یا تیمم سے ادا کرتے تھے۔ شنوائی بھی کم ہو گئی تھی اور نظر بھی کمزور ہو چکی تھی۔ آخر ۲ر مئی ۱۹۱۹ء بروز جمعہ مطابق یکم شعبان ۱۳۳۷ھ کو آپ نے جامِ وصال نوش فرمایا۔ اور اسی تاریخ کو آپ کا عرس

---

۳ گوہر منیر تالیف سیّد علی اکبر شاہ قلمی ص ۱۸۱

شریف ہوتا ہے۔ جس میں شمولیت کے لئے آپ کے مخلصین دور دور سے بکثرت آکر فیضِ روحانی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔[۳]

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی وفات اور تدفین میں ان کے ذی علم مرید مولوی عبدالرحمٰن علالت کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے۔ جس کا اظہار انہوں نے بڑے لطیف انداز میں اپنے اس خط میں کیا ہے جو انہوں نے حضرت صاحب کی وفات پر جناب صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں ارسال کیا۔ یہ خط فارسی انشاء کا عمدہ نمونہ اور لکھنے والے کے قلبی تاثرات کا آئینہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

" اللہ اکبر، چہ حادثہ جانکاہ روئے نمود کہ جاں از تن و روح از بدن ربود، بہ فزع الفواد و قطع الاکباد! بخدا قلم از دستم می لرزد و چشم اشک می بارد۔ روزِ روشن برمن تیرہ گوں گردید! واا سفا بر شقاوتِ خود کہ دیدارِ آخری میسر نہ شد۔ چہ تصور ما بود چہ شد، اے سلطانِ جہاں از ایازِ خود چہ خطا دیدی کہ اقامتِ خود بروضہ لحد نمودی بر ذاتِ مطہرہ تو رحمتِ حق پیوستہ باد و جانشین ترا محبوب عالم گرداناد و روضہ مطہرہ تو بفضلہٖ محیطِ انوار الٰہی باد۔ بسبب بعض اعذار از استلامِ مزارِ آں قبلہ ٔ مبرور محروم الحضور ام۔ انشاء اللہ تعالےٰ التزامِ استلام سدۂ غلمان آں محبوبِ دو جہاں عنقریب خواہم

---

[۳] سوانح حضرت قاضی سلطان محمود مرتب حکیم عبداللطیف عارف لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۶

نمود۔ از طرف ایں بے ہیچ ہمہ دودمان را تسلیہ باید نمود"

ھدف کالاحزان

محمد عبدالرحمن عفی عنہ

۱۷ر شعبان ۷۷ ۱۳ھ

حضرت کی وفات پر آپ کے معتقدین ومخلصین نے بے شمار مرثیہ لکھے اور تاریخیں کہیں۔ جن میں سے چند علیحدہ درج کی جارہی ہیں۔

منقبت حضرت قاضی سلطان محمودؒ صاحبؒ

اثر پیر فضل حسین فضل گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

دنیا وچ خورشید دے وانگ روشن نامِ نامی سلطان محمودؒ دا اے
ہے آزاد دوارین دے غماں کولوں جو غلام سلطان محمودؒ دا اے

خرقہ پہن حقیقت دا لیا بھاویں ہتھوں پلہ شریعت دا چھڈیا نہ
جتھے بہن شبلیؒ تے منصورؒ رل کے اوہ مقام سلطان محمودؒ دا اے

مستوار کیتا جنہے سالکاں نوں سالک مستواراں نوں بنا دتا
ہوش آوری تے کیف آوری دا ضامن جام سلطان محمودؒ دا اے

اپنے سارے سنگیاں ساتھیاں تے سنے جملہ مریداں تے خاداماں دے
نظرِ خاص سلطان محمودؒ دی اے فیض عام سلطان محمودؒ دا اے

سن کے نام آدان شریف والا سارے گردناں نوں خم کر لیندے
پاک بازاں دے دلاں دے وچ پورا احترام سلطان محمودؒ دا اے

اوہ اخوند صاحبؒ دی درگاہ ہووے بھانویں شاہ دولہؒ دا دربار کیوں نہ
رہندا ایہناں تھانواں اتے ذکر جاری صبح و شام سلطان محمودؒ دا اے

ہو گیا درویشاں دے مدح خواناں دی صفِ نعلین وچ بہن جوگا
فضلؔ مہربانی غوث پاکؒ دی اے تے انعام سلطان محمودؒ دا اے

قصیدہ در منقبت

قطب العارفین حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از نتیجہ فکر: مولوی نور اللہ شاہ سیال کوٹی رحمۃ اللہ علیہ

روز گارے شد کہ دارم در دلِ زار وحزیں — آرزوے مدحت شاہنشہ دُنیا و دیں
قاضی سلطانِ محمود آں کہ نامِ نامیش — نیک زد برروے دل ہاسکہ چوں نقش رنگیں
درّ دریاے حقیقت اختر برجِ شرف — شاہ باز اوجِ عرفاں اِفتخارِ عارفیں
منبع سر الٰہی ، مطلع نورِ ہدیٰ — مخزنِ گنج حقائق ، معدنِ شرعِ متیں
والی ملکِ ولایت ہادیِ گم گشتگان — اندر اقلیم ہدایت صاحب تاج و نگیں
بحر علم و کانِ حلم و ابر فیضانِ خدا — مقتداے اہل باطن پیش واے متقیں
اِرتفاعِ عز و جاہش برتر از شرح و بیاں — کم ترین بندگانش قیصر و خاقانِ چین
موضع چشم مروت، مرجع اہل کمال — در مقاماتِ محبت واقف عین الیقین
جرعہ از جامِ محبت ریز در کامِ دلم — تا ازیں دنیاے دوں بر در فشانم آستیں
حقہ بازی ہاے چرخِ سفلہ پروردوں نواز — از پے آزارِ جانِ منِ دما دم در کمیں
از حریم راحت مقصود دور افتادہ ام — عیش وعشرت شد مخالف محنت وغم ہم نشیں
مشکلے دارم کہ بر راے منیرش روشن است — پس چرا بے ہودہ گویم آں چناں وایں چنیں
زلہ از خوانِ احسانِ تو خواہم بر دوام — تا نباشد خاطرم متردّد و اندوہ گیں
چوں توئی در گنج بخشی بے عدیل و بے نظیر — پس کجا مثل تو جویم یاور و یار و معیں
رحمتے فرما بر حالِ ایں گدا بہر خدا — از براے مصطفیٰ آں رحمۃ للعالمیں
بہر آدم نسل او از انبیا ، اولیا — بہر ابوبکر و عمر و عثمان و علی اصحابِ دیں
چشم دارد شاہ نور اللہ ز خوانِ فیض تو — ان اصحاب الکرامۃ یکرمون السائلین

از نتیجہ فکر چنن شاہ صاحب بجرالوی

در فراق حضرت قبلہ عالم قاضی صاحب

کدی آ سلطان آ وانی، جند جان کراں قربانی
رب رحمت مینہ وسایا، سر ساڈے تیرا سایا
رکھ ملوے گھر وچ آیا، جاگیر ملی یزدانی
کدی آ سلطان آوانی

واہ رب وچھڑے جوڑے، چج اکبر سنے پندہ تھوڑے
ہن قسمت پائے وچھوڑے اٹھ دور گئے دل جانی
کدی آ سلطان آوانی

رب سوہنے بھاگ لگائے گھر مرشد کیچوں آئے
ایسے رج نا ہے گل لائے، کر گوچ گئے کروانی
کدی آ سلطان آوانی

جتی پیر سیالوں چایا، پچھے رانجھن لد سدھایا
ہن ویس رنگیلا لایا، گل مندراں تے گل گانی
کدی آ سلطان آوانی

سیو رٹھڑا ڈھول مناؤ، ہتھ بدھے عرض سناؤ
بن راول رنگ پور آؤ، میری ضائع چلی جوانی
کدی آ سلطان آوانی

مینوں نج دیا ہندے کھیڑے، نہ پیندے عمر نکھیڑے
اللہ کد مکسن ایہہ جھیڑے، وچ درداں عمر وہانی
کدی آسلطان آوانی

سکھی جھنگ سیالیں رہیاں گھر سوہرے ستریں پیاں
ہن کد ملسن سنگ سیاں، میرا وچھڑ گیا ہنگ ہانی
کدی آسلطان آوانی

تتی وچ وچھوڑے مرناں، کس دم والا دم کرنا
کس سر میرے ہتھ دھرناں پھرے ماہیا دیس سیلانی
کدی آسلطان آوانی

کدے پا کرم دا پھیرا، مکھ ویکھ لواں میں تیرا
بن لالجھن جگ ہنیرا، دسے خلقت ہور بیگانی
کدی آسلطان آوانی

سن عرض اساڈی وائے، توں باغیں پھل کھڑائے
اساں گھروں سہاگ ونجائے، گئے مار ہجر دی کانی
کدی آسلطان آوانی

کدے دیس ماہی دے جائیں، ڈھے قدمیں عرض سنائیں
گھن خاک قدم دی آئیں، میرا اوہ کجلا نورانی
کدی آسلطان آوانی

کدے قسمت ہوسن میلے ونج اکھیں حضور شکیلے

کر یاد پریتاں ویلے، جدوں کیتے قول زبانی
کدی آ سلطان آوانی
کوئی ہووے یار وسیلہ، ہن میلے ماہی رنگیلا
میرے بچنے دا ایہہ حیلہ، سن عرضاں شاہ جیلانی
کدی آ سلطان آوانی
وچ دھاراں باراں برسن، تاں سکے ڈھینگر ہرسن
فر ڈُبے بیڑے ترسن، جد رحمت ہونی ربانی
کدی آ سلطان آوانی
کل دیس مصر دی شاہی، بن ماہی اک سرساہی
بس شاہی الفت ماہی، محبوب ملے کنعانی
کدی آ سلطان آوانی
تساں پار سمندر واسے، لنگھ ساس چلے وچ آسے
ہن سد وا اپنے پاسے، مچھی تڑف رہی بن پانی
کدی آ سلطان آوانی
تیرا پایا عالی پایا، وچ ملک حیاں دے دڑایا
تیرے جیہا نہ نظری آیا، لا ثانی تے عرفانی
کدی آ سلطان آوانی
پچھے صدر شیش بھانے، تیرے اجے نہ ملے ٹکانے
تینوں کنج لکھاں پروانے، تیرے ڈیرے لامکانی
کدی آ سلطان آوانی

توں زاہد پاک نمازی، اتے پیر مجاہد غازی
توں عجمی بھیت مجازی، توں عارف سر حقانی
کدی آ سلطان آوانی

اے شاعر کر دل ٹھنڈا، تینوں ڈھیا حضور وں ونڈا
تیرا شعراں اندر جھنڈا، توں واصف چن سلطانی
کدی آ سلطان آوانی
جند جان کراں قربانی

تاریخ ہائے وفات حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ

قطعۂ تاریخ وفات حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ

ازمرزا سید محمد حاجی سوہدری

۵۰	ثروتِ ذکر کرد مستغنی	۱۰	۹۰	صوفی حق شدہ ولی اللہ	۶۶
۲	بود سلطان فقر و فخر حبیب	۲	۶۰	سکہ زد در جہاں ز بسم اللہ	"
۷۰	عامل قول "فقر فخری" ہم	۴۰	۶	وائی ملکِ دل یہ ذکر اللہ	"
۲	بود تعلیم او ز اوّل ایں	۵۰	۱	افضل الذکر ذکر الا اللہ	"
۳۰	لا الہ گشت ذکرِ کرد بیاں	۵۰	۸۰۰	ضرب بر دل چو زد ز الا اللہ	"
۵	ہر زماں بود حالتے طاری	۱۰	۴۰	محو قلبش یہ ذکر الا اللہ	"
۶۰	سالک مسلک طریقتِ حق	۱۰۰	۶	واقف رازہائے الا اللہ	"
۱۰۰۰	غرۂ شعبان دیوم آدینہ	۵	۴	داد جاں بر صدائے الا اللہ	"
۲۰۰	"رحمتِ ایزدی" (۶۸۰) بگوشم گفت	۴۰۰	۳۰۰	شاملم کن یہ سال اہل اللہ	"
۵۰	نشنیدی مگر تو اے حاجی	۱۰	۳۰	لا یموتون (۶۵۷) ادیا اللہ	۶۶
۱۹۱۹ء		۶۷۷	۱۳۳۷		۶۶۰

مرزا سید محمد صاحب کا مندرجہ بالا قطعہ تاریخ صنعتِ توشیم سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا حل اس طرح ہے۔

۱۔ مصرع ہائے اوّل کے پہلے حروف کے اعداد کو جمع کیا ہے تو سنِ عیسوی ۱۹۱۹ء نکلتا ہے جو حضرت قاضی صاحب کا سنِ وصال ہے۔

۲ ۔ دوسرے مصرعوں کے پہلے حروف کے اعداد کو جمع کیا جائے تو سنِ ہجری ۱۳۳۷ھ
نکلتا ہے جو حضرت کا سنِ وفات ہے۔

۳ ۔ رحمتِ ایزدی کے اعداد ۶۸۰ کو لاہوتون الا اللّٰہ کے اعداد ۶۵۷ میں جمع کیا جائے
تو سنِ ہجری ۱۳۳۷ھ نکلتا ہے۔

۴ ۔ پہلے مصرعوں کے آخری حروف کے اعداد ۶۷۷ میں ردیف اللہ کے تمام مصرعوں
کے اعداد ۶۶۰ کو جمع کیا ہے تو ۱۳۳۷ھ بنتا ہے۔

مرزا سید محمد صاحب کی دیگر تاریخیں۔

۱ ۔ زبرو بیّنات میں سہ در زبر بیّنہ بگو حاجی ۔ سال فوت است "صاحبی قاضی"
یہ تاریخ مرزا صاحب مرحوم کا شہکار ہے۔ انہوں نے "صاحبی قاضی" سے حضرت قاضی صاحبؒ کا سنِ وفات ۱۳۳۷ھ نکالا ہے۔ اس کا حل یوں ہے۔

ص	صاد	۹۵
ا	الف	۱۱۱
ح	حا	۹
ب	با	۳
ی	یا	۱۱
ق	قاف	۱۸۱
ا	الف	۱۱۱
ض	ضاد	۸۰۵
ی	یا	۱۱
		۱۳۳۷ھ

۲ ۔ جلوۂ عرفانِ قادری قاضی سلطان محمود — ۱۳۳۷ھ
۳ ۔ امام الانام سلطان المشائخ — ۱۳۳۷ھ
۴ ۔ یا اللہ نور مرقدہٗ برحمتہٖ — ۱۳۳۷ھ
۵ ۔ ساکن دہ کوچک آوان ضلع گجرات پنجاب — ۱۹۱۹ء

تاریخِ وفات از نشتر پشاوری

قاضی سلطان محمود ولی — جو طریقِ قادری کے پیر تھے
وطن مسکن آوان تھا ان کا — قبلہ وکعبہ مریدوں کے لئے
روزِ جمعہ یکم شعبان کو وہ — جاں بحق تسلیم کر کے چل بسے
سالِ تاریخ ان کی نشتر نے کہی — مسند آرا خلد میں جاکر ہوئے
۱۳۳۷ھ

تاریخ وفات از خادم ساکن پشاور

قاضی محمود پیر کامل کی — چوں کہ تاریخ فوت تھی منظور
بولا ہاتف یہ غیب سے خادم — باغِ فردوس میں ہیں وہ "مغفور"
۱۳۳۷ھ

(منقول از بیاض مولوی باغ دینؒ بٹالوی ثم پشاوری مملوکہ میاں سعید الرحمٰن نبیرہ مولوی صاحب)

تاریخ ہائے وفات از سید عبد العلی بخاری خلیفہ مولانا ضیاء الدین حسنؒ

۱ ۔ مزارِ لطیف قاضی سلطان محمود آوانی — ۱۹۱۹ء
۲ ۔ قبلۂ ما قاضی سلطان محمود — ۱۳۳۷ھ

(منقول از مناقبِ محمودی تالیف نواب معشوق یار جنگ جلد سوم خطی ص ۵۰۷)

شجرہ قادریہ غفوریہ مجددیہ

از

سیّد نور اللہ شاہ ولد مولانا سیّد چراغ شاہ صاحب مرحوم

خدا نے شان بخشی مصطفٰے کو ۔۔۔ نبی نے کی عنایت مرتضٰے کو
علی شیرِ خدا نے دہ محبت ۔۔۔ عطا کی حسن بصری راہنما کو
حبیب عجمی نے قلبی فیض بخشا ۔۔۔ ولی داؤد طائی پرضیاء کو
حسن بصری نے دی پھر فقر دولت ۔۔۔ حبیب عجمی محب باصفاء کو
ملا پھر درجہ مسند نشینی ۔۔۔ سخی معروف کرخی باصفا کو
عنایت پھر ہوئی نوری امانت ۔۔۔ ولی سرّی سقطی اولیاء کو
ملا تھا بعد ازاں ورثہ گرامی ۔۔۔ شہ جنید منبع فیضا کو
گلیمِ عشق پر قبضہ ملا پھر ۔۔۔ ولی بوبکر شبلی پارسا کو
عنایت پھر ہوا وہ گنجِ مخفی ۔۔۔ جناب عبدواحد مہ لقاء کو
ازاں پس ہوگیا وہ فخر حاصل ۔۔۔ ابوالفرح محامد مقتداء کو
خلافت پھر ملی از فضلِ مولا ۔۔۔ خواجہ بوالحسن افسر اتقیاء کو
سعادت ظاہری و باطنی پھر ۔۔۔ ملی تھی بوسعید ذوالعلاء کو
حضوری پھر ہوئی حاصل بہ حشمت ۔۔۔ رئیس الاولیاء غوث الوراء کو
دیا تھا غوث نے تاجِ طریقت ۔۔۔ عبدرزاق کاشف رازہا کو
عبدرزاق سے پہنچی امانت ۔۔۔ شرف دین متین بدرالدجیٰ کو

کیا مامور شرف الدینؒ نے پھر — بہاؤ الدینؒ بانی راہ ہدا کو
ہوا پھر رابطہ عرفان اندر — ولی سید عقیلؒ بے ریاء کو
خزانہ فیض والا مل گیا پھر — شمسؒ صحرائے دین مجتبےٰ کو
ملی تھی پھر حقیقت کی امانت — گدا رحمٰن سید خوشنما کو
گدا رحمٰن نے بخشا خزانہ — خواجہ بوالحسنؒ جی بانواء کو
ملی تھی ان سے پھر دستار نوری — شمس عارفؒ رفیق کبریاء کو
دیا تھا پھر انہوں نے سبق عُلیٰ — امام الوقت شمس الدین گداء کو
کیا تھا شمس نے وارث وراثت — فضیل رحمتہ اللہ پیشوا کو
حضوری خاص درجہ مل گیا پھر — کمال الدینؒ شاہ شمس الضحیٰ کو
ہوئی بعدش عنایت آں امانت — سکندر کیتھلیؒ قمر سماء کو
ازاں بامرحمت اللہ تعالے — ملا رتبہ تھا احمد بارساء کو
ملی پھر ان سے سجادہ نشینی — بنوریؒ صاحب ظل ہماء کو
عطا بامرحمت کی آپ نے تھی — خلافت شاہ بہادر باخدا کو
انہوں نے شیخ یوسفؒ کو سنوارا — انہوں نے شاہ نعیمؒ پر ضیاء کو
ہوئے ان کے محمد شاہ خلیفے — لیا صدیقؒ نے پھر فیضہا کو
کیا صدیق نے اپنا خلیفہ — شعیب شاہ نوری باصفا کو
ہوئی پھر مرحمت عبدالغفورؒ کی — ملا تھا فیض ان سے پیر ما کو
مرادم حضرت سلطان محمودؒ — ولی آدان والے دل ربا کو

عرض کرتا ہے نوراللہ کہ اے رب
سعادت بخش تو اس پُرخطاء کو
بحرمت انبیاء و اولیاء کے
ہٹانا در سے نہ خالی گدا کو

از نتیجہ فکر چنن شاہ صاحب بجرانی

شجرہ قادریہ بطرز دوازدہ ماہ

چیت مہینے یا نبی اللہ موڑ و مہر مہاراں
حضرت شیر آیا پدیں پھیرا تیرا نام پکاراں
وچ لبا کھے سفری ہو کے بصری مرشد دیکھاں
عجمی نال حبیب عربی دے خوب کراں گفتاراں
جیٹھے تائی تے اکائی طائی کرے عطائی
چرخ چڑھایا گردش چرخی کرخی لیسی ساراں
ہاڑ ہواڑ دبجاوے سختی سدی سقطی پیرا
گھنی امید جنید سخی تے قید چھٹے دکھیاراں
ساون نام صدیق اکبر دا شبلی اگے پاواں
غم گراوے تم تمیمی نوں سب آزاراں
بھادوں ابوالفرح دواوے فرح غماں دے بدلے
ابوالحسن ازل دے حسنوں جھات لواں سرشاراں
اسوں آس امید بچاسی ابوسعید حضوری
غوث زبانی شاہ جیلانی واقف سراسراراں
کتک کدتک راہ آدیکاں شاہ دولہ گجراتی

حضرت نور منور[16] باجھوں چین چمن سب خاراں
گھر راز دلیدا عالم[17] کات پسند لیا وے
شیخ احمد[18] ملتانی پاوے ملتانی دیاں تاراں
پوہ لیا من موہ اساڈا مومن[19] پلہ ویسی
شیخ صدیق رفیق[20] الٰہی تکسی نال پیاراں
مانگھ اندر دی تانگھ جگائی ہشت نگر دے والی[21]
نظر شعیب[22] کرم دی پاوے عیب چھپن بدکاراں
پھاگن ساتھ رلا دے ساجن صاحب صلوات[23] حضوری
چن آسمانی پیر آدانی[24] یار رلا دے یاراں

---

۱ ۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (م ۱۱ ھ)
۲ ۔ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ (م ۴۰ ھ)
۳ ۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۱۰ھ)
۴ ۔ حضرت حبیب عجمیؒ (م ۱۵۶ھ)
۵ ۔ حضرت داؤد طائیؒ (م ۱۶۱ھ)
۶ ۔ حضرت معروف کرخیؒ (م ۲۰۰ھ)
۷ ۔ حضرت عبداللہ سری سقطیؒ (م ۲۵۰ھ)
۸ ۔ حضرت جنید بغدادیؒ (م ۲۹۷ھ)
۹ ۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ (م ۳۳۵ھ)

۱۰۔ حضرت عبدالواحد تمیمیؒ (م ۴۲۵ھ)

۱۱۔ حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ (م ۴۴۷ھ)

۱۲۔ حضرت ابوالحسن ہنکاریؒ (م ۴۸۶ھ)

۱۳۔ حضرت ابوسعید مبارک مخزمیؒ (م ۵۱۳ھ)

۱۴۔ حضرت غوث الاعظمؒ (م ۵۶۱ھ)

۱۵۔ حضرت شاہ دولہ گجراتی (بطریق اویسیہ) (م نامعلوم)

۱۶۔ حضرت شاہ عالم دہلویؒ (م نامعلوم)

۱۷۔ حضرت شاہ منور علی آلہ آبادیؒ (م نامعلوم)

۱۸۔ حضرت شیخ احمد ملتانیؒ (نامعلوم)

۱۹۔ حضرت مومن گگڑیؒ (م نامعلوم)

۲۰۔ حضرت شیخ محمد صدیقؒ (م ۱۱۹۶ھ)

۲۱۔ حضرت حافظ محمد حشمت نگریؒ (م ۱۲۳۸ھ)

۲۲۔ حضرت حافظ محمد شعیب تورڈھیریؒ (م ۱۲۹۵ھ)

۲۳۔ حضرت اخوند عبدالغفورؒ سیدو شریف (م ۱۲۹۵ھ)

۲۴۔ حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ آوان شریف (م ۱۳۳۷ھ)

(منقول از مقامات محمود، مرتبہ نواب معشوق یار جنگ، مطبوعہ لاہور، صفحات ۴۴۳ تا ۴۴۵)

کتابیات

۱- احمد علی، مولوی: برهان المومنین علی عقائد المضلین، بمبئی ۱۲۹۱ھ

۲- اختر حسین، سیّد: سیرتِ امیر ملت، لاہور ۱۳۹۴ھ

۳- اِرشاد ہاشمی: ذکر محبوب، لاہور ۱۹۸۳ء

۴- اسماعیل پانی پتی: مکتوباتِ سرسیّد، لاہور ۱۹۵۹ء

۵- اکبر علی شاہ: گوہر منیر، خطی غیر مطبوعہ مملوکہ سیّد منظور حسین جمال پور سیّداں، گجرات

۶- باغ دین، مولوی: بیاض خطی، غیر مطبوعہ مملوکہ میاں سعید الرحمٰن پشاور

۷- برکت علی شہید: صاحب زادہ محبوب عالم کے مختصر حالاتِ زندگی، قلمی مملوکہ سیّد نور محمد قادری

۸- حنیف شاہد: اقبال اور انجمن حمایت اِسلام، لاہور ۱۹۷۶ء

۹- سبط الحسن ضیغم، سیّد: بیاض قلمی کلام در منقبت حضرت قاضی صاحب، مملوکہ سیّد سبط الحسن ضیغم لاہور

۱۰- سراج دین، مولوی: طریق الاصفیا، لاہور، سنہ طباعت ندارد

۱۱- سراج الدین سواتی: سرگذشت سوات، لاہور ۱۹۷۰ء

۱۲- سیّد احمد بریلوی: مکاتیب سیّد احمد شہید، (عکسی ایڈیشن) لاہور ۱۹۷۵ء

۱۳- شیر بہادر پنی، ڈاکٹر: تاریخ ہزارہ، لاہور ۱۹۶۹ء

۱۴- طلا محمد پشاوری، قاضی: عروۃ الوثقیٰ، پشاور ۱۲۸۵ھ

۱۵- عبدالقیوم، مفتی، سیّد: تذکرہ (خودنوشت)، لائل پور (فیصل آباد) ۱۹۶۱ء

۱۶- عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرۂ اکابر اہل سنت، لاہور ۱۹۷۶ء

۱۷- عبداللطیف عارف، حکیم: سوانح حضرت قاضی سلطان محمود صاحب، لاہور ۱۹۴۱ء

۱۸- عبدالمالک قریشی: تذکرہ سیّد علی ترمذی، ۱۳۹۶ھ

۱۹- عبدالمالک کھوڑوی، مولانا: شاہانِ گوجر، دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۰ء

۲۰- غلام ربانی حیدر آباد دکن: انجمن ترقی اردو کی کہانی، دہلی ۱۹۳۹ء

۲۱- غلام غوث صمدانی، چوہدری: مثنوی صمدانی، لاہور ۱۹۵۵ء

۲۲- غلام فرید، حافظ: احوال العارفین، لاہور ۱۹۷۹ء

۲۳- غلام محمود ہزاروی، مولانا: فیوضاتِ غوثیہ، کتب خانہ غوثیہ مہریہ جہلم

۲۴- محمد امیر شاہ قادری: تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد، پشاور

۲۵- محمود احمد قادری، مولانا: تذکرۂ علمائے اہل سنت، کان پور ۱۳۹۱ھ

۲۶- محمد فاضل، مولوی: حالات و کراماتِ حضرت غریب نواز، غیر مطبوعہ مملوکہ صاحب زادہ مظہر الحق گجرات

۲۷- مشتاق احمد خان، نواب: حیاتِ فخر، لاہور ۱۹۶۶ء

۲۸- معشوق حسین خان، نواب: مقاماتِ محمود، لاہور ۱۹۶۴ء

۲۹- مناقب محمودی (خطی تین جلدیں)، غیر مطبوعہ مملوکہ صاحب زادہ مظہر الحق گجرات

۳۰- نذیر احمد نیازی: دانائے راز، ۱۹۷۹ء

۳۱- نور محمد قادری، سیّد: حضرت قاضی سلطان محمود، لاہور ۱۹۸۰ء

۳۲- نور اللہ شاہ سیال کوٹی، مولوی: چشمہ نور، لاہور ۱۹۲۰ء

۳۳- نیک عالم، شاہ: مجموعہ سی حرفی ہائے وغیرہا ہے رسائل ۱۹۷۰ء

۱ - ماہنامہ "اجمل میگزین" دہلی فروری ۱۹۳۶ء

۲ - سہ ماہی "اردو نامہ" کراچی اپریل ۱۹۶۱ء

۳ - ماہنامہ "ارژنگ" پٹنہ اکتوبر ۱۹۷۶ء

۴ - ماہنامہ "ساقی" کراچی سالنامہ جنوری ۱۹۵۸ء
۵ - سہ ماہی "صحیفہ" اکتوبر تا دسمبر لاہور ۱۹۸۴ء
۶ - ماہنامہ "صوفی" پنڈی بہاء الدین دسمبر ۱۹۳۶ء
۷ - ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور اگست ۱۹۷۷ء
۸ - ماہنامہ "طبیہ کالج میگزین" لاہور مارچ ۱۹۶۳ء
۹ - ماہنامہ "علیگ" کراچی مارچ ۱۹۶۸ء
۱۰ - ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی سوات نمبر دسمبر ۱۹۵۷ء
۱۱ - ماہنامہ "نصرت" لاہور کشمیر نمبر فروری ۱۹۶۰ء

اخبارات

۱ - روزنامہ "کوہستان" راولپنڈی ۲۴ جنوری ۱۹۶۳ء
۲ - "نوائے وقت" لاہور ۲۴ مئی ۱۹۷۸ء
۳ - "نوائے وقت" لاہور ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء
۴ - "جنگ" راولپنڈی ۱۰ دسمبر ۱۹۸۲ء

مکتوبات

۱ - سلیم اسماعیل بنام سید نور محمد قادری، ۷ اگست ۱۹۸۴ء
۲ - عبدالحکیم خاں سابق چیف جسٹس، بنام سید نور محمد قادری، ۲ جون ۱۹۸۱ء
۳ - علی احمد خاں سردار بنام سید نور محمد قادری، ۱۱ دسمبر ۱۹۷۴ء
۴ - فخر الزمان خاں ریٹائرڈ کمشنر بنام سید نور محمد قادری، ۱۱ اگست ۱۹۸۱ء
۵ - محمد سعید شاہ بنام ماسٹر محمد سعید لاہور، ۲۲ جنوری ۱۹۸۴ء

دینی اور ادبی کتابوں کی معیاری اشاعت کا مرکز

اسلامک میڈیا سنٹر

A-27 شیخ ہندی سٹریٹ داتا دربار مارکیٹ لاہور

0300/0313/0321-9429027
mahboobqadri787@gmail.com